2782

100 yrs old cloth

مؤلف :-

حافظ (مولوی خلیل الدین)

مولوی خلیل الدین صاحب حافظ پیلی بھیتی

کا

چوتھا نعتیہ دیوان

موسوم بہ اسم تاریخی

آئینہ پیغمبر

۱۳ ھ ۳۰

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

صحت نامہ آئینہ پیغمبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۱۰	نہ چلنا	نہ جلنا
۲۳	۴	کس نے	کیسا
۵۱	۱۰	چھبنے	چبھنے
۵۵	۵	کیا لیکے الخ	مہان کوئی دم کا ہی آب آپ کا مریض
۵۶	۲	کی ہو	کو ہو
۷۳	۷	اُجنڑا	اُجڑا
۷۶	۶	طوبے	طوبئے
۸۵	۱۳	غالی	خالی
۱۱۳	۷	رسوائی	رسوا بھی
۱۱۸	۸	ماجراہی	ماجرائے
۱۲۵	۸	پیمبر	پیمبر
۱۳۸	۶	میں دل	میں ہی دل
۱۴۰	۱۳	غنچہ	غنچہ
"	"	نحت	تحت
۱۴۸	۲	کماں	کمان
۱۵۰	۶	مدبنہ	مدینہ
۱۵۱	۶	طوفاں	طوفان

۱۵۶	۴	ہی سہی	سہی
۱۶۳	۵	کیجیے	لیجیے
۱۶۵	۴	دیدہ تر	دیدۂ تر
۱۶۹	۱۰	صدق وداد	صدق وسداد
۱۷۲	۱۱	یامتہ	یافتہ
"	۱۴	جانِ کریم	جانِ کرم
۱۷۷	۱۱	حرفت	حرمت
۱۸۴	۵	تاروں میں	تاروں میں ہی
۱۸۶	۶	جسے	جسنے
"	۹	رکھاہی	رکھا
۱۸۹	۱	پاگدامنان	پاکدامنان
۱۹۱	۶	آقار	آقا
۱۹۲	۱۲	کللتہ	کلکتہ
۲۰۲	۱۱	پردہ حکمت	پردۂ حکمت
۲۰۳	۱۱	روتا آیا	رونا آیا
۲۱۵	۱۲	آبلہ با	آبلہ پا
۲۱۷	۹	جان بدن	جان وبدن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ردیف الف)

حمد و ثنا کے لایق ہی ایک ذات والا — سُبحٰنہٗ تعالےٰ سُبحٰنہٗ تعالےٰ
آنکھوں میں نور اُسکا دل میں ظہور اُسکا — سینہ ہی طور اُسکا ہر گھر کا وہ اُجالا
بجتی ہی نوبت اُسکی مسجد میں پنج وقتی — اَللہُ اکبر اُسکا کتنا ہی بول بالا
دُھن سبکو ہی اُسی کی نغموں میں لَے اُسی کی — ہر لَے میں شور اُسکا ہر نَے میں اُسکا نالا

ہر بندے کا وہ حافظ حافظ کا وہ محافظ
سو لے تو جاگتا ہی بندہ ہی سونے والا

آئے جو روضے سے کوئی جھونکا نسیم کا — سینے کا داغ - پھول ہو باغِ نعیم کا
مجھپر چلیگا وار نہ نفسِ لئیم کا — دلدادہ ہوں میں نفسِ رسولِ کریم کا
کم ہی - امیدِ رافت و رحمت ہو جس قدر — ہوں عبد بھی تو عبدِ رؤف و رحیم کا
ملنے کو ہوں اگر لبِ جاں بخشِ مصطفےٰ — جُڑ جائے گوشت پوست عظامِ رمیم کا

میں اور شرحِ قامت و زلف و دہانِ پاک
سُن لیجیے صبا سے - پھر آ گئے ہی اختیار
اونگلی کے ایک اشارے میں ہی جو ادا - پوچھ
حادث ہی کون - کون کی ہی کائنات کیا
طیبہ کے آنے جانے سے معلوم ہو گیا
یا شاہِ فقر - آپ سراپائے نور ہیں
کیسی دوا کہ ہاتھ لگاتے نہیں طبیب
بیجا نہیں - پیوں میں جو دھو دھو کے اپنے پاؤں
ڈالا خطر میں خواہشِ دنیا نے دین کو
دیوانوں کو تو چاہیے دیوانگی کی عقل

کہتا ہی کچھ اشارہ الف لام میم کا
قصہ صحیح ہی مرے حالِ سقیم کا
دل جانتا ہی کچھ اسے ماہِ دو نیم کا
سرگشتہ ہوں خمارِ شرابِ قدیم کا
ہی وصل و ہجر آئینہ امید و بیم کا
سایے کی ہی گلیم - نہ سایہ گلیم کا
حال اس قدر سقیم ہی نبض سقیم کا
کر آئے ہیں طواف خدا کے حریم کا
کھولا ہوا ہے نیند نے دروازہ بیم کا
بٹوارہ عاقلوں میں ہو عقلِ سلیم کا

حافظ کو ہو گا غش سے افاقہ ابھی ابھی
لے آ نسیم - روضے سے شمہ شمیم کا

اُس گلی میں کیا کہوں کیونکر گرا کیونکر اوٹھا
اٹھ کے بیٹھا - پھر گرا - اوٹھ کر گرا - گر کر اوٹھا

جاگ گئے فتنوں کی لوٹ آغوش میں لیکر اوٹھا
نالہ کا ہیکو اوٹھا ہنگامۂ محشر اوٹھا

توڑ کر دل کو ہمارے صبر کی سل ٹل گئی
کر دیا جب چور شیشے کو تو یہ پتھر اوٹھا

اُنکے گھر جا کر گرا ہیں سایۂ دیوار سا
اُنکے در سے جب اوٹھا میں بیخود و ششدر اوٹھا

میرا ہی سر تھا ہزاروں منتوں کا زیرِ بار
میری ہی گردن تھی وہ جس سے یہ بارِ سر اوٹھا

اللہ اللہ جلوہ گر بزمِ تصور ہیں ہی کون
صدقے ہونے کو اوٹھا دل اور خوش ہو کر اوٹھا

کسکا اوٹھنا بیٹھنا ۔ دل کی تپش کا ہی طفیل
کوئی نالہ کھینچ بیٹھا ۔ کوئی نعرہ کر اوٹھا

ہو گئی قیدِ عناصر سے رہا ۔ جب جانِ پاک
دل سے فکرِ گرم و سرد و رنجِ خشک و تر اوٹھا

تھک گیا جب چیخ کر ۔ بیٹھا کلیجا تھام کر
جب ذرا سستا لیا پھر ایک نالہ کر اوٹھا

خوابِ غفلت سے میں چونکا ۔ ہو گیا جب سر سفید
دھوپ سر پر آ گئی ۔ میں دن چڑھے سو کر اوٹھا

سوے دشت و کوہ جا نکلا جو دیوانہ ترا
بہرِ تعظیم ایک اک کانٹا اوٹھا پتھر اوٹھا

خیر اُس کمبخت دل کی کچھ نظر آتی نہیں
رہگیا اوٹھ اوٹھکے جس میں درد ۔ رہ رہکر اوٹھا

گونجتی رہتی ہی اسمیں دردمندوں کی صدا
جب سے بالاے زمیں یہ گنبدِ بے در اوٹھا

مر گیا ۔ محشر کا جب میں کرتے کرتے انتظار
تب دلِ شوریدہ سے شورِ اَنَا المحشر اوٹھا

کون آیا ۔ کیوں چلے صبر و خرد ہوش و حواس
انجمن کی انجمن برہم ہی ۔ گھر کا گھر اوٹھا

کوئی ڈوبا ۔ کوئی اُچھلا ۔ میرے سر الزام ہی
جو اوٹھا طوفان میرے دیدۂ تر پر اوٹھا

گر لیا سینے میں گھر آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر
در میں گویا در کھلا یہ گھر میں گویا گھر اوٹھا

فوجِ غم کے ہاتھ سے دل کی تباہی تھی لکھی
آپڑا ایک اور لشکر جب کوئی لشکر اوٹھا

چٹکیاں لے لیں کلیجے میں سنا کر دردِ دل
کر کے مضطر انجمن کو حافظِ مضطر اوٹھا

بخشوانے کو ہمارے ۔ شافعِ محشر اوٹھا
سیکڑوں بیٹھے ہوے دل ہاتھ میں لیکر اوٹھا

سرِ شہیدِ کربلا کا کیوں جھکا کیونکر اوٹھا
جھک کے خنجر سے ملا پھر چڑھ کے نیزے پر اوٹھا

زائروں کے جلتے ہی طوفانِ چشمِ تر اوٹھا
اشک کا دریا چڑھا کشتی کا جب لنگر اوٹھا

ناتواں سے منزلِ طیبہ بمشکل طے ہوی
اوٹھ کے بیٹھا ۔ بیٹھکر اوٹھا ۔ گرا ۔ گر کر اوٹھا

رہ گیا ہوں ضعف میں یہ شغل اوٹھتے بیٹھتے
یا نبی کہکر میں بیٹھا ۔ یا علی کہکر اوٹھا

پلے پر تھا کوئی جب تولی گئی نیکی بدی
کیا کہوں ۔ پلہ مرا کیونکر جھکا کیونکر اوٹھا

چار عنصر کے احاطے میں ہوی تعمیرِ دل
چار دیوارِ حرم میں اک خدا کا گھر اوٹھا

جان جب نکلی بدن سے آپ کا کلمہ پڑھا
قبر سے اوٹھا تو کلمہ آپ کا پڑھکر اوٹھا

تھا جبیں کو آستانِ پاک صندل سے سوا
سر اوٹھانا تھا کہ سر کے ساتھ دردِ سر اوٹھا

انکے در سے جیتے جی مجھکو اوٹھا سکتا تھا کون
جبکے مرنے کے لیے بیٹھا تھا میں مرکر اوٹھا

آپ کی آئینہ داری ۔ پہلے اپنا منہ تو دیکھ
ای سکندر آئینہ کیوں ہاتھ میں لیکر اوٹھا

آپ نے آنکھوں کے رستے ۔ دل میں آنے شوق سے
آپ ہی کے واسطے زود رب نے اک گھر اوٹھا

کیا قیامت چھپ رہی تھی آپ کے زیرِ قدم
آپکے اوٹھتے ہی کیوں ہنگامۂ محشر اوٹھا

انکے در پر میں لیے بیٹھا تھا صبر و عقل و ہوش
جب اوٹھا جو کچھ گرہ میں تھا وہ سب کھو کر اوٹھا

شمر جب سر پر کھڑا تھا سر بسجدہ تھے امام
بیگناہی کے شہادت کے لیے خنجر اوٹھا

جالیوں سے تو تو اندر آ ہی جاتی ہے صبا
چہرۂ انور سے اک دن گوشۂ چادر اوٹھا

شوق نے راہِ عرب میں ضعف کی چلنے نہ دی
جو قدم اپنا اوٹھا بڑھکر پڑا بڑھکر اوٹھا

بخشوائے لیتے ہیں اب سب کو اک دم میں حضور
حکم اِذفع رأسک آیا یعنی اپنا سر اوٹھا

قطرہ قطرہ خون کا تھا محو لذاتِ وصال
جب ہماری شاہرگ میں ڈوبکر نشتر اوٹھا

عالمِ بالا ہے تیرے شوق میں زیر و زبر
اے مرے یحیٰی نظر والے نظر اوپر اوٹھا

باندھ لے خالی کمر۔ حافظ اگر توشہ نہیں
چل مدینے۔ لے خدا کا نام۔ اوٹھ۔ بستر اوٹھا

قبر میں بھی میں خیالِ زلفِ پیچاں لیچلا
دیکھنے کو ساتھ اک خوابِ پریشاں لیچلا

درد سے رگ رگ کو مرتے وقت نالاں لیچلا
میں گلستاں لیچلا یا اک نیستاں لیچلا

گوشۂ دل میں چھپائے۔ داغِ حرماں لیچلا
ڈرتے ڈرتے میں چراغِ زیرِ داماں لیچلا

ہے پیامِ مرگ تو پیغامِ شادی مرگ کا
غم یہی ہے میں غمِ مرگِ عزیزاں لیچلا

کیا بگاڑا تھا زِ دست و گریباں نے جنوں
کیوں سرِ بازار اُنھیں دست و گریباں لیچلا

دل بھرا یا درد سے لبریز۔ لب پر ہے ہنسی
میں شہادت گاہ سے یوں زخمِ خنداں لیچلا

دل سے پیارا ہی ہی مجھکو جی سے پیارا دردِ عشق
جان کھو کر بھی اسے رگ رگ میں پنہاں لیچلا

بچکے جا سکتا نہیں اُنکی نگاہوں کا شکار
تیر باراں کیوں مجھے افتان و خیزاں لیچلا

ہوں وہ رہرو۔ لوٹکر کہتا ہے مجھکو راہزن
دردِ پنہاں لیچلا۔ داغِ نمایاں لیچلا

لگگئے مشہد میں مجھکو زخم۔ زخموں کو ہنسی
دل خدا جانے کہ کیا کیا لطفِ پنہاں لیچلا

ابتداے عمر سے مجھکو جنوں کا کھیل تھا
ہاتھ اوٹھا تو جانبِ گوے گریباں لیچلا

رہگئیں سینے میں لاکھوں حسرتیں ہو کر شہید
میں لحد میں ساتھ اک گنجِ شہیداں لیچلا

کیا مرے گھر سے نہ تھا زنداں کو سیدھا راستا
کیوں مجھے پہلے جنوں سوے بیاباں لیچلا

قیدِ ترو کات سے بگڑی ہی بندش کی روش
سلسلہ پابندیوں کا پا بجولاں لیچلا

اب کہاں ذوقِ سخن سنجی کہاں بزمِ سخن
اک تقاضا تھا کہ حافظ کو غزلخواں لیچلا

چُنکے ہیں پلکوں سے یوں خارِ بیاباں لیچلا
جس نے دیکھا وہ یہ سمجھا اپنی مژگاں لیچلا

نزع میں پوچھیں وہ۔ کیا تو داغِ ہجراں لیچلا
سر ہلا کر میں کہوں۔ جی لیچلا۔ ہاں لیچلا

کیسے پتھر پڑ گئے یارب جنوں کی عقل پہ
ستر پوشوں میں عدم سے مجھکو عریاں لیچلا

چھوڑ کر فکرِ مآل و مال و امیدِ وصال
میں کلیجے سے لگائے داغِ حرماں لیچلا

ہاتھ میں زندوں کے مُردہ۔ چار کے کاندھے سوا
گور اُسپر عمر بھر کا بارِ عصیاں لیچلا

کم ہی۔ اُسکی گور میں ہو جس قدر باغ و بہار
ایک سینے میں جو لاکھوں داغِ حرماں لیچلا

کس طرح کپڑے چھڑاؤں تجھسے ای دستِ جنوں
جیب دامن تک۔ تو دامن تا گریباں لیچلا

ضعف تھا یا شوق تھا اُس راہ میں میرا رفیق
منزلوں تک جو مجھے اُفتاں و خیزاں لیچلا

ہو کسی کا نام۔ منزل پر پہنچ جانے سے کام
پائے عریاں مجھکو۔ یا میں پائے عریاں لیچلا

دل کے ہاتھوں دیکھیے۔ ہوں حشر میں کیا کیا عذاب
میں بغل میں پال کر اک دشمنِ جاں لیچلا

مجھکو سرِ حدِ عدم سے باہر آنا ہی تھا
زندگی کیا لیچلا اک آفتِ جاں لیچلا

قافلے والو۔ مبارک تمکو سامانِ سفر
میں تو بے سامانیوں کا ساز و ساماں لیچلا

ای خدا۔ دستِ جنوں ہی یا گلے کا ہار ہی
ہو چکے تارِ گریباں تو رگِ جاں لیچلا

ہوش والے۔ حشر کو سامانِ سودا لیچلے
سر مرا بیمغز تھا سودائے ساماں لیچلا

پارچے گنتی کے ہیں تربت میں۔ نام اُنکا کفن
ہی یہی خلعت جسے درویش و سلطاں لیچلا

میری نظروں میں جو دامانِ بیاباں تنگ تھا
اپنا دامن پھاڑ کر سوے بیاباں لیچلا

پردے میں رہنے نہیں دیتا ہی معشوقوں کو حسن
شمع کو پروانوں کی محفل میں عریاں لیچلا

سر کو چکر۔ دم کو اُلجھن۔ دست و پا بے اختیار
اضطرابِ دل کدھر غلطاں و پیچاں لیچلا

بڑھتے بڑھتے آگیا حدِ جنوں پر شوقِ دید
پتلیوں کو سات پردوں میں بھی عریاں لیچلا

کھو نہ دے مجھ ناتواں کو گریۂ بے اختیار
ایک تنکے کو بہا کر جوشِ طوفاں لیچلا

آؤ حافظ چلکے دیکھیں تو سخن کا معرکہ
سنتے ہیں ہر مردِ میدان گوئے وچوگاں لیچلا

شیر وہ جو دل میں حبِ شیرِ یزداں لیچلا
مرد وہ ہے جو ولائے شاہِ مرداں لیچلا

اُسکا کیا کہنا۔ جسے جنت کا رضواں لیچلا
قسمت اُنکی ہے۔ جسے روضے کا درباں لیچلا

نقدِ جاں دیکر میں اُنکو جنسِ ایماں لیچلا
مال جتنا تھا گراں اُتنا ہی ارزاں لیچلا

اُنکے دیتے ہیں کلیدِ باغِ رضواں لیچلا
بارِ عصیاں سر سے پھینکا۔ بارِ احساں لیچلا

ہر کوئی جاروب کش۔ چھڑکاو کرتا ہے کوئی
آہ میں اس سے بھی قاصر چشم و مژگاں لیچلا

جان کا دل۔ جان دل کی۔ دین کا ایمان ہے
دین و ایماں دیکے مجھکو جو دل و جاں لیچلا

شرم خالی ہاتھ کی بس اب تمہارے ہاتھ ہے
بے سر و ساماں تمہارا فکرِ ساماں لیچلا

بار آلہا میری گردن۔ میرے سر کی خیر ہو
بارِ عصیاں سے سوا میں شرمِ عصیاں لیچلا

الاماں ہنگامِ پرسش۔ الحذر وقتِ حساب
المدد۔ مجھکو فرشتہ سوئے میزاں لیچلا

اس توقع پر کہ مزدوری میں پاؤنگا بہشت
اپنے سر پر میں اوٹھا کر بارِ عصیاں لیچلا

راہِ عقبےٰ میں ہیں میرے دو رفیق امید و بیم
دردِ دل کے ساتھ دردِ دل کا درماں لیچلا

چلتے چلتے پھرے جاتے ہیں خوشی سے ہاتھ پاؤں
کیا مجھے اپنی جگہ دینے کو درباں لیچلا

نذر دی سب زائروں نے جسکو جو توفیق تھی
سر کو رکھکر ہاتھ پر میں سوئے درباں لیچلا

میرے جوشِ بیخودی کا آج پردہ کھل گیا
روضۂ خیرالوریٰ کا دیکھنے والا ہوں میں
کی بسر عمرِ رواں رو رو کے ہجرِ شاہ میں
تھیں شباہیں جالیوں کی یا نگاہیں آپ کی
نقدِ جاں کرتے ہیں پہلے نذر اس سرکار میں
پڑ گئی تھی روضۂ شہ پر کہیں میری نظر

جب مدینے کو مجھے مجھ سے بھی پنہاں لیچلا
خلد میں مجھکو خوشامد کر کے رضواں لیچلا
بحرِ غم میں ناؤ کو لبریز طوفاں لیچلا
برچھیاں کھائیں جگر پر۔ دل میں چھریاں لیچلا
یہ سکھاتا یہ پڑھاتا مجھکو درباں لیچلا
اس خطا پر کھینچکر جنت کو رضواں لیچلا

ہی اجل نزدیک۔ طیبہ دور۔ میں معذور ہوں
مجھکو حافظ دل کا دھڑکا سینہ کوباں لیچلا

بنو چھو رتبہ والا مرے مخدوم صابر کا
فلک کو رشک سے آنے لگے تیور کبھی چکر
گرجتی رہتی ہی بسمل کی کڑکتی رہتی ہی بجلی
خدا رکھے ہوا ہی نقش داغِ صابری دل پر
پری کیسی۔ نہ دیکھا آنکھ بھر کر حور و غلماں کو
ربیع اولیں کی تیرھویں ہی جمعہ ہی قل ہی
گیا کلیر میں جو زائر۔ فلک سے یہ صدا آئی

ہی نورِ مہر اک ذرہ مرے مخدوم صابر کا
بنا جب خاک پر قبہ مرے مخدوم صابر کا
بجا کرتا ہی یوں ڈنکا مرے مخدوم صابر کا
یہ ہی پر کھا ہوا سکہ مرے مخدوم صابر کا
ہوا جو دیکھنے والا مرے مخدوم صابر کا
مرے مولا مرے آقا مرے مخدوم صابر کا
وہ لو مہمان آپہنچا مرے مخدوم صابر کا

ادھر بھر کر نظر دیکھا ادھر حاجت روائی کی
یہ ہی چلتا ہوا نسخہ مرے مخدوم صابر کا

ولی جانے علی جانے نبی جانے خدا جانے
حقیقت میں ہے جو رتبہ مرے مخدوم صابر کا

فرشتوں سے چھڑایا قبر میں یوں مجھکو رحمت نے
یہ بندہ نام لیوا تھا مرے مخدوم صابر کا

پھریرا جسکا اڑتے اڑتے پہنچا بام گردوں پر
گڑا اکلیر میں وہ جھنڈا مرے مخدوم صابر کا

قمر ہے مجرئی کسکا۔ فلک کسکا سلامی ہے
مرے مخدوم صابر کا مرے مخدوم صابر کا

بہا کر چار آنسو گردِ عصیاں دھوئے حافظ
کہ ہے بہتا ہوا دریا مرے مخدوم صابر کا

نور سے معمور وہ۔ یہ طور سے بڑھکر رہا
دل خدا کا گھر رہا۔ سینہ نبی کا گھر رہا

دھیان تھا جب تک تمہارا۔ بیخودی چھائی رہی
دل میں جب تک تم رہے۔ دل آپسے باہر رہا

جتنی تدبیریں تھیں کرنے کی وہ کر چھوڑیں سبھی
جو مری تقدیر میں ہونا تھا وہ ہو کر رہا

گذری دردِ دل کے ہاتھوں عمر بھر سر پیٹتے
ایک میرا ہاتھ دل پر دوسرا سر پر رہا

پاتے ہیں دوری میں بھی لطفِ حضوری ہم غلام
اپنے گھر بیٹھے ہوئے مولا کے دل میں گھر رہا

روضے تک دیدار کا بھوکا گیا بھوکا پھرا
میں وہی پیاسا ہوں جو پیاسا لبِ کوثر رہا

رات دن۔ اک وعدۂ فردا نے رکھا بیقرار
رات دن۔ برپا مرے سر پہ نیا محشر رہا

مصطفےٰ پر مرنے والے۔ جیتے جی مرتے رہے
دم رہا جس دم تک۔ آنکھوں میں رہا لب پر رہا

مرنے والوں سے یہ ڈر رہتا ہے۔ کچھ کھا پی نہ لیں
مرنے والا لٹکا۔ بے کھائے پیے ہی مر رہا

پاؤں کیسے۔ اب تو سر بھی ضعف سے اوٹھتا نہیں
تیرے قدموں سے جو چھوٹا میرے قدموں پر رہا

عمر بھر شرمِ گنہ نے ہم کو رکھا اشکبار
دامنِ تر کی بدولت۔ دامن اپنا تر رہا

پائی پڑ رہنے کے قابل بھی نہ دنیا کی سرا
ہم فقیروں کا بغل میں بوریا بستر رہا

ہیں ترے کوچے کے سودائی عجب گردش نصیب
پاؤں بھر کر تھک گئے تو سر کو اک چکّر رہا

عمر بھر سودا کے ہاتھوں سر کو ٹکراتے پھرے
اور پھر الزام سودا کا ہمارے سر رہا

طالبِ عقبےٰ نے دنیا میں نہ پایا خاک چین
اپنے گھر ایسا رہا گویا پرائے گھر رہا

شرع کے دیوانے۔ حدِّ شرع سے بڑھتے نہیں
آپ کا دیوانہ حدِّ شرع سے باہر رہا

رہ گئے روضے میں سب آلِ علیٰ وا دنے بار یاب
سنتے ہیں اک حافظ ناکام ہی باہر رہا

دلِ دیدار طلب آج مرا ٹوٹ گیا
ٹھیکرا بھیک کا تھا۔ پھوٹ گیا۔ ٹوٹ گیا

پاسِ انفاس کیا۔ نفس مرا ٹوٹ گیا
معرکے میں یہی قلعہ تھا بڑا۔ ٹوٹ گیا

خوب تھا۔ ٹوٹ کے دل تم سے اگر جا ملتا
وہ تو کمبخت ہوا تم سے جدا ٹوٹ گیا

آہ وہ دل۔ کہ ہوا ایک ہی صدمے سے فنا
شیشہ تھا۔ ٹھیس لگی۔ آئی صدا ٹوٹ گیا

کفر کی جان ہی گیا۔ سحر کی کتنی ہی بساط
ایک کلمہ مرے مولے کا پڑھا ٹوٹ گیا

میرے بس میں نہ رہا دل تو خرابی میں پڑا
ہاتھ سے شیشہ صفت چھوٹ پڑا۔ ٹوٹ گیا

لیجیے خستگیِ دل کی خبر۔ قبلۂ دیں
دل نہیں ٹوٹ گیا۔ قبلہ نما ٹوٹ گیا

تارِ رونے کا بندھا۔ ہو گئے آنسو برباد
گوہرِ اشک۔ لگا تار گرا۔ ٹوٹ گیا

تار رونے کا جو ٹوٹا۔ گئے گزرے آنسو
میری تسبیح میں ڈورا تھا پڑا الٹوٹ گیا

درد جب دل میں اوٹھا۔ بیٹھ گیا درد سے دل
دل میں اک چوٹ لگی۔ درد ہوا۔ ٹوٹ گیا

وعدۂ ختم نبوت ہی خدا کا وعدہ
عہدِ منکر نہیں جو منھ سے کیا۔ ٹوٹ گیا

ٹوٹے پڑتے تھے نہیں مشتاق ترے دیکھنے کو
پردے کھل جائینگے۔ پردہ جو ترا ٹوٹ گیا

تم نظر آئے۔ تو جاتے رہے اوسان مرے
حسن کا رعب۔ جو اوسوں کا جتھا ٹوٹ گیا

ہی بقا اصلِ فنا۔ اور فنا وصلِ بقا
بلبلا تھا کہ وہ دریا میں اوٹھا ٹوٹ گیا

ٹوٹے ہی گھر میں ہی رہنا غم ہو لے کو پسند
غم نہیں کچھ۔ دل اگر ٹوٹ گیا ٹوٹ گیا

کوئی لڑکوں کا گھروندا ہی کہ معمورۂ دہر
گھر اوٹھا بیٹھ گیا۔ قصر بنا ٹوٹ گیا

آئی سینے سے یہ کیسی ابھی چٹ چٹ کی صدا
اس میں دل بھی ہی کلیجا بھی ہی۔ کیا ٹوٹ گیا

چیز بھی تھی کوئی۔ کیوں روتے ہو بیدل حافظ
تھا دل اک ظرفِ گلی ٹوٹ گیا ٹوٹ گیا

ہاں پردہ اوٹھا دینا۔ اک جلوہ دکھا دینا
اک جلوہ دکھاتے ہی بیہوش گرا دینا

نالوں کو تو آتا ہی اک شور مچا دینا
سوتے ہوے فتنوں کو چلّا کے جگا دینا

جو کچھ تجھے ہاتھ آئے۔ سب راہِ خدا دینا
مولے کا دیا لینا۔ مولے سے لیا دینا

جاکر درِ مولے پر۔ ہمکو یہ صدا دینا
ہو نامِ خدا داتا۔ کچھ نامِ خدا دینا

کیوں ضعف۔ یہ رستے میں طیبہ کے گرا دینا
ہاں درد ذرا اوٹھنا۔ اور اوٹھکے اوٹھا دینا

اُن نیچی نگاہوں کے ادنٰے یہ کرشمے ہیں
گرتے کو اوٹھا دینا۔ اوٹھتے کو گرا دینا

یہ آنِ جمالی ہی۔ وہ شانِ جلالی ہی
روتے کو ہنسا دینا۔ ہنستے کو رُلا دینا

غش کیوں نہو اُسکا جی جس نے یہ ادا دیکھی
غش کھا کے گرے کوئی۔ دامن کی ہوا دینا

یہ دین خدا کی ہی۔ یہ شان عطا کی ہی
بندے کو دیا لینا۔ مولے کو دیا دینا

مطلع کے عوض کمّہ۔ مقطع کے عوض طیبہ
اس مدحِ مبارک کا۔ مولے یہ صِلا دینا

خاکِ قدمِ شہ کا حافظ ہی عجب سرمہ
جس راہ سے وہ گزریں۔ آنکھوں کو بچھا دینا

انسان ہوں کہ پریاں رٹتے ہیں نام تیرا
کرتی ہیں ذکر چڑیاں ہر صبح و شام تیرا

احمد ہی یا محمدؐ محمود نام تیرا
محمود یا محمدؐ برتر مقام تیرا

مولے حطیم تیرا رکن و مقام تیرا
ربّ حریم تیرا بیت الحرام تیرا

رونق پذیر تجھسے بزمِ دَنیٰ تدلّٰی
ہی کانَ قوبَ قوسَین ادنےٰ مقام تیرا

شاہوں کو دھیان میں کب لائے ترا بھکاری
مولاؤں کا ہی مولا مولا غلام تیرا

ای خاصِ ربِّ اکبر خاص و عوام سب پر
ہی لطف خاص تیرا ہی فیضِ عام تیرا

سینہ مرا خزینہ دل اُسمیں اک نگینہ
کیسا نگینہ جسپر کندہ ہی نام تیرا

بے موت مر رہے ہیں ہونے کے مرنے والے
جا موت مفت ہوگا بدنام نام تیرا

لبریز ہو چکا ہی اب عمر کا پیالہ
پیتے ہیں کوئی دم میں ای موت جام تیرا

اُس سنگِ در کا بوسہ ای لب کہاں ترا مُنہ
تو اور سجدہ ای سر سودا ہی خام تیرا

مُردوں کی زندہ روحیں بولیں لبِ نبی سے
اک زندہ معجزہ ہی مُحْیِ الْعِظَام تیرا

دل کی مرادیں مانگے اب کس سے تیرے ہوتے
شاہا فقیر تیرا آقا غلام تیرا

کر در گزر خطا سے طیبہ میں پھر بلا لے
بھاگا ہوا ہوں لیکن پھر ہوں غلام تیرا

کلمے۔ صلاۃ۔ اذاں میں نامِ خدا کا ساتھی
نامِ خدا ہی نامی کس درجہ نام تیرا

ہی سانس اُکھڑی اُکھڑی چلتی ہی اولٹی سیدھی
دنیا سے جا رہا ہی محوِ خرام تیرا

بدنام کرنے والے تیرے فدائیوں میں
لیتے ہیں نام میرا اس سنکے نام تیرا

منگتے کھڑے رہینگے جھولی گلے میں ڈالے
داتا یوہیں دیے جا دینا ہی کام تیرا

حافظ برو طلب کن از آستاں مقامے
تا نصبِ عین سازی آں سرو قامتے را

روضہ ہی رشک دہِ روضۂ رضواں کسکا
روضۂ خلد کا رضواں ہی درباں کسکا

شعلۂ عشق ہی سینے میں فروزاں کسکا
جل رہا ہی یہ چراغِ تہِ داماں کسکا

مدح خواں باغ میں ہی مرغِ سحر خواں کسکا
کلمہ پڑھتی ہیں دم بھرتی ہیں چڑیاں کسکا

کسکی اونگلی کے اشارے سے ہوا دو ٹکڑے
دلِ مہتاب میں ہی داغ نمایاں کسکا

جان دوبھر ہو تو مرنے سے ہی بدتر جینا
درد پیارا ہو جو درماں سے تو درماں کسکا

مددای دستِ جنوں ضبط سے دم گھٹتا ہی
اب گلے کی بھی نہیں خیر گریباں کسکا

ہی تبسم کا بھی جلوہ نگہِ رحم کے ساتھ
آپنے بھانپ لیا گریۂ پنہاں کسکا

ہاتھ پھیلاؤں کہاں مانگنے کو جاؤں کہاں
تیرے ہوتے میں بنوں بندۂ احساں کسکا

اک تبسم کی تمنا میں ہی روتی صورت
منھ تکے تیرے سوا دیدۂ گریاں کسکا

سر کا ساماں نہ کوئی۔ نہ ہی ساماں کا سر
ہم بھلے بے سر و ساماں سر و ساماں کسکا

کسکی ہی جلوہ گہِ ناز دلِ خانہ خراب
رونق آباد ہی یہ خانۂ ویراں کسکا

ناصحو مجھکو نصیحت میں بھی لطف آتا ہی
کسکا دیوانہ ہوں۔ فرمایئے۔ ہاں ہاں کسکا

ہی کسیکی نگہِ پاک سے دل کا یہ سوال
تیر تیرا ہی تو ہی تیر کا پیکاں کسکا

کیا کہوں کس سے کہوں میں کہ ہو پہنچے جاکر
دل ہوا ہی ہدفِ ناوکِ مژگاں کسکا

کیا بڑا حشر کا میدان ہی اللہ اللہ
کھلنے والا ہی یہاں دفترِ عصیاں کسکا

اتنی گو سے کہو حشر میں لیں جلد خبر
نفسی نفسی ہی یہاں کون ہی پرساں کسکا

توڑنے بیٹھے ہیں سب دانت اویس قرنی
سنگ سے ٹوٹ گیا اک دُرِ دنداں کسکا

میری آنکھوں میں جو بے پردہ پھرا کرتا ہی
جلوۂ حسن وہ نظروں سے ہی پنہاں کسکا

حشر میں حکم یہ سر دفتر رحمت نے دیا
پھونکدو اسکو یہ ہی دفترِ عصیاں کسکا

سترہ سال میں کیا ہو گئی صورت حافظ
جھیلنا تمکو پڑا صدمۂ ہجراں کسکا

معاذ اللہ میں صدمہ سہوں ہجرِ پیمبر کا
مرے سینے میں دل ہی یا کوئی ٹکڑا ہی پتھر کا

رہِ طیبہ میں ہی دشوار طی ہونا سمندر کا
تباہی میں جہاز آیا ہوا ہی دیدۂ تر کا

ہی وہ موزوں ڈھلا مصرع قدِ زیبا پیمبر کا
شبِ اسرے نہ نکلا مصرعِ طوبے برابر کا

نہ جلتا نورِ ایماں کا چراغ ایمیں تو کیا جلتا
بربِّ کعبہ دل میرا ہی کعبہ ربِّ اکبر کا

نکلکر لختِ دل رسوا کریگا مجھکو عالم میں
قیامت سی قیامت ڈھائیگا۔ بھیدی ہی یہ گھر کا

دعا یہ مانگتا ہوں میں اوٹھا کر دونوں ہاتھوں کو
انھیں ہاتھوں کو محشر میں ملے دامن پیمبر کا

ترے دیدار کا بھوکا ہوا ہی سیر جینے سے
تری سرکار کا مہمان۔ ہی مہمان دم بھر کا

تڑپی جب چوٹ فرقت کی تو دل سے یہ صدا نکلی
بحمد اللہ کہ شیشہ ہوں مگر شیشہ ہوں پتھر کا

خدا کی چیز۔ پیارے پر فدا کے۔ ہو گئی پیاری
خدا کی۔ جانِ مضطر ہی۔ خدا ہی جانِ مضطر کا

ہے بیگانوں سے خالی - آنکھ ساگھر - آپکی خاطر
اکیلا مردمِ دیدہ ہے - وہ بھی آدمی گھر کا

خدا کا نام لینا تھا کہ پایا نفس پر قابو
جہادِ اکبر اک نعرہ ہوا اللہُ اکبر کا

مری آنکھوں کو ہے پھوٹی ہوئی قسمت کا یہ رونا
کہ منہ تکنا پڑا ہمکو ہنی کے روزنِ در کا

ہمیشہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے کو کیوں ملتیں
نہ ہوجاتا جو پیشانی کے سر لکھا مقدر کا

مکینِ لامکاں سے پوچھیے اسرار خلوت کے
سو محبوب کے بھیدی ہے کون اللہ کے گھر کا

مرے دل سے - مری چشمِ تصور سے کوئی سیکھے
گھر اپنے بیٹھے بیٹھے کھینچنا نقشہ ترے گھر کا

مجھے دل میں کہاں فکرِ سخن کا حوصلہ باقی
مگر ہے پاس مولانا غلامِ احمد اخگر کا

پرانی طرح میں حافظ نئے اشعار پھر لکھے
مزہ شیریں کلامی نے دیا قندِ مکرر کا

داغِ غم ہی سے دل داغدار ہوتا
اس لالہ زار کے سر خونِ بہار ہوتا

راہِ عرب میں صرصر کیا تجھکو بار ہوتا
میں تیرے آگے آگے مشتِ غبار ہوتا

طیبہ کی خاک ہوتی میں خاکسار ہوتا
اڑتا ہوا ہوا پر میرا غبار ہوتا

سمجھو کہ خیر گزری جو آہ ضبط کرلی
یہ تیر دل سے چلکر گردوں کے پار ہوتا

اے آہ تو نے دیکھا نکلا یہ کیا دھواں سا
سب دل میں جمع رہتا جلتا بخار ہوتا

ہے اک بلائے فرقت ہر روز کی قیامت
بالفرض حشر ہوتا تو ایک بار ہوتا

طیبہ میں جا پہنچتے گھر سے پیادہ چلکے
جن بنکے انکا سودا سر پہ سوار ہوتا

قابو نہیں میسر ہجرِ نبی میں دل پر
پہلو میں بھی جو ہوتا بے اختیار ہوتا

فریادِ ہجر لیکر جاتا جو پیشِ داور
پھر بھی حضور ہی پہ دار و مدار ہوتا

کیوں ہوتے جان لیوا روزِ انتظار کے دن
کیوں جان کو اجل کا روزِ انتظار ہوتا

تھا گور کے گڑھے میں گرنا ضرور آخر
کوئی پیادہ ہوتا یا شہسوار ہوتا

کیسی نگاہِ ثانی پھر مانگتا نہ پانی
تیرِ نگاہ ہو لے دل میں دو سار ہوتا

آنکھیں چڑھی ہوی تھیں مرکر بھی مستِ حق کی
ایسا تھا یہ نشہ جسکا اتار ہوتا

کوثر وہ حوض میٹھا ساقی وہ جود والا
تھا لطف جب کہ مجھسا اک بادہ خوار ہوتا

اشکوں نے شرم رکھ لی دامانِ تر کی حافظ
اس پردہ در کا کوئی کیوں پردہ دار ہوتا

پامال اُس گلی میں میں خاکسار ہوتا
ہوں مُشتِ خاک پسکر مُشتِ غبار ہوتا

بے گنتی داغ کھاکر دل داغدار ہوتا
گنتی کے عاشقوں میں میرا شمار ہوتا

یہ جاں نثار ہوتا اُنکا مزار ہوتا
طاقت بھی اتنی ہوتی اوڈھکر نثار ہوتا

میں لاکھ فکریں کرتا طیبہ میں جاکے مرتا
ای زندگی جو تیرا کچھ اعتبار ہوتا

خون اتنی حسرتوں کا اور ایک سینہ میرا
اتنے شہید ہوتے اور اک مزار ہوتا

زلفِ نبی کے شیدا دل کی یہ ہی تمنا — سب مجھ میں جمع ہوتا جو انتشار ہوتا
روضہ جو دیکھ آتے کیا خاک چین پاتے — اک بار بار پاکر جی بار بار ہوتا
ہجرِ نبی سے کم تھا ملتا جو زہر اجل کا — کتنا ہی تلخ ہوتا پھر خوشگوار ہوتا
رحمت نہ مجھے چھٹکر تکتی ہی روزِ محشر — ایسا ہی اور کوئی عصیاں شعار ہوتا
حقا کہ نا امیدی ہی کفر ورنہ عاصی — کس منہ سے مغفرت کا امیدوار ہوتا
شرمِ گنہ سے جھک کر پہنچے سر اُس قدم پر — جب لطف تھا کہ اتنا میں شرمسار ہوتا
رہتا ندیدہ دیدہ نا دیدہ ہی دمِ دید — پھر گریۂ خوشی سے یہ اشکبار ہوتا
گر جاؤں کھا کے چکر پھر کھائے ٹھوکریں سر — اُنکی گلی میں جا کر اتنا تو خوار ہوتا
سر بیچکر خریدا عشقِ نبی کا سودا — جو کچھ اودھار ہوتا سر پر وہ بار ہوتا

دامن وہ پنچا پنچا حافظ کو ہاتھ آتا
گوشے سے اُسکے لپٹا یہ خاکسار ہوتا

دور تک تیرا اثر آہِ رسا دیکھ لیا — دور ہو۔ دور رہو۔ چل دور ہو۔ جا۔ دیکھ لیا
نہ سنا حافظِ مضطر نے کہا۔ دیکھ لیا — گر پڑا۔ گر کے اوٹھا۔ اڈھکے گرا۔ دیکھ لیا
صاف جو دل ہی وہ ہی صاف ترا آئینہ — تجھکو ہر آئینے میں جلوہ نما دیکھ لیا
دل میں بے پردہ رہا۔ آنکھ سے پردے میں رہا — خوب اے پردہ نشیں پردہ ترا دیکھ لیا

نہ یہاں طور نہ ایمن نہ تجلی - پھر بھی
دیکھنے والوں نے جو دیکھ لیا دیکھ لیا

ہم موند کر آنکھیں - تجھے چوری چھپے دیکھینگے
دل میں پوشیدہ ٹھکانا ہی ترا دیکھ لیا

دل کے شیشے میں چھپا تھا - یہ کیا چھپنا ہی
دیکھنے والے نے پردے میں چھپا دیکھ لیا

پردہ داری کہوں اس چھپنے کو یا پردہ دری
پردے میں چھپکے بھی تو چھپ نہ سکا دیکھ لیا

کھل گئی رنگینی پہلی ہی نظر میں بندھکر
میری آنکھوں نے (میں حیران ہوں) کیا دیکھ لیا

دل بیتاب کی دیکھی نہیں جاتی حالت
جو نتیجہ تھا وہ ہم دیکھنے کا دیکھ لیا

ہو گئے سینے میں تعجب نہیں مدفن ہونا
جس نے رخنہ ترے پردے میں پڑا دیکھ لیا

شق پردہ کے جھونکوں کو دعا دیتا ہی
جب ہوا تیز چلی - پردہ اوٹھا - دیکھ لیا

عشق کا راز چھپانے سے کھلا اور رسوا
پردہ پوشی ہوی خود پردہ کشا - دیکھ لیا

دشت طیبہ میں ہوی شوق کو کانٹے کی تلاش
کف پا میں کوئی چھالا جو پڑا دیکھ لیا

آپ کو سایہ خدا کا کہوں یا نور خدا
سایے میں جلوہ نما نور خدا دیکھ لیا

تیرا سائل - ترا محتاج گدا - جاے کہاں
در ترا ابتو شہ ہر دوسرا دیکھ لیا

مرکے جنت میں بہلنے کا نہیں جی حافظ
جیتے جی روضۂ محبوب خدا دیکھ لیا

آل کے ساتھ تماموں سے تولا چاہا
اور تبلیغ رسالت کا صلہ کیا چاہا

پیارے محبوب کا چاہا ہی خدا کا چاہا
چاہنے والے نے محبوب کا چاہا چاہا

چاہنے کے لیے کیا چاہیے۔ چاہت ہی تو ہی
چاہنے والے نے چاہا تمھیں جتنا چاہا

لاکھ راتوں کی تھی اک رات کہ جس میں حق نے
خلوتِ خاص میں دیدار تمھارا چاہا

حق سے پوچھے۔ اونھیں محبوب بنایا کس نے
اُن سے پوچھے کوئی۔ حق نے تمھیں کیسا چاہا

پائیں اللہ سے مُنھ مانگی مرادیں کیا کیا
اپنی امت کے لیے آپ نے کیا کیا چاہا

نہ تو چاہا ہی نہ چاہیگا بچا ہا تیرا
جو کچھ اللہ نے چاہا ترا چاہا چاہا

ناتواں تیرے پڑے ہیں۔ مگر اتنا ہی ادب
اوٹھ ہی بیٹھینگے۔ اگر درد نے اوٹھنا چاہا

یاس بولی کہ خبردار۔ میں ہوں پہرے پر
کسی ارمان نے جب دل سے نکلنا چاہا

ضعف سے بیٹھوں۔ تو درد اوٹھکے یہ کہتا ہی۔ اوٹھو
ضعف کا حکم۔ کہ بیٹھو بھی جب اوٹھنا چاہا

ہی بھلا یہ کہ بھلا چاہے بُرے کا دل سے
ہی بُرا یہ کہ بُرا اور کسی کا چاہا

حق سے حضرت نے جو حق مانگنے کا تھا مانگا
حق نے حضرت کو جو حق چاہنے کا تھا چاہا

دل نے کیا کیا نہ خدا جانے بلائیں چاہیں
میں نے چاہا تو خدا سے دلِ شیدا چاہا

عشق کے جرم سے انکار ہی کسکو۔ ہاں ہاں
تجھے چاہا۔ تجھے چاہا۔ تجھے چاہا چاہا

دلِ ناشاد کو حافظ ہوسِ وصل۔ چہ خوش
جزنے کل۔ قطرۂ ناچیز نے دریا چاہا

مصرعِ طرح پر مصارع حسبِ فرمائش

ہاتھ پر ساقی کے بیعت کر کے اتنا ہوگیا
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

ای دوئی رخصت ہو- دُو کا دُو سے بدلا ہوگیا
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

رکھدیا رندوں نے ای واعظ اوٹھا کر طاق پر
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

شیخ جی میخانے جا کر رندِ مشرب ہوگئے
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

محتسب- رندوں کے گھر گیا توڑنے کو آ ئیگا
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

میکدے میں دین و ایماں ہوگئے دونوں ضعیف
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

کیا پڑی تھی میکدے والوں کی گھُٹّی میں شراب
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

ساغر و مینا- مِی توحید سے لبریز ہیں
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

دین و ایماں کی ہی اب کایا ہی کچھ پلٹی ہوی
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

میکدے تک جاتے جاتے- ہوگئی اور اصطلاح
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

ایسے نازک ہیں کہ رکھا ہی پھپھولے کی طرح
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

کیسی نعمت- کیا کرامت- ساغر و مینا میں تھی
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

ساغر و مینا الٰہی کیسے عالی ظرف ہیں
دین ساغر ہوگیا- ایمان مینا ہوگیا

دین و ایماں ہو گیا جب ساغر و مینا کی نذر
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ساغر و مینا تھے کم کب دین و ایماں سے کہ اب
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں سے بدلتے ساغر و مینا کو ہم
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

رند مشرب کا نہ پوچھو دین و ایماں زاہدو
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین اور ایمان سب کچھ ساغر و مینا ہیں ہی
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں ساغر و مینا بہم گھل مل گئے
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں کی قسم مینا و ساغر کی قسم
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ساغر دیں کی قسم مینائے ایماں کی قسم
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

رند مشرب ہوں مرا مشرب ہے اب شربِ مدام
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

جب سے میں پی پی کے حافظ چلووں خونِ جگر
دین ساغر ہو گیا ایمان مینا ہو گیا

بیدلوں سے پوچھنے گیا ہو کہ دل کیا ہو گیا
مرغِ دل تھا نام جسکا اب وہ عنقا ہو گیا

ابتو دل کا رازِ پنہاں آشکارا ہو گیا
ابتو دل کی گومگو باتوں کا چرچا ہو گیا

دل تڑپ کر گر پڑا اگر دو پارہ ہو گیا
ایک دن آخر یہی انجام ہونا تھا ہو گیا

کیا بتاؤں میں جب اپنا دل پرایا ہو گیا
کسکے بس کا ہو گیا - کسکے کئے کا ہو گیا

آج سودائی ترا - عالم میں رسوا ہو گیا
شرم کی کیا بات ہی - دو دن کو چرچا ہو گیا

دل میں عشق آگے نہاں تھا - اب تو چرچا ہو گیا
فتنہ ایسا بڑھ گیا - اک حشر برپا ہو گیا

یہ ترقی اولٹی ہی - آنسو دُرِ یکدانہ تھا
موتی سے قطرہ ہوا - قطرے سے دریا ہو گیا

گھٹ رہا تھا دم مرا - جب تک نہ تھا سینے میں چاک
دم کی آمد شد کی خاطر اب تو رستہ ہو گیا

جب نہ دیکھیں ہم - ہمیں دنیا پڑی دیکھا کرے
اپنی آنکھیں بند کرلیں - سب سے پردہ ہو گیا

شیشۂ دل چور ہونے پر بھی مُنھ سے اُف نکی
ضبط کرتے کرتے - پتھر کا کلیجا ہو گیا

سادہ دل تھا میں بس اک حرفِ تمنا دل میں تھا
وہ بھی مٹتے مٹتے - صفحۂ دل کا سادہ ہو گیا

مرنے والے سختیوں کو لائینگے خاطر میں کیا
ناگوارا کیا ہو - جب مرنا گوارا ہو گیا

خونِ دل کا پی گئیں - سارا کلیجا کھا گئیں
حسرتوں کو میرا سینہ خوانِ یغما - ہو گیا

نکلیں خاموشی میں باتیں - باتوں میں شاخیں ہزار
چپ رہی ایسی ہیں نے سادھی جسکا چرچا ہو گیا

آے سب - نادیدنی احوال سُنکر - دیکھنے
دیدنی - نادیدنی کا بھی تماشا ہو گیا

موت ابھی آئی نتھی - آئی تھی آنے کی خبر
میں تو شادیِ مرگ - سنتے ہی یہ مژدہ ہو گیا

پہلے وحشت نے نکالے گھر میں بیٹھے بیٹھے پاؤں
پاے وحشت گز بنا - پھر وحشت پیما ہو گیا

موت تو یہ ہی کہ جینے کا بھروسا کچھ نہیں
کیا جیے گا جسکو جینے پر بھروسا ہو گیا

درد کا پردہ اوٹھانے کو بہت ہیں طفلِ اشک
کیا چھپاؤں راز - واقف بچہ بچہ ہو گیا

رہ نجاؤں دل پکڑ کر درد سے۔ تو کیا کروں
دوست پوچھے جاتے ہیں۔ کیا ہو گیا۔ کیا ہو گیا

دل بلا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو۔ سلامت داغِ عشق
اب تو دل کا داغ۔ میرے دل کا ٹکڑا ہو گیا

ایک دم میں سہل کٹ جاتی نہ کیوں راہِ عدم
سر جو کٹ کر تن سے اوترا۔ بوجھ ہلکا ہو گیا

دل کی پالی حسرتیں گھٹ گھٹ کے مر جاتیں نہ کیوں
حسرتیں جس دل میں رہتی تھیں وہ مردہ ہو گیا

آپ کے آتے ہی نکلے جس قدر ارمان تھے
چین سے رہیے کہ خالی دل کا گوشہ ہو گیا

نالے سے آہیں بنی تھیں۔ آہیں گھٹ کر سسکیاں
سسکیاں آہیں بنیں۔ آہوں سے نالہ ہو گیا

ایک میں ہوں۔ اپنے جینے پر جسے حیرت رہی
ایک وہ۔ جنکو مرا مرنا تماشا ہو گیا

دم وہی دم ہے۔ کہیں اولجھا۔ کہیں اٹکا رہے
دل وہی دل ہے۔ تعلق جسکو پیدا ہو گیا

ایک ہی ملبوسِ عریانی میں گزری عمر بھر
تھا وہ خاکی۔ پہنے پہنے اور میلا ہو گیا

دل سے گھر کو وحشتِ دل نے اوجاڑا۔ پھر کہا
اب رہیں گے ہم اسی گھر میں کہ صحرا ہو گیا

مدعا آنے نہ پائے۔ آ لئے تو پورا نہو
مدعا پورا دلِ بے مدعا کا ہو گیا

اک غرض تھا۔ دل میں وحشت۔ پاؤں میں چکر لقب
جب ترقی پا کے پہنچا سر میں سودا ہو گیا

غم نے کھایا ہم کو۔ ہم کھانے سے آدھے رہ گئے
ہم نے کھایا غم کو۔ غم کھانے سے دونا ہو گیا

جب گرا بسمل تڑپ کر۔ ناز نے آواز دی
ایک سجدہ اور کر لو۔ ایک سجدہ ہو گیا

دل میں تھی آ گئے تو حافظ تیرگی ہی تیرگی

ہے چمک بھی اب تو۔ جب سے دور دیدا ہو گیا

دور دیں ہے میکشی کا ختم دورہ ہو گیا
میکشو! لبریز اب مے کا پیالہ ہو گیا

جب نظام امت کا پسینا سر سے اونچا ہو گیا
میں غریق رحمتِ باری تعالےٰ ہو گیا

اک نظر بھر کر جسے دیکھا۔ وہ شیدا ہو گیا
اپنے تو اپنے ہی تھے۔ بیگانہ اپنا ہو گیا

آگیا آنکھوں میں دم۔ دیدار اونکا ہو گیا
ٹھیک ہر وعدہ تھا۔ یہ بھی وہ بھی پورا ہو گیا

اب عمل اعجاز کا ہے۔ سحر چلتا ہو گیا
وہ زمانہ جس میں کوئی سحر چلتا ہو۔ گیا

جلوہ گہ میں آنکھ کی پتلی تماشا ہو گئی
حیرتی دیدار کا۔ حیرت کا پتلا ہو گیا

ذرۂ خاکِ عرب سے ہم نے کیا تشبیہ دی
چرخِ چارم تک دماغِ مہر اونچا ہو گیا

ایک معنے لے۔ ایک امت کے سوا۔ کونین میں
کون ہوتا ہے کسی کا۔ کون کسکا ہو گیا

انجمن میں اونکا دھیان آیا کہ خلوت ہو گئی
مجمعِ تن ہا میں بھی رہکر میں تنہا ہو گیا

ہم پڑے تھے۔ اور تھا اک فخرِ یوسف سامنے
غش ہمارا روکشِ خوابِ زلیخا ہو گیا

حشر میں مجرم طلب ہو کر گئے جب سامنے
دل میں سمجھے۔ وعدۂ دیدار پورا ہو گیا

تھے سرِ میزاں مری نیکی کے پلے پر حضور
پلۂ اعمالِ بد کا وزن ہلکا ہو گیا

جتنے پردوں میں پڑے پردے۔ بڑھی اوتنی نظر
پردہ آنکھوں پر پڑا۔ آنکھوں کا پردہ ہو گیا

ہے نہی دیوانہ۔ جو دیوانہ ہو سوائے انہیں
ہے وہی فرزانہ۔ جو دیوانہ اونکا ہو گیا

اوسکا جلوہ دیکھنے کی تاب۔ آنکھوں کو کہاں
جب وہ بے پردہ ہوا۔ خود ایک پردہ ہو گیا

یوں فنا ہو کر بقا پاتے ہیں اہلِ معرفت
جیسے قطرہ جا ملا دریا میں۔ دریا ہو گیا

خاکساری نے کیا آکر بڑے سرکش کو زیر
سرِ غرورِ نفس کا اونچا تھا۔ نیچا ہو گیا

آپکے کوچے کے ذرّوں کو کہوں کیا آفتاب
آفتاب اونکے مقابل آکے ذرّہ ہو گیا

ای امیدِ مرگِ طیبہ۔ مرحبا۔ روحی فداک
کچھ تو جینے کے لیے تیرا سہارا ہو گیا

خاک پر لوٹے وہاں سب ہم ہوے پیوندِ خاک
جو نہ اچھا ہو سکا۔ وہ سب سے اچھا ہو گیا

بندۂ مولے وہی۔ بندوں کا مولے ہی وہی
بندے کا بندہ رہا۔ مولے کا مولے ہو گیا

لذتِ دیدار اوسکے جی سے پوچھا چاہیے
جو اوٹھا۔ اوٹھکر فدائے روے زیبا ہو گیا

دل بھی ایک ایسا ہی گھر تھا۔ جیسے گھر ہوتے ہیں سب
جب سے تم نے گھر کیا۔ کچھ اور نقشہ ہو گیا

کان رکھکر جب سنو۔ دل سے یہ آتی ہی صدا
مصطفےٰ ٹھہرے ہوے۔ میں مصطفےٰ کا ہو گیا

بحر و بر پر۔ خشک و تر پر۔ یہ تصرف۔ واہ وا!
بحر صحرا ہو گیا۔ صحرا کا دریا ہو گیا

اوسکی ذاتِ پاک کیسی ہو گی۔ جسکا نام پاک
امتِ بیکس کی بخشش کا سہارا ہو گیا

سنگِ اسود کے تصور کا عجب نقشہ جما
آنکھ کا تل ہو گیا۔ دل کا سویدا ہو گیا

شانِ محبوبی کا اندازہ کوئی کیا کر سکے
منھ سے جو مانگا ملا۔ جو دل سے چاہا۔ ہو گیا

مدعا تھا۔ مدعا کا عرض کرنا ہو نصیب
مدعا پورا نہ کہ پایا کہ پورا ہو گیا

وہ ترس کھائیں کھڑے۔ ہم اونکے در پر پڑھو کریں
اور اسپر خوش کہ مرجانے کو حیلہ ہو گیا

جب کبھی بجلی گری۔ سمجھے تجلی کی چمک
تھی تجلی کی چمک۔ بجلی کا دھوکا ہو گیا

اونچے اونچوں میں کسے رتبہ ملا معراج کا
کون سا دولھا ہی۔ جسکے سر یہ سہرا ہو گیا

ہم سے ننگے۔ حشر کی دھوپ۔ اور وہ دستِ کرم
جسکے سر پر رکھدیا۔ سایہ خدا کا ہو گیا

پیارے جلوے دیکھکر اُس روزنِ دیوار سے
آنکھ سے بھی روزنِ دیوار پیارا ہو گیا

یہ خدا کا گھر بنا۔ وہ مصطفٰے کا گھر بنا
دل تو کعبہ ہو گیا۔ سینہ مدینہ ہو گیا

خانۂ دل پر ہی قبضہ صاحبِ معراج کا
یہ مکان اب گھر مکینِ لامکاں کا ہو گیا

ہی توجہ روئے دل کی سوئے روضہ رات دن
دل ہی کعبہ۔ روضہ اس کعبے کا قبلہ ہو گیا

کیا علاجِ دل کروں۔ مکہ کہاں طیبہ کہاں
ہائے مکہ۔ ہائے طیبہ کا وظیفہ ہو گیا

الاماں۔ خوف و رجا دو ہیں برابر کے حریف
خیر یارب۔ مُلکِ ایماں میں دو عملہ ہو گیا

کرلیا قدرت نے سب اعضا میں دل کو انتخاب
پھر دلیل اس بات پر خود دل کا نقطہ ہو گیا

ہی یہ کن پردوں میں پردہ۔ ایسے پردے کو سلام
دل میں بے پردہ رہی۔ آنکھوں سے پردہ ہو گیا

کب نکیرین آئے تھے۔ کسکے فرشتوں کو خبر
آپ کا سجدہ تو محو روئے زیبا ہو گیا

تجھکو جی سے پیار کرتے ہیں۔ لگاتے ہیں گلے
شاہ رگ سے تیرا تو قرب حق سے رشتہ ہو گیا

جو فنا کی تہ کو پہنچا۔ مل گئی اوسکو بقا
ناؤ جب ڈوبی بھنور میں۔ پار بیڑا ہو گیا

جنتی۔ روضہ اگر دیکھیں۔ تو جنت بھولجائیں — ہمنے جب جنت کو دیکھا۔ یادِ روضہ ہو گیا
ہند سے طیبہ گیا۔ پہنچا کہاں سے میں کہاں — تھا سگِ دنیا۔ اب اُس کوچے کا کُتا ہو گیا
کعبہ اسمیں۔ عرش اسمیں۔ نورِ مطلق اسمیں ہی — ابتو کچھ انسان۔ یہ مٹی کا پتلا ہو گیا

اوسکو حافظ آے۔ اوٹھنے بیٹھنے میں خاک لطف
پستے پستے۔ جو غبارِ راہ مولے ہو گیا

لہو روتی ہوی آنکھوں کے تو جب روبرو ہو گا — جن آنکھوں سے لہو رویا ہوں وہیں تو ہی تو ہو گا
دلِ بیکس کا ہجرِ مصطفےٰ میں کون ساتھی ہی — رفاقت کو کوئی اوٹھا تو وہ ای درد تو ہو گا
ترے حسرت زدہ کا کوئی سینہ چیر کر دیکھے — نظر آئیگی جو سرخی وہ خونِ آرزو ہو گا
یہ ہیں رازونیازِ عاشق و معشوق کی باتیں — ہمارا اور اونکا فیصلہ اب دوبدو ہو گا
کہیں تردامنی پانی نہ پھیرے خاکساری پر — تیمم ٹوٹ جائیگا اگر تازہ وضو ہو گا
میں روضے پر جو مرجاؤں تو جنت میں جگہ پاؤں — گوارا ہو گا مرنا کب جو روضہ روبرو ہو گا
کوئی دن میں خدا چاہے تو حسرت نکلی جاتی ہی — جو روضہ آج کل دل میں ہی۔ کل وہ روبرو ہو گا
جو گھبرائیگی سینے میں اکیلی آرزو بیکس — تو وردِ فرقتِ حضرت رفیقِ آرزو ہو گا
انھیں میں ساز زبانناب ہی۔ انھیں میں کل پکڑ ہو گی — یہی دستِ سبو ہو گا۔ صراحی کا گلو ہو گا
کہینگے نفسی نفسی انبیا میدانِ محشر میں — نہوگا بیکسوں کا کوئی بھی اک تو ہی تو ہو گا

خراب آباد دل کا۔ ہو گیا ہو کا مقام آخر
مری حسرت بھری آنکھیں اشاروں میں یہ کہتی ہیں
نبی کی جس نگاہِ ناز نے سو چاک ڈالے ہیں
ترے طالب کو چین آئیگا اک تیرے ہی ملنے سے

نہ ہو گا کچھ بھی اسمیں تو بھی شورِ ذکر ہو ہو گا
کہ بس ہو نگے ہمیں ہم جب مدینہ روبرو ہو گا
جو ہو گا تو اوسی کے تار سے سینہ رفو ہو گا
اگر ملجائے سب کچھ تو بھی گرمِ جستجو ہو گا

مدینے کے سفر میں یہ غزل لکھی ہی ای حافظ
کہ میں پہنچوں کبھی پہلے یہ تحفہ روبرو ہو گا

وہ ہمیں کو در سے اوٹھوا ئینگے کیا
غم نہ کھا ئینگے تو ہم کھا ئینگے کیا
وہ ان آنکھوں سے نظر آ ئینگے کیا
دوست ناحق سر پھرا نے آئے ہیں
ٹھوکریں بھی ہوں سفر میں ساتھ ساتھ
سبز گنبد اور بھو کے دید کے
ہم تو جیتے ہیں نبی کا کھا کے غم
چارہ فرما۔ رہنے بھی دے دل کے داغ
مرنے والے۔ مر رہے ہیں جیتے جی

اور سب دنیا سے اوٹھ جا ئینگے کیا
غم کے بھوکے۔ بھوکے مر جا ئینگے کیا
سات پردے ہیں۔ سب اوٹھ جا ئینگے کیا
سمجھے سمجھائے کو سمجھا ئینگے کیا
ورنہ راہِ طیبہ میں کھا ئینگے کیا
آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جا ئینگے کیا
غم نہ کھا ئینگے تو ہم کھا ئینگے کیا
پیشکش کرنے کو لیجا ئینگے کیا
مر تے مرتے یوں ہی مر جا ئینگے کیا

ہوش اڑانے لگا منتِ دیدار نے
ہم سیہ رو آہ ہوئے کے حضور
کس توقع پر میں آنکھیں فرشِ راہ
ماشاء اللہ - جنتیں ویران ہوں
او کہ چل گھر کو سرِ سودا اندوہ
بس کر اے ناصح - ہمارا سر نہ کھا
رات دن پھرتا ہے کیوں اے چرخ تو
کانٹے کھٹکے آبلے کی آنکھ میں
پھر تے پھرتے سرِ سودا میں تھکا
گھر سے چلکر آئے بیت اللہ تک
دیتے ہیں کھانے کو بے مانگے حضور
بارِ عصیاں تھا کہ گردن جھک گئی
اک نگاہِ فیض اگر پڑ جائیگی
نوحؔ کا عشق دل میں شعلہ زن

ہوش میں پھر بھی کبھی آئینگے کیا
جائینگے تو لیکے منہ جائینگے کیا
پھر قدم رنجہ وہ فرمائینگے کیا
اونکے مرنے والے مرجائینگے کیا
خود بدولت آکے ٹھکرائینگے کیا
اونکے در پر جاکے ٹکرائینگے کیا
ہم تری چکی سے پس جائینگے کیا
آبلے کانٹوں سے چھل جائینگے کیا
چلتے چلتے پاؤں رہ جائینگے کیا
اب خدا کے گھر سے پھر جائینگے کیا
ہم کسی سے مانگ کر کھائینگے کیا
ورنہ ہم بے شرم شرمائینگے کیا
جلنے کیا - ہم کیا سے ہو جائینگے کیا
نار کو خاطر میں ہم لائینگے کیا

لپٹے میں روضے سے حافظ بیطرح

دل میں رکھکر گھر کو لیجا بیٹھے کیا

کس منہ سے کہوں اونکا دربار نہیں ہوتا
میں بار نہیں پاتا - دیدار نہیں ہوتا

بیمار کوئی - مجھسا بیمار نہیں ہوتا
آزار کے یوں درپی - آزار نہیں ہوتا

مر مر کے جدائی میں جینا ہی بہت مشکل
اس جینے سے مرجانا دشوار نہیں ہوتا

باطن کی اگر آنکھیں کھلجائیں تو کھلجائیں
ان ظاہری آنکھوں سے دیدار نہیں ہوتا

جس جی نے نہیں چکھی لذت کبھی مرنے کی
وہ جینے کی کلفت سے بیزار نہیں ہوتا

ڈوبے ہیں فنا میں جو پہنچے ہیں وہی تہ کو
بیڑا وہ ہمارا ہی جو پار نہیں ہوتا

وہ جی نہیں جس جی میں مرنے کی نہیں حسرت
وہ دل نہیں جس دل میں دلدار نہیں ہوتا

جب تک نہو رسوائی کب نام نکلتا ہی
عزت وہ نہیں پاتا جو خوار نہیں ہوتا

انسان ریاضت سے منجتا ہی طریقت میں
بے چوٹ پڑے رستہ ہموار نہیں ہوتا

کیا مجھکو طبیبوں سے اندیشۂ رسوائی
تشخیص کبھی دل کا آزار نہیں ہوتا

کاشانۂ دل کب تک جلوے کے لیے ترسے
اس شیش محل میں کیوں دربار نہیں ہوتا

نفس اور کرے حملے - اہی آہ ترے ہوتے
یہ آگ کا پرکالہ فی النار نہیں ہوتا

جذبہ کوئی آتا ہی - کھینچے لیے جاتا ہی
ہو شوق تو پھر رہبر درکار نہیں ہوتا

ہو دردِ جدائی میں اک صبر تو کیا کہنا
سرکار! نہیں ہوتا - سرکار! نہیں ہوتا

حافظ جو غزل لکھی یاروں کی یہ خاطر تھی
یارانِ طریقت پر میں بار نہیں ہوتا

ردیف (ب)

پلادے ساقیِ کوثر بجائے آب شراب
پکارتے ہیں ترے تشنہ لب شراب شراب

ملی ہے تیرے خرابات کو وہ آب و ہوا
کہ جس میں لاکھ برس تک نہو خراب شراب

نہ جس میں تو کبھی آئے نہ ہو ترا دیدار
وہ نیند مجھکو حرام اور ہے وہ خواب شراب

ہے دل جلوں کو مزہ مستیِ محبت کا
شراب خوار نہیں پیتے بے کباب شراب

تری نگاہ نے بدمست کر دیا ساقی
مری نگاہ میں ہے ایک ہی سراب شراب

ترے کرم تو ہیں ساقی شمار سے باہر
ملے حساب کے دن مجھکو بیحساب شراب

مرے گناہوں کا جب ہو چکا حساب و شمار
تو بیشمار ملے جام - بیحساب شراب

وہ مست ہوں کہ تکلف اگر روا رکھوں
تو ماہتاب پیالہ ہو آفتاب شراب

شرابِ عشق کا پینا گناہ - توبہ کرو
گناہ کا یہی کرتی ہے سدِّ باب شراب

عذاب جانکے کوئی پیے پیے نہ پیے
صوابِ رائے یہی ہے کہ ہے ثواب شراب

میں مستِ ساقیِ کوثر ہوں کیا کہوں حافظ

کہ بیخودی میں کسے دید یا خطاب شراب

ردیف (ت)

وہ ترس کھاتے ہیں سُنکر اپنے دیوانے کی بات	کچھ ترس کھانے کی عادت۔ کچھ ترس آنے کی بات
پہلے کانوں کی تھی دشمن۔ اُنکے دیوانے کی بات	اب زبانوں پر چڑھی۔ خاموش ہو جانے کی بات
ایک ٹھوکر سے جلا دیتے ہیں مُردوں کو حضور	قُم بِاِذنِ اللہ فرمانا۔ ہے فرمانے کی بات
رہگیا ہے روضہ۔ اے پائے شکستہ۔ کے قدم	اب نہیں ہرگز۔ نہیں زنہار۔ رہ جانے کی بات
دم نکلجاتا تمہارے سامنے۔ رُوحِی فِداک	آہ میں جیتا پھر آیا۔ ہے یہ مر جانے کی بات
کچھ سہارا ہے۔ نہ چارہ ہے۔ نہ کوئی آسرا	دل کو سمجھاؤں۔ اگر ہو کوئی سمجھانے کی بات
سُنکے اَستَجِیبُ مِن عَبدِی کا مژدہ۔ خوش ہوا	بندہ بے شرم۔ تھی یہ تیرے شرمانے کی بات
پوچھ لیتے بات اگر ہم سے غریبوں کی حضور	بات یہ ہے۔ تھی ہماری بات رہ جانے کی بات
کیا کہوں۔ آغوش میں پالا ہے کیوں جی کا وبال	اس تڑپتے دل میں ہے کچھ تو پھڑک جانے کی بات
دردِ ظالم۔ چٹکیاں لیتا ہے دل میں بے خطا	میں اگر چلّا پڑا۔ تو تھی ہی چلّانے کی بات
آپ رکھدیں ہاتھ دل پر۔ میں اوٹھا لوں اپنے ہاتھ	دل کے ٹھہرانے کی خاطر۔ ہے یہ ٹھہرانے کی بات
ذکرِ جنت چھوڑ دے۔ ذکرِ مدینہ چھیڑ دے	تھیں وہ مر جانے کی باتیں۔ ہے یہ جی جانے کی بات

حافظِ دیوانہ کا بکنے سے پردہ کھل گیا
بہکی باتوں ہی میں ہو گی کوئی پاجانے کی بات

جاگتے ہیں کہ رہا ہوں خواب میں آنے کی بات
خواب آجائے تو ہو صورت دکھا جانے کی بات

ای اجل۔ تجھسے کروں میں اپنے مرجانے کی بات
ٹھیک ہو جائے اگر طیبہ میں دفنانے کی بات

توبہ توبہ۔ ہمکلامی کی تمنّا اور میں
بات یہ ہی خلق میں تھی بات رہ جانے کی بات

تھا ادھر لَبَّیْکَ اُدھر تھی مَرحَبَا رُوحِیْ فِدَاہ
سخت جانی۔ تھی یہ شادی مرگ ہو جانے کی بات

نالہ نغمہ ہی۔ تو پردہ دل کا پردہ ساز کا
ہی اسی پردے میں سوز و ساز کھلجانے کی بات

ہوش والوں عقل والوں کو مبارک بازپرس
کون پوچھیگا صفِ محشر میں دیوانے کی بات

ہجرِ شہ میں۔ زندگی ہی موت۔ مرنا زندگی
بات میرے جی سے جانے کی ہی۔ جی جانے کی بات

میرے ہو لے۔ جو تمنا ہی۔ وہ میں جانوں کہ آپ
دل میں جو کچھ ہی وہ ہی۔ لب تک نہیں آنے کی بات

عرش جنکا فرشِ پا انداز تھا معراج میں
لامکاں سے بھی ہی بالا۔ اُنکے کاشانے کی بات

غم نے کب اوٹھکر کیا تھا مجھکو رخصت کا سلام
علیش نے پوچھی تھی کس دن میرے غمخانے کی بات

جی بھلا ہو گا ارم سے روضے والوں کا بھلا
جی بہل جائیگا۔ یہ ہو جی کے بہلانے کی بات

غم نکر حافظ جو نکلا بکنے سکتے منہ سے راز
کان رکھکر کوئی بھی سنتا ہی دیوانے کی بات

ترا مبتلا مبتلاے مصیبت
ہو میری بلا پر بلاے مصیبت

مصیبت بنائی گئی دل کی خاطر
بنایا گیا دل براے مصیبت

کروں کیا شکایت۔ اگر تو نہ چاہے
نہ آئے مصیبت۔ نہ جائے مصیبت

میں راضی۔ جو تیری رضا ہو اسی میں
کہ جھیلے مصیبت اوٹھاے مصیبت

یہ سوچو تو نازل کہاں سے ہوی ہے
کرو کچھ تو قدرِ بلاے مصیبت

مصیبت رسیدوں کا دل جانتا ہے
مزے تو نے کیا کیا چکھائے مصیبت

سوا ماجراے ماجرا کے نہ کہیے
جو پوچھے کوئی ماجراے مصیبت

ہوے ہیں عطا یہ بزرگانِ دیں کو
عجب تحفے ہیں تحفہاے مصیبت

مری ایسی قسمت کہاں تھی الٰہی
کہ مجھپر ہو نازل بلاے مصیبت

ندوں ہیں کبھی اسکو بدلے دوا کے
زہے لذّتِ دردہاے مصیبت

کرو نفی و اثبات کا شغل حافظ
اگر چاہتے ہو فناے مصیبت

ردیف (ث)

مجھکو یہ رنج کہ کوئی نہیں میرا وارث
عقل کہتی ہے کہ اللہ ہی سب کا وارث

آرزومند ہی مورث - رہے جیتا وارث
آرزومند ہی مورث کی اجل کا وارث

میرا مولےٰ ہی - تو دشمن ہوں مرے لا وارث
میرا وارث ہی وہ - میرے وَرَثہ کا وارث

اوسکے والی ہیں وہ جسکا نہیں کوئی والی
وارثی کرتے ہیں وہ اوسکی جو ہو لا وارث

مرتے ہیں نام و نسب - کسب و حسب پر ناحق
کسکا مورث ہی کوئی - کون ہی کسکا وارث

فضلِ رحمن کو ملے ظاہر و باطن کے علوم
میرا والی ہی مرا پیر - نبی کا وارث

یا خدا غم نہیں کچھ حافظ بے وارث کو
تو ہی وارث - کوئی تجھسا نہیں اچھا وارث

ردیف (ج)

بادۂ بغداد سے لبریز ہی پیمانہ آج
خیر یارب! ہاتھ میں ہی رعشۂ مستانہ آج

ہی قدومِ شہ سے دل میں مجلسِ شاہانہ آج
اس فقیری جھونپڑے کا ہی لقب کاشانہ آج

منھ اوٹھے گھر سے نکل کر - تو اوٹھے سوے عراق
اپنے گھر سے ہی نکلنے کو دلِ دیوانہ آج

سر رگڑنے کو ملا مدت میں سنگِ آستاں
سر رگڑ کر ہم کرینگے سجدۂ شکرانہ آج

پہلے فردا سے دکھا دو ہمکو دنیا میں جمال
کل کی کل پر ہی - یہاں لبریز ہی پیمانہ آج

میرے جرمِ عشق کی پاداش فردا پر - چہ خوش
کل جو فتنہ ہوگا وہ ہو جاے کیوں برپا نہ آج

ماہمی میریم تا آرند تریاق از عراق
تیرے میخانے سے جانا گھر کو۔ زود بھر ہو گیا
روزِ فردا سے سوا ہی وعدہ فردا ترا
میں میں ان مجرم خلد تک بیٹھے ہیں پہر سیکڑوں
روح کو ہو گی ضرورت کل تنِ بے روح کی
شام آئی۔ ماہ نکلا۔ اور ڈوبا آفتاب
ملگیا کوئی نیا خلعت تری سرکار سے
کھانے کو انگور۔ پینے کو عرق انگور کا
بادۂ وحدت پیے جائینگے جب تک چھک نہ جائیں
شاہِ جیلانی! اگر مقبول ہو جائے سلام

دید وگھر بیٹھے ہی دیدار کا پیمانہ آج
پاؤں کی بیڑی بنی ہی لغزشِ مستانہ آج
ہی چھلکنے کو ہماری عمر کا پیمانہ آج
دید وکل کی راہداری کا مجھے پروانہ آج
چلد یا پیچھے مسافر کے مسافر خانہ آج
صبح تک چلتا رہے پیمانے پر پیمانہ آج
اپنے جامے سے ہی باہر کیوں ترا دیوانہ آج
دے خدا فردوس میں بھی جو ہی آب و دانہ آج
چوم کر کیا چھوڑ دینگے ہم لبِ پیمانہ آج
پیش کر دیں ہاتھ پر سر رکھکے ہم نذرانہ آج

ہو جیسے حافظ شریکِ ذاکرانِ غوثِ پاک
طاق پر رکھدے بجھے نسیان کا پیمانہ آج

ردیف (ح)

درد سے ملنا تو کیا۔ صورت سے گھبراتی ہی روح
درد جب اوٹھکر بڑھا کھنچی چلی جاتی ہی روح

قالبِ خاکی میں آکر ٹھوکریں کھاتی ہی روح
ٹھوکریں کھا کھا کے قالب سے نکل جاتی ہی روح

مر رہا ہی آپ کے دیدار کا امیدوار
روز آنکھوں کی طرف کھنچتی چلی جاتی ہی روح

درد کیا تکلیف کیا۔ یہ فیض ہی سب روح کا
درد تڑپاتا ہی دل کو۔ مجھکو پھڑکاتی ہی روح

نالہ دل سے۔ آہ لب سے۔ آنکھ سے اشکِ رواں
قافلے کا قافلہ تن سے لیے جاتی ہی روح

ہی زمین و آسماں کا فرق۔ کیونکر ہو نباہ
خاکیوں کا جسم خاکی ہی۔ سماوی ہی روح

قصرِ تن یہ مختصر۔ اور اُس میں غم کا یہ ہجوم
تنگیِ محمل سے تنگ آکر نکل جاتی ہی روح

روح و غم دونوں لطیف۔ اُنکی غذائیں بھی لطیف
غم ہماری روح کو کھاتا ہی۔ غم کھاتی ہی روح

چار دن کی زندگی ہی۔ چار دن کی ہی بہار
چار دن گلزارِ عالم کی ہوا کھاتی ہی روح

کس کا آتا ہی تصوّر جس کے استقبال کو
جسم سے کیا۔ آپ سے باہر ہوئی جاتی ہی روح

ہجر میں۔ جینے نہیں دیتا مجھے شوقِ وصال
وصل میں۔ خوفِ جدائی سے گھُلی جاتی ہی روح

پیچھے پیچھے موت آتی ہی منانے کے لیے
عالمِ ارواح سے کیا روٹھکر آتی ہی روح

مرنے والے مرتے ہیں۔ بدنام ہی جینے کا نام
دل کے مرجاتے ہی کچھ مردہ سی ہو جاتی ہی روح

نذرِ سلطاں کیا کریگا اک فقیرِ بے نوا
ہاں یہ سنتا ہوں کہ اتنے کام آجاتی ہی روح

چشمِ عبرت کھول حافظ دیکھ لے انجام کار
خاک میں خاکی بدن۔ روحوں میں مل جاتی ہی روح

سوے طیبہ کیوں نہیں تن سے نکل جاتی ہی روح
قیدِ تن میں حکمِ خالق سے چلی آتی ہی روح
لَا اِلٰہَ کہتے ہی۔ تن سے نکل جاتی ہی روح
پنجرے سے تن کے جب اُڑنے نہیں پاتی ہی روح
ہجرِ شہ میں کیا کہیں کٹتی ہی کیونکر زندگی
کب رہا ہو قیدِ تن سے۔ کب ہوے روضے تک رسا
بڑھتے بڑھتے دم کی آمد شد مدینے تک ہوی
بارِ عصیاں گر پڑا طیبہ کے رستے میں کہیں
مرغِ دل کا ہجرِ طیبہ میں پھڑکنا موت ہی
صورتِ آدم میں ہی خالق کی صورت جلوہ گر
ہی ہماری آب و گل میں آتشِ عشق بنی
آئی تھی کیسی لطیف اب جاتی ہی کیسی کثیف
ہستیِ موہوم کیا ہی۔ اصل میں ہی نیستی
جان میں جان آئی جب آئی مدینے کی ہوا

موت کا کیوں ناتواں سے ناز اوٹھواتی ہی روح
کچھ نہیں بنتی ہی کہتے۔ بند ہو جاتی ہی روح
ضربِ اِلَّا اللّٰہ سے قالب میں پھر آتی ہی روح
روضے کی چڑیوں کا منہ تک تک کے بہلاتی ہی روح
گھر میں ہم۔ پہلو میں دل۔ قالب میں گھبراتی ہی روح
انتظارِ وصلِ مولےٰ میں مری جاتی ہی روح
دم نہیں لیتی کہیں جاتی ہی روح آتی ہی روح
بیخودی کے بارِ احساں سے دبی جاتی ہی روح
ایک بسمل کے تڑپنے سے اُڑی جاتی ہی روح
آتی ہی قالب میں یا سانچے میں ڈھل جاتی ہی روح
پھنک گئی ہی جب سے قالب میں پھنکی جاتی ہی روح
سامنے جاتے ہوے خالق کے۔ شرماتی ہی روح
جب فنا فی اللہ ہو جاتی ہی۔ جی جاتی ہی روح
قصرِ تن سے جا کے باہر پھر پلٹ آتی ہی روح

روضۂ محبوب سے جب چلکے آتی ہی نسیم

سینۂ حافظ تک آ تے آتے بجاتی ہی روح

ردیف (خ)

چلنا تھا مجھے بار چار فرسخ
طیبہ ہی کئی ہزار فرسخ

چلنا تھا مجھے اک قدم ہی بھاری
ہی ایک قدم ہزار فرسخ

ہاں جذبۂ شوق پر لگا دے
دم بھر میں اوڑوں ہزار فرسخ

کھنچ جائیں زمین کی طنابیں
ہو ایک قدم ہزار فرسخ

ہمسے تھکے ماندے یا الٰہی
کب تک گنیں بار بار فرسخ

آجا نظر اب تو سبز گنبد
کب تک میں کروں شمار فرسخ

ہمت کہیں توڑنا نہ حافظ
فرسخ فرسخ ہزار فرسخ

ردیف (د)

درد آشنائے دل ہو تو دل آشنائے درد
ہو درد دل کے واسطے۔ دل ہی برائے درد

اوٹھتے ہوں ساتھ درد کے جب نالہائے درد
افشاں سمجھے۔ کوئی کیونکر چھپائے درد

مشکل ہی اوسکی۔ بیٹھکے جب سے اوٹھا نہ جائے
بیٹھے بٹھائے مفت میں اوٹھکر اوٹھائے درد

ہو ضعف کے سہارے اگر بیٹھنا نصیب
اوٹھے وہیں اوٹھانے کو۔ بیٹھے بٹھائے درد

دل بھی جگر بھی سینہ بھی۔ ہی نذر درد کی
جی بھر کے اب تو حسرتِ دل کی مٹائے درد

اب طاقت امتحان کی مجھمیں نہیں رہی
حد ہو چکی۔ بس اب نہ مجھے آزمائے درد

میں درد پر فدا ہوں کہ تم پر نثار ہوں
ہی درد میرے سینے میں۔ تم ہو دوائے درد

روزِ ازل ملا ترے کلفت نصیب کو
کہتے ہیں سب جسے مرضِ لادوائے درد

اوٹھ بیٹھتے تھے پہلے۔ اب اوٹھنے کے بھی نہیں
وہ ابتدائے درد تھی۔ یہ انتہائے درد

رکھیگی تیری شانِ غیوری یہ کب روا
جو مبتلا ترا ہی۔ وہ ہو مبتلائے درد

حافظ خدا کی شان ہی۔ گھر بیٹھے رزق دے
دل کی غذا ہی خونِ جگر۔ دل غذائے درد

ردیف (ذ)

واہ کیا نامِ خدا آپ کا ہی نام لذیذ
جس سے رہتے ہیں زبان و دہن و کام لذیذ

گالیاں کھائے نہ کیوں خوش ہو ترا دیوانہ
نعمتوں سے ہی سوا نعمتِ دشنام لذیذ

درد میں صبر بڑی چیز ہی گو مشکل ہی
اسکا آغاز ہی تلخ۔ اسکا ہی انجام لذیذ

ہی مزیدار وہی دل کہ ہو پکا پھوڑا
ثمر پختہ سے کم ہی ثمر خام لذیذ

ہی ترے شربت دیدار کی دن رات طلب
تیرے بیمار کو کوئی نہیں آشام لذیذ

تلخی مرگ کا بدنام ہوا ہی کیوں نام
تیرے بیمار کو ہی موت کا پیغام لذیذ

شعر کوئی بھی مزیدار نہ نکلا حافظ
نہیں لذت فقط اس طرح کا ہی نام لذیذ

ردیف (ز)

رخ سے پردہ اوٹھا محمد شبیر
اپنا جلوہ دکھا محمد شبیر

حضرت مرتضے ہیں شیر خدا
شیر شیر خدا محمد شبیر

شاہ ہوں یا گدا۔ ہیں تیرے گدا
شاہ شاہ و گدا محمد شبیر

بس ہی اللہ تک پہنچنے کو
اک وسیلہ ترا محمد شبیر

اوسکے حامی ہوے نبی و علی
جسنے دل سے کہا محمد شبیر

ہمسے بیچاروں نے سہاروں کو
ہی سہارا ترا محمد شبیر

لات مارے نہ تخت شاہی کو
تیرے در کا گدا محمد شبیر

ہاتھ ہیں سیکڑوں مریدوں کے
ایک دامن ترا محمد شبیر

ہی وہ اللہ بھلا کرے کی صدا — جس سے سب کا بھلا محمد شیر

ہی ٹھکانا ٹکڑ گداؤں کا — تیری دولت سرا محمد شیر

لب کہیں لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ — دل کا نعرہ ہو یا محمد شیر

آپ کی واہ واہ چار طرف — واہ وا۔ واہ وا محمد شیر

کھولے دیتا ہی صبر کا پردہ — اٹھو پردہ ترا محمد شیر

لائی ترکش میں بھر کے تیرِ قضا — آپ کی ہر ادا محمد شیر

جاؤں اب کسکے آستانے پر — چھوڑ کر در ترا محمد شیر

لوٹنے جائے کسکے قدموں پر — سگِ در آپکا محمد شیر

ہی نوا سنجِ دردِ دل حاضر
حافظِ بینوا محمد شیر

مشاعرہ مدینہ طیبہ میں بماہ محرم سنہ ۱۳۲۹ھ

میرے سر پیدا ہوئے پیشانی کی تحریر پہ — حاشیہ باریک لکھا ہی خطِ تقدیر پر

دل کو حسرت آئی تھی کوتاہیِ تقدیر پر — جنبشِ مژگاں سے چلکر تیر پہنچے تیر پر

میں کہاں ہوسے لیے۔ ترے در کی جبیں سائی کہاں — میں فدا میری جبیں قربان اس تقدیر پر

اللہ اللہ چھاننے کو پائیں ہم طیبہ کی خاک
خاک بھی وہ خاک جسکو فوق ہی اکسیر پر

خاک ہو جائینگے در پر خاکِ در کے ہیں فقیر
خاک بھی جا کر نہ ڈالینگے سر اکسیر پر

پائیں جنت نئے بہاریں۔ زینتیں آرائشیں
رونہ ہو ہو کر تصدق روضے کی تعمیر پر

دل کے پردے میں وہ صورت ہی کہ چھپ سکتی نہیں
ایک آئینہ لگا ہی صاف اس تصویر پر

حسن وہ یکتا کہ اک عالم کی آنکھیں حیرتی
ٹکٹکی سب کی لگی ہی ایک ہی تصویر پر

سادگی پر بھی تو ابرو قدرتی باریک ہی
اور رکھکر باڑھ کیا ہو تا ری شمشیر پر

دانہ دانہ کر کے جب قسمت نے کی تقسیمِ رزق
نام دیوانوں کا لکھا دانۂ زنجیر پر

خوف ہی۔ عذرِ گنہ ٹھہرے نہ بدتر از گناہ
شرم ہی تر دامنی پر۔ شرم دامنگیر پر

المدد فرطِ ندامت۔ دل کو پانی کر تو دے
پھیرنا ہی نامۂ اعمال کی تحریر پر

صالح و طالح۔ ٹھکانا ملگیا دونوں کو خوب
ای خوشا امت ہی خوش تقدیر ہر تقدیر پر

روتے روتے بندھ گئی ہچکی دمِ عرضِ سوال
اور پھندا پڑ گیا الجھی ہوی تقریر پر

عقل ہو تو لاکھ تدبیریں دل کی اک تدبیر ہی
چھوڑ بیٹھے لاکھ تدبیریں دل کو اک تقدیر پر

کل تو اوڑتے آئے۔ سینے میں تراز و ہو گئے
آج اوڑنے پر تلے بیٹھے ہیں تو لے تیر پر

لطف ہے۔ نالوں کی خالی ای بھی تو خالی نہیں
انکو آگاہی تو ہی فریاد نے تاثیر پر

تو پرائی آنکھ کا تنکا نہ دیکھا ای خرده بیں
کر نظر پہلے ذرا اپنی آنکھ کے شہتیر پر

ہر طرف قحطِ ادب کی ہی گھٹا چھائی ہوی
گھر کو روضے سے چلوں کیونکر قدم اوٹھتا نہیں
کل ہم آئے۔ آج رخصت صبر اب کیسپر کریں
اللہ اللہ۔ اللہ اللہ کا ترانہ ہی عجیب
تیر پھینکے آپ کی نیچی نگاہوں کی بلا
جب کوئی آئی مصیبت۔ آئی دل کو تاکتی

بھیجئے وبارانِ رحمت قحطِ عالمگیر پر
کاٹنا ہی راہ کا۔ چلنا دمِ شمشیر پر
ہجر کی تعجیل پر۔ یا موت کی تاخیر پر
کان رکھکر سنئے سارے زول کیسے بم پرزیر پر
آپ ہی نخچیر ٹوٹے پڑتے ہیں نخچیر پر
جب کبھی ٹوٹی خرابی۔ ٹوٹی اس تعمیر پر

ہند سے حافظ دوبارہ چلکے آیا ہی حضور
اک نظر ہو اس گدائے بینوائے پیر پر

۲۲۔ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ عرس شریف میں

تبسم نے نمک چھڑکا جو دل کے زخمِ خنداں پر
کسی کو ناز تکیے پر۔ کسی کو ناز پر تکیہ
اوٹھینگے بھی تو مر کر ہی اوٹھینگے فضلِ رحمں سے
ابھی ویسے سے اوٹھاتے ہو کبھی پھر یاد کر لینا
یہ کیوں ہفت آسماں کا شامیانہ تنکے آیا ہی

لگا یا زخمِ دل نے قہقہہ ظرفِ نمکداں پر
مجھے تکیہ ہی کس پر۔ ناز کس پر فضلِ رحمں پر
پڑے ہیں اپنے آکر آستانِ فضلِ رحمں پر
اوٹھانا تو اوٹھا کر رکھہ نہ دینا طاقِ نسیاں پر
یہاں ہی فضلِ رحمٰن ظلِّ رحمں فضلِ رحمں پر

دعا کو ہاتھ اوٹھانا تھا کہ بیٹھا جی گناہوں کا
پڑا بھاری تمہارا بارِ احسان بارِ عصیاں پر

خدا آنکھیں کسی کو دے تو دے میری ہی سی آنکھیں
پڑی ہیں کس خدا بیں پر۔ خدا کو پر۔ خدا دان پر

نظر دھوکے سے پڑ جائے جو وحدت کے اجالے میں
تو دھوکا شکلِ رحمٰن کا ہو شکلِ فضلِ رحمٰن پر

شہید اوٹھکر شہادت دیں۔ خدا بیں ہو خدا شاہد
اگر حضرت نظر ڈالیں کبھی گنجِ شہیداں پر

صدا آئے۔ ہمارا جانِ جاناں فضلِ رحمٰن ہے
اگر جا کر کوئی پوچھے مزارِ جانِ جاناں پر

صفت احمد میاں کی ہے بڑی بات اور منہ چھوٹا
شرف حق نے دیا ہے آج انکو جن و انساں پر

یہ ہیں کس باپ کے بیٹے۔ ہیں کیسے باپ کے بیٹے
یہ جزئی فضل ہے احمد میاں کو فضلِ رحمٰن پر

خداوندا۔ یہ دیدے حکم تو بارانِ رحمت کو
برستا ہی رہا ہے آکر مزارِ فضلِ رحمٰن پر

مرے احمد میاں کو۔ رحمت اللہ نعمت اللہ کو
مرادآباد میں رکھ جلوہ فرما تختِ عرفاں پر

مرے آقا مرے سرکار۔ صدقہ اپنے پیاروں کا
توجہ کی نظر ہو حافظِ بے سازوساماں پر

مرحبا شاہ جی محمد شیر
اے خوشا شاہ جی محمد شیر

قبلہ تم اور مرغِ قبلہ نما
دل مرا شاہ جی محمد شیر

سجدہ گاہِ نیاز کیشاں ہے
در ترا شاہ جی محمد شیر

ٹلتی ہے تیرا نام لینے سے
ہر بلا شاہ جی محمد شیر

نہ خدا ہیں نہ ہیں خدا سے جدا بخدا شاہ جی محمد شیر

ہیں خداوند بندگانِ خدا بخدا شاہ جی محمد شیر

راہِ دیں سے بھٹکنے والوں کو رہنما شاہ جی محمد شیر

مقتدی ہیں مرید و غیر مرید مقتدا شاہ جی محمد شیر

خُلَفَا چلتے ہیں قدم بقدم پیشوا شاہ جی محمد شیر

شاہ احمد علی کے گھر کا چراغ لاڈلا شاہ جی محمد شیر

درد حدّ و دوا سے اب گذرا دو دعا شاہ جی محمد شیر

میرے دل کی ہے ناو طوفانی ناخدا شاہ جی محمد شیر

اور کسکا ہے بے سہاروں کو آسرا شاہ جی محمد شیر

لادوا درد لیکے آیا ہوں لادوا شاہ جی محمد شیر

نام لیوا ترا بھلے کو ہوا ہے بُرا شاہ جی محمد شیر

ہے تو آخر بُرا بھلا تیرا کر بھلا شاہ جی محمد شیر

درد خود ہی دیا مجھے۔ خود ہو تم دوا شاہ جی محمد شیر

دل مریدوں کے لے رہے ہیں مزے کھلے یا شاہ جی محمد شیر

اپنے مشتاق سے نہ کر پردہ نظر آ شاہ جی محمد شیر

پردے ہی سے دکھاؤ ایک جھلک | میں فدا شاہ جی محمد شیر

تمسا یکتا ملا نہ حافظ کو
دوسرا شاہ جی محمد شیر

ردیف (ز)

کیا حسینوں سے ملا تجھکو نرالا انداز
کہ خدا کو بھی ہی پیارا ترا پیارا انداز

شبِ معراج تری شان کا اللہ رے عروج
بنگیا عرشِ بریں فرش ترا پا انداز

اپنی ہستی کو فدا کرتے ہیں تم پر کونین
کسکی ہی ایسی ادا۔ کسکا ہی ایسا انداز

کیا ادا ہی ترے انداز کی ماشاء اللہ
اللہ اللہ تری ہر ایک ادا کا انداز

سب خوش انداز ہیں عثمنی ہیں ادائیں تیری
خوش ادا ہیں ترے سراپا کے سراپا انداز

دل میں چھبنے کے لیے آنکھوں میں کھبنے کے لیے
تیری پلکیں ہیں تیری پلکوں کا نکیلا انداز

خوبرو سیکڑوں انداز و ادا والے ہیں
نہ تمہاری سی ادا ہی نہ تمہارا انداز

قاو انداز کی چتکی میں ہی موت اور حیات
ہی یہ ادلے روش تیر نگہ کا انداز

شرم آتی نہیں تمکو شعرا میں حافظ
شاعری کی یہ ہی کیا طرز۔ یہ ہی کیا انداز

ذرّے ذرّے سے ہی ظاہر ترا جلوہ ہر روز / دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں یہ تماشا ہر روز

میرے سر پر ہو قیامت نئی برپا ہر روز / دے تسلّی نہ اگر وعدۂ فردا ہر روز

کبھی بطحا کبھی کعبے کی کبھی روضے کی / دل میں ہوتی ہے تمنّا نئی پیدا ہر روز

ایک لقمہ بھی ہمیں ہے غم مولے میں حرام / غم سے افطار کیا کرتے ہیں روزہ ہر روز

بھوکے دیدار کے مشکل سے کیا کرتے ہیں شام / یاد کر کر کے ترا وعدۂ فردا ہر روز

دفترِ شوقِ زیارت ہے شب و روز کھُلا / یہی افسانہ ہے ہر شب۔ یہی قصّہ ہر روز

ہائے ہیں اور یہ حسرت کہ یہاں دن کاٹوں / اور ہو کوچۂ محبوب میں میلا ہر روز

سحری کی مجھے تشویش۔ نہ افطار کی فکر / جسکا روزہ ہے وہ روزی مجھے دیگا ہر روز

کب سے ہیں دیکھنے کی تاک میں تیرے مشتاق / کبھی دے دو کوئی کہاں تک کرے پردہ ہر روز"

آپ پر رحمتِ حق اور سلام و برکات / پنج وقتی ہے یہی میرا وظیفہ ہر روز

اک تصوّر ہے کہ ہوتی نہیں سیری جس سے / دیکھتا ہوں میں یہی ایک تماشا ہر روز

بیخودی ہے نہیں کچھ زور۔ کروں کیا حافظ / بس اگر ہو تو رہوں آپ سے میں باہر روز

ردیف (س)

زر نہیں پاس عرب دور ہیں تنہا بیکس / کیا کرے کیا نکرے عاشقِ شیدا بیکس

بیکسی بھی ہی بڑی چیز اگر سچ پوچھو / رحم آیا اونھیں او سپر جسے پایا بیکس

بیکسوں کی ہی انھیں عرصۂ محشر میں تلاش / نہ ملے کاش کوئی مجھسے زیادہ بیکس

کب وہ بیدل ہی جو بیدل ہی تمھارا بیدل / کب غم بیکس ہی جو بیکس ہو تمھارا بیکس

نلے سہارے کا سہارا ہی وہ رحمت والا / بیکسوں کا ہی وہ کس میں اوسی کس کا بیکس

حشر میں لو خبر آ گئے نہ اولوالعزم بھی کام / ڈھونڈتے پھرتے ہیں کس کس کا سہارا بیکس

رحم کی بات جدا ہی نہیں بیکس حافظ
وہ تمھارا ہی تم اوسکے ہو تو کیسا بیکس

ردیف (ش)

خدا کے پیارے ہیں تیری ادائیں کیا دلکش / اداؤں والے ہی تیری ادا ادا دلکش

یہاں سے پھر کہیں جانے کو جی نہیں ہوتا / سوادِ طیبہ دلاویز ہی فضا دلکش

نہ کیوں ہو روح کو فرحت نہ دل کو کیوں رغبت / ہوا ہی روضے کی ایسی ہی دلکشا دلکش

ہیں شاخ شاخ میں برگ اور برگ برگ میں بار / وہ برگ و بار بھی ہیں طرفہ جانفزا دلکش

مدینے میں کششِ دل جو لیگئی مجھکو / کوئی تو دل کی کشش کا سبب بھی تھا دلکش

نہ پوچھیے دلِ مضطر نے کیا تماشے کیے | نظر پڑا جو وہ گنبد ہرا ہرا دلکش

نظارے کے تو مزے کیا بتائیں ای حافظ
ہمارا شوقِ نظارہ ہی تھا بڑا دلکش

ردیف (ص)

میں ہوں اک بندۂ خالص مری نیت خالص | اپنے معبود کی کرتا ہوں عبادت خالص
سچ ہی جب دل میں محبت نہیں ایمان نہیں | دل جو خالص ہو تو ہو دل میں محبت خالص
نقدِ دل جب ہو خالص تو وہ دل قلب ہی نقد | جب ہو دل بے غل و غش تب ہو عبادت خالص
معتقد فقہ کا پورا ہو - مقلد پکّا | کہتے ہیں ایسی عقیدت کو عقیدت خالص
ہوتا ہی سے اگر محفلِ میلاد بری | کہتے ہیں اہلِ خلوص اسکو عبادت خالص
کیوں بجا لائے نہ دربار کے آداب و قیام | دل میں سلطانِ رسُل کی ہو جو عظمت خالص

ماسوے اللہ سے حافظ کو چھڑا دو مولے
ماسوے اللہ سے ہی آپ کی خلوت خالص

ردیف (ض)

کیوں ڈھونڈتے پھریں کہیں اپنی دوا مریض — کوچے کو تیرے سمجھے ہیں دار الشفا مریض

اچھا نہ عمر بھر ہو الٰہی ترا مریض — اچھا وہی ہی جو ہی ترے درد کا مریض

آؤ سرہانے آکے دکھا دو جمالِ پاک — دم توڑتا ہی تشنگی دید کا مریض

حالت بگڑ رہی ہی مسیحا سنبھال دے — آجا کہ لے رہا ہی سنبھالا ترا مریض

آنکھوں میں دم ہی دعوتِ دیدار کیجیے — کیا لیکے جائے درد میں ناحق دوا مریض

سب دردو کہتے ہیں وہ درد جان ہی — ایسا نہ ہو کہ درد سے پائے شفا مریض

صرفہ نہ ہو تو شربتِ دیدار دیجیے — کیا لیکے جائے درد میں ناحق دوا مریض

اچھا ہی بات چیت سے بہلیگا کچھ تو جی — ہیں چند اطبیب کہوں ہم خوشا مریض

ہاں لیجیے خبر کہ یہ کہتے ہیں چارہ ساز — لو اب چلا مریض یہ لو اب چلا مریض

اچھا ہوا کہ مرتے ہی جینوں میں پڑ گیا — جیتے جی اپنے جینے سے بیزار تھا مریض

مرجانے کی ہی جا کہ انھیں پوچھنا پڑے — جیتا رہا کہ جان سے جاتا رہا مریض

سچ ہی کہ جھوٹھ آج سنی ہی خبر کچھ اور
حافظ مریض تھا مگر ایسا نہ تھا مریض

ردیف (ط)

کرلو پیدا مصطفےٰ سے ربط ضبط
خود بخود ہوگا خدا سے ربط ضبط

دردِ دل کی تم دوا ہو یا نبی
دردِ دل کی ہو دوا سے ربط ضبط

آہ نے تاثیریوں کو کیوں ہوا
میری آہِ نارسا سے ربط ضبط

یہ دعا مانگوں کہ جب مانگوں دعا
تو اثر کو ہو دعا سے ربط ضبط

دل نے بیت اللہ کا پایا لقب
کرکے محبوبِ خدا سے ربط ضبط

عمرِ باقی خود گلے ملنے کو آئے
ہو جو اربابِ فنا سے ربط ضبط

مشکلوں کے عقدے حل ہو جائیں آپ
ہو اگر مشکلکشا سے ربط ضبط

پوچھیے حافظ کسی عارف سے آپ
آشنا کا آشنا سے ربط ضبط

ردیف (ظ)

سلامت وہ روضے کے دربان حافظ
ہمارے ہیں سب جان پہچان حافظ

بڑی رحمتیں تھیں۔ بڑی نعمتیں تھیں
بڑے میزباں کے تھے مہمان حافظ

وہ نقش و نگار اور وہ سبز گنبد
نہیں بھولتا روضہ اک آن حافظ

عرب سے لے آیا ہوں سب دل میں سمٹ کر
وہ کانٹے۔ وہ صحرا۔ وہ میدان حافظ

مدینے سے جانے کا جب حکم پایا
تو جاتے رہے میرے اوسان حافظ

اوٹھوں اور اوٹھکر چلوں گھر کی جانب
بدن میں نہ تھی اس قدر جان حافظ

وہیں رہتے بستے۔ وہیں جیتے مرتے
ہوے آکے ناحق پشیمان حافظ

فدا کردوں اون پر جو ہوں لاکھ جانیں
مگر مجھ میں آدھی نہیں جان حافظ

نبی کے کہے پر خدا کے لیے چل
کہا مان حافظ۔ کہا مان حافظ

کیا حفظ دنیا میں قرآن ہم نے
ہمارا ہی محشر میں قرآن حافظ

وہی ہم۔ وہی حج۔ وہی ہی زیارت
اگر بن پڑا ابکے سامان حافظ

ردیف (ع)

ہم ہیں اور آپ کے روضے کی زیارت کی طمع
اور نہ ہوگا کوئی۔ ہوگی جسے جنت کی طمع

تیرے دیدار کے بھوکے ہیں ترے در کے گدا
اسی دولت کی ہوس ہی۔ اسی دولت کی طمع

تیرے بازار میں سب تیرے ہی سودائی ہیں
ہیں محبت کے خریدار۔ محبت کی طمع

دل کو مطلوب ہی بس ایک ترا وجہ وجیہ
نہ معیشت کی طلب ہی نہ وجاہت کی طمع

ہی غرض تجھسے کہ ہی عزت و ذلت ترے ہاتھ
ہمکو ذلت ہی کی پروا ہی نہ عزت کی طمع

ناخوشی سے تری ناخوش ہوں نہ خوشی سے خوش ہوں — نہ جہنم سے ہوں ناخوش نہ ہی جنت کی طمع

اپنے ممدوح کا ہوں مدح سرا ای حافظ
نہ صلے کی ہی نہ انعام نہ خلعت کی طمع

ردیف (غ)

دل نے عشق بتی میں کھائے داغ — دیکھنے والوں سے چھپائے داغ

تھی شب گور تیرہ و تاریک — اوس اندھیرے میں کام آئے داغ

کیا نوشتے ہیں یہ بھی قسمت کے — نہیں مٹتے مرے مٹائے داغ

دل سلامت رہے کہ اوسکے طفیل — کس مزے سے چھپا کے کھائے داغ

داغ سب ہیں دل و جگر کے لیے — دل جگر دونوں ہیں برائے داغ

داغ سے ننگ پر نہ آئے حرف — حرف سے ننگ پر نہ آئے داغ

سر ہو تو سر میں سجدے کا سودا — سجدہ پیشانی کو لگائے داغ

اور آہستہ سجدہ ای زاہد — دیکھ سجدوں کا مٹ نہ جائے داغ

عشق کے گھر تھی دعوت ای حافظ
خوب چن چن کے ہمنے کھائے داغ

ردیف (ف)

مصطفےٰ پر پڑھو درودِ شریف
نام سُنکر پڑھو درودِ شریف

رحمت آتی ہی - رحمت آتی ہی
ہال برابر پڑھو درودِ شریف

بیٹھے بیٹھے نبی کی یاد کرو
اوٹھو اوٹھکر پڑھو درودِ شریف

زندگی کا جو لطف اوٹھانا ہی
زندگی بھر پڑھو درودِ شریف

اس سے ہو جاتی ہی دعا مقبول
ہاتھ اوٹھاکر پڑھو درودِ شریف

ہی اگر مصطفےٰ سے دل کو لگاو
دل لگاکر پڑھو درودِ شریف

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اسکو پڑھکر پڑھو درودِ شریف

دل کے آئینے کی جو چاہو جِلا
دل سے اکثر پڑھو درودِ شریف

خواب میں دیکھو رات بھر دیدار
روز دن بھر پڑھو درودِ شریف

تمکو اکثر وہ یاد کرتے ہیں
تم بھی اکثر پڑھو درودِ شریف

حق نے صلّوا علیہ فرمایا
ہال نبی پر پڑھو درودِ شریف

پھر لیا نامِ پاک حافظ نے
پھر مکرر پڑھو درودِ شریف

ردیف (ق)

الفراق ای طیبہ کی خاک الفراق
الفراق ای روضۂ پاک الفراق

کیا مسرّت خیز تھے دن کیا ہوے
کیسی راتیں تھیں طربناک الفراق

آج کل میں حکمِ رخصت ہو نہ جاے
دل میں ہی بیٹھی ہوئی دھاک الفراق

الوداع ای فقر کے فخر الوداع
الفراق ای شاہِ لولاک الفراق

جاے یہ خستہ پھٹے حالوں کہاں
دل دوپارہ سینہ صدچاک الفراق

اب رہا کیا ہی جسے لیکر چلوں
جان آدھی وہ بھی غمناک الفراق

ہند تک جیتا پہنچنا ہی محال
ہچکیوں کی ہی لگی ڈاک الفراق

خاک پھانکوں پھر میں جاکر ہند میں
منہ میں فرقت کے پڑے خاک الفراق

جنگلوں میں کسکا دیوانہ پھرے
پہنے عریانی کی پوشاک الفراق

کیوں فراق آکر پڑا میرے گلے
ہی بڑا بیدرد سفّاک الفراق

ہوگئی مرنے سے بدتر زندگی
زہر ہی حافظ کو تریاک الفراق

ردیف (ک)

ای طالبِ رب راہ میں دم لے نہ عرب تک
پھر فاصلہ تھوڑا ہی سا رہ جائے گا رب تک

برسوں ہوے طیبہ میں بُلایا نہیں اب تک
اب تک تو کیا صبر - مگر صبر بھی کب تک

روزی مری تقدیر کی - یا گور کی مٹی
کوئی تو مجھے کھینچ لے لیجائے عرب تک

کُتّے ہیں جو دنیا کے - وہ ہیں دور ادب سے
کیا بے ادبوں کو ہو پہنچ پاسِ ادب تک

بے پردہ ہو دیدار میسّر - یہ کہاں مُنھ
پہنچی نہ جھلک دیدۂ دیدار طلب تک

تھا ہجر مقدر میں تو موت آگئی ہوتی
یہ موت سے بدتر ہی کہ جیتا ہوں میں اب تک

آنکھوں میں ہو دم سامنے آنکھوں کے ہو روضہ
اک دم رہے وہ دم رہے جب تک ہے رہے تب تک

کب تک رہے دل میں ترے دیدار کی حسرت
حسرت ہی کہ کب تک مرے لب پر رہے کب تک

کہتا ہوں تمنّا تو کبھی بھی نہیں جاتی
پھر دل میں پلٹ جاتی ہی آ آکے وہ لب تک

میں خاک نشیں آپ کا اونچا سا وہ دامن
پہنچیگا کبھی آپ مرے دستِ طلب تک

اتنا ہی بہت ہی کہ ترا غمزدہ خستہ
مر کر بھی پہنچ جائے تری بزم طرب تک

مر مر کے بڑھاپے میں کٹی گور کی منزل
ہم صبح سے دن بھر چلے پہنچے کہیں شب تک

تفریق رسولوں میں کرے کوئی تو کیونکر
تیرا ہی تو اک نور ہی پہنچا ہی جو سب تک

یارب ہی مقدر میں اگر پھر بھی زیارت
پہنچائیے مدینے میں مجھے اگلے رجب تک

حافظ کو ہی ارمان بس اک حکم طلب کا

جیتا رہے اللہ کرے حاکم طلب تک

ردیف (دل)

ناکامیِ وصال ہی کے کام آئے دل
اک روز مرتے مرتے کہیں مر ہی جائے دل

دل ہی وبال جی کے لیے۔ جی بلائے دل
جی دل سے جلد جائے کہیں۔ جی سے جائے دل

جینے کا لطف کیا ہو۔ جو ہولے کے ہجر میں
دل ہائے ہائے جی کہے۔ جی ہائے ہائے دل

دل مجھسے لے لیا۔ مرے سینے میں گھر کیا
دل اب کہاں ہے۔ مالکِ دل ہی بجائے دل

دل پر جو گزری۔ گزری۔ نہ ہو جائے راز فاش
کمبخت لب نہ سُن لیں کہیں ماجرائے دل

ہی درد جب سے دل میں۔ دل ایسا عزیز ہی
سینے سے پھر رہا ہوں لگائے لگائے دل

محفوظ چشم بد سے رہیں دونوں ای خدا
دل آشنائے درد ہی۔ درد آشنائے دل

لاکھوں کے دل فریفتہ ہیں بات بات پر
باتیں ہی دلفریب ہیں۔ کیوں آنجائے دل

آیا اثر کے فیضِ قبول آسمان سے
لب تک بھی چلکے جا نہیں سکتی دعائے دل

دل جسکے پاس ہو وہ کہے دل کا مدعا
دل ہی نہیں تو خاک کہوں مدعائے دل

دل کی یہ تنگی اور یہ کچھ وحشتوں کا جوش
گھبرا کے بھی نکل نہ گیا مدعائے دل

تو آپ خالق آپ ہی چاہے۔ خطا معاف
آخر بشر بشر ہی تو ہی کیوں نہ آئے دل

جو چاہتا ہو یہ کہ خدا سے لگائے لو
وہ پیشتر حبیبِ خدا سے لگائے دل

میرا یہ مدعا ہے کہ نکلے نہ مدعا
تم مدعا کی جان ہو تم مدعائے دل

اس سے مزہ بھی دل کو ملیگا بقدرِ درد
حافظ غزل نہیں ہے یہ ہے ماجرائے دل

ابھی پکّے بھی نتھے گلشنِ ایجاد میں پھل
کہ پڑے بادِ خزاں سے بُری افتاد میں پھل

طرح پھل کی ہے تو ہوں پھل کی طرح شعر لذیذ
خارِ بن بن کے چبھیں دیدۂ حسّاد میں پھل

پھول کس رنگ کے کس ڈھنگ کے کس بو کے نہیں
نہیں کس ذائقہ کے گلشنِ ایجاد میں پھل

ذائقہ بعد ہے - آگاہ ہے پہلے سے مشام
پھل کی نکہت ہے کفِ نکہتِ برباد میں پھل

کیا کہوں لذّتِ بیداد کو بیدردوں سے
کوئی لذّت تو ہے بیداد میں - بیداد میں پھل

پہلے پھل کھلنے سے ہو بابِ ارم بابِ عدم
تھا ازل سے یہ لکھا قسمتِ شدّاد میں پھل

پہلے ہی تخمِ عمل سوچ سمجھکر بوئے
آدمی کو ہے محفوظ اگر یاد میں پھل

صبر کر - برگ سے غنچے سے ہیں - تو غنچوں سے ہیں گل
وہی غنچے - وہی گل - ہیں کسی میعاد میں پھل

پھول سینے میں پڑا - زخم کے انگور بھی ہوں
ڈھونڈنے آئینگے وہ گلشنِ برباد میں پھل

جب ملی لذّتِ کلفت - ہوی لذّت کلفت
آبلوں سے بھی ہیں بدتر کفِ آزاد میں پھل

چیر کر سینہ مرا سیر تو دیکھے کوئی
داغ پھول - آبلے باغِ دلِ ناشاد میں پھل

وہ ادا کی ہی چھری اور چھری کی یہ ادا | دستۂ چوب میں یا دستۂ فولاد میں پھل
تم وہ ہو صاحبِ اعجاز۔ اگر کہدو وزرا | سر ہیں آئیں ابھی پھول۔ تو شمشاد میں پھل
ہمنے کانوں سے سنا ہی یہی قول عارف | ہمنے آنکھوں سے لگے دیکھے ہیں شمشاد میں پھل

لکھی فرمایشِ عارف سے غزل حافظ نے
کیا عجب ہی کہ مزیدار ملیں داد میں پھل

ردیف (م)

مرے غوث ہیں آپ یا غوثِ اعظم | ہی سچّا لقب آپ کا غوثِ اعظم
برا یا بھلا۔ ہوں ترا۔ غوثِ اعظم | برے کو بنا دے بھلا غوثِ اعظم
مریدوں کی فریاد کا سننے والا | مرا غوثِ اعظم مرا غوثِ اعظم
بلا میں پھنسا ہوں۔ غموں میں گھرا ہوں | چھڑا غوثِ اعظم۔ بچا غوثِ اعظم
بلائیں ٹلی ہیں۔ مرادیں ملی ہیں | پکارا ہی جب کہکے یا غوثِ اعظم
روا کیجیے حاجتیں میرے دل کی | کہ ہیں آپ حاجت روا غوثِ اعظم
غنی ہیں گدا تیرے در کے غنی ہیں | غنی تیرے در کے گدا غوثِ اعظم
ترا مبتلا مجھکو کہتی ہی دنیا | نہ دنیا میں ہوں مبتلا۔ غوثِ اعظم

بُرے کا بھلا ہی تمھارے ہی در سے ۔۔۔ بھلے کو بُرا ہوں ہیں یا غوثِ اعظم

یہ ہمسے لگے لپٹے خاک او فتادے ۔۔۔ وہ نیچا سا دامن ترا غوثِ اعظم

ہوائے عراق اپنے گھر بیٹھے کھائی ۔۔۔ ترے سینہ چاکوں نے یا غوثِ اعظم

وہ میں ہوں کہ ناکام ہو کر بھی خوش ہوں ۔۔۔ ہے ناکام کے کام کا غوثِ اعظم

نکمّا سہی میں مگر تم جو چاہو ۔۔۔ نکمّا بنے کام کا۔ غوثِ اعظم

مزہ ہمکو فریاد کا پڑ گیا ہی ۔۔۔ ترا نام جب سے سنا غوثِ اعظم

ندامت سے دم ہو جو حافظ کے لب پر
وہ یا غوثِ اعظم ہو یا غوثِ اعظم

ردیف (ن)

لوگ کہتے ہیں تمنّا موت کی اچھی نہیں ۔۔۔ کیا کروں ہجرِ نبی میں زندگی اچھی نہیں

وہ دوا ہے درد کی وہ کس ہے اک بیکس کے ہیں ۔۔۔ اب شکایتہائے دردِ بیکسی اچھی نہیں

خنجرِ ہجرِ نبی اب دل کے زخموں کو نہ چھیڑ ۔۔۔ ہنستے ہنستے رو دیں ایسی گدگدی اچھی نہیں

اب تو ایسا پڑ گیا ہی دردِ مولے کا مزہ ۔۔۔ دل کی حالت ہو اگر اچھی بھلی اچھی نہیں

ہے وہ ناکس۔ جو نہ سمجھے آپ کو بیکس نواز ۔۔۔ بیکسی اچھی ہی پھر بھی۔ ناکسی اچھی نہیں

وہ نگاہِ رحم کو تکلیف دیں میرے لیے
میں کہوں کس منہ سے۔ میری بیکسی اچھی نہیں

منہ سے جو مانگو وہ پاؤ۔ رد نہیں ہوتا سوال
ہاں نہیں یہ در۔ جہاں ہو ہاں نہیں اچھی نہیں

مژدۂ اَلصَّالِحُوْنَ لی سنا۔ صبر آ گیا
ہے برائی میری بہتر۔ بہتری اچھی نہیں

طالبِ دنیا کو ہو گی مہنگی سستی سے غرض
طالبِ دین کو تو دنیا مفت بھی اچھی نہیں

ہجرِ طیبہ میں ہے باقی خاک سر پر ڈالنا
سرزمینِ ہند۔ تیری خاک بھی اچھی نہیں

باریابی کی سنوں کب تک میں خبریں خارجی
دل کی حالت اے امیدِ داخلی اچھی نہیں

روزہ داروں سے ذرا اس کی فضیلت پوچھیے
کون کہتا ہے کہ نیت رات کی اچھی نہیں

روتے ہیں ہجرِ نبی میں۔ روتے روتے مر نہ جائیں
ہنسنے والو۔ رونے والوں سے ہنسی اچھی نہیں

یاد آ جاتے ہیں رہ رہ کے وہ شمسے قمقمے
ہجر کی شب۔ گو کہ ہو تاروں بھری اچھی نہیں

جان دینا ہے خدا کو۔ دل نبی کو دے چکے
جانے والی جان سے دلبستگی اچھی نہیں

دین اچھا۔ دین کی ہر بات اچھی۔ کوئی ہو
کوئی بھی دنیا کی بات اچھی بُری اچھی نہیں

آپ اور۔ آئیں مری بگڑی بنانے کے لیے
ان حسابوں میری کوئی بہتری اچھی نہیں

روضہ اچھا۔ زائر اچھے۔ اچھی راتیں اچھے دن
سب کچھ اچھا۔ ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

ماسوا سے دل کو خالی کر خدا کے واسطے
خلوت اچھی۔ وحدت اچھی ہے۔ دوئی اچھی نہیں

تو سنا دی داورِ محشر نے مجھ کو فردِ جرم
المدد۔ روداد میری مسل کی اچھی نہیں

زندگی کیسی - مرینگی تو اچھی موت بھی
موت کیسی - زندگی بھی ہند کی اچھی نہیں

کوئی روضے میں خبر کردو خدا کے واسطے
آج حالت حافظِ بیمار کی اچھی نہیں

پیشتر مرنے سے مرجا - زندگی اچھی نہیں
جیتے جی ترکِ خودی کر - خودکشی اچھی نہیں

بیسوا ہی زالِ دنیا ہے دنی - اچھی نہیں
کون کہتا ہی کہ اچھی ہی اجی اچھی نہیں

ہاں یہ ڈر ہی تیرے جاتے ہی نہ آجائے خودی
تو کچھ اپنی ذات سے ای بیخودی اچھی نہیں

ہو گیا سینہ اگر جل جلکے خاکستر تو کیا
آگ دل کی زیرِ خاکستر وہ بی اچھی نہیں

آپ سے جاؤں - تو سب کہتے ہیں دیوانہ مجھے
آپ میں آؤں - تو سنتا ہوں خودی اچھی نہیں

موم بہتر سنگ سے ہی - صلح بہتر جنگ سے
آشتی اچھی - طبیعت آتشی اچھی نہیں

درد و کلفت کی یہ ساتھی - رنج و غم کی یہ شریک
ناکسی میری ہے جو سمجھوں بیکسی اچھی نہیں

حسرت اچھی ہی - نکل جائے جو پہلے جان سے
جان اچھی ہی - مگر حسرت بھری اچھی نہیں

آندھیاں آہوں کی ہیں سینے میں اڑتی ہی خاک
سرزمینِ شہرِ دل خاک بھی اچھی نہیں

دیکھ - کوئی دیکھ لیگا - تاڑ جائیگا کوئی
شوقِ دیدار - اس طرف کو ٹکٹکی اچھی نہیں

ہنسنے والے ہنس رہے ہیں - رو رہا ہی دل مرا
دل لگی اچھی سہی دل کی لگی اچھی نہیں

دوستوں کے دشمنوں سے دوستی - ہی دشمنی
دشمنوں کے دوستوں سے دوستی - اچھی نہیں

اب کہاں وہ دن کہ تھی دل کی لگی اک دل لگی
اول اول تھی وہی اچھی۔ وہی اچھی نہیں

دونوں ہیں ناچیز حافظ اور حافظ کی غزل
طرح کا شکوہ غلط ہے۔ فکر ہی اچھی نہیں

موت بہتر زندگی سے۔ زندگی اچھی نہیں
موت یہ ہی۔ آ رہے وہ موت بھی اچھی نہیں

دل لگانے والوں سے یہ دل لگی اچھی نہیں
بیدلوں سے کہ رہے ہو بیدلی اچھی نہیں

پوچھنے آئے ہیں وہ سنکر مری حالت بری
اب میں کس منھ سے کہوں حالت مری اچھی نہیں

ہو نکلے ویسے ہی فرشتے جیسی مہجوروں کی روح
موت کا کیا پوچھنا جب زندگی اچھی نہیں

سر کو دھنتی ہے کھڑی سر کے سرہانے بیکسی
یاس روتی ہے کہ حالت ہے بری۔ اچھی نہیں

کیا کریں ظاہر کو لیکن۔ ہو اگر باطن برا
صورت اچھی ہو نہ ہو سیرت بری اچھی نہیں

عرض کی۔ حالت بری ہے دل کی۔ فرمایا کہ ہاں
کہتے ہیں۔ جب تو چھپے ہو گی کبھی اچھی نہیں

ہو برا یا ہو بھلا سب سے بھلائی ہے بھلی
نیک و بد سے نیکی اچھی ہے۔ بدی اچھی نہیں

ضعف سے بند اب زبانِ قال کا ہے ناطقہ
اے زبانِ حال تیری خامشی اچھی نہیں

خیر گر یہ ہی ہو۔ کبوتر پر۔ عریضے پر مرے
جو خبر سنتا ہوں میں اڑتی ہوئی۔ اچھی نہیں

بندۂ بیچارہ کو کیا چارہ ہے۔ جز بندگی
بندگی اچھی۔ مگر بیچارگی اچھی نہیں

قدر دانی قدر والوں کی۔ جو مجھکو داد دیں

ورنہ ای حافظ غزل تو واقعی اچھی نہیں

دل لگانی کی بُری ہے دل لگی۔ اچھی نہیں
زندگی بھر جو رُلائے وہ ہنسی اچھی نہیں

یا مری تدبیر کی ترتیب ہی اچھی نہیں
یا کوئی تدبیر ہی تقدیر کی اچھی نہیں

ہیں نکمے۔ میرے دل کے آبلے۔ سینے کے داغ
یہ وہ پھلواری ہے۔ جو پھولی پھلی۔ اچھی نہیں

میہمان آیا خیال اُنکا۔ میں ٹھہراؤں کہاں
ٹوٹے پھوٹے دل کے شیشے میں پری اچھی نہیں

آگے ہتی تھی کبھی اچھی۔ کبھی حالت بُری
اب تو مجھمیں کوئی بھی حالت۔ بُری اچھی نہیں

دیکھنے والے۔ کہاں سے دیکھنے کی لائیں تاب
پردہ اچھا ہے ترا بے پردگی اچھی نہیں

اچھی صورت والے ہیں اس اچھی صورت پر فدا
مر رہا ہوں ہجر میں۔ صورت مری اچھی نہیں

نے تکلف ہیں۔ زری لیکر کہاں اوڑھیں بچھائیں
کملی اچھی ہے فقیروں کو۔ زری اچھی نہیں

ہو تجلی جلوہ فرما۔ دل کی یہ قسمت کہاں
دردہی کی ہو چمک ظلمت نری اچھی نہیں

دل وہی اچھا رہا۔ جس دل کی نکلی آرزو
آرزو۔ جو دل کی دل میں رہ گئی۔ اچھی نہیں

وہ نگہ۔ جو تیر سی دل پر پڑی تھی۔ خوب تھی
وہ نظر۔ جو تم نے دل سے پھیر لی۔ اچھی نہیں

یا تڑپ لینے دے۔ یا کرنے دے ضبطِ دردِ دل
یہ زبردستی تو ای بیطاقتی۔ اچھی نہیں

ایک دن میں چار غزلیں مر کے ای حافظ لکھیں
چاروں میں سچ پوچھیے تو ایک بھی اچھی نہیں

پاؤں جاتے ہوئے تھک جائیں تو پروا ہی نہیں
کہ پہنچکر تو مدینے سے پھر آنا ہی نہیں

ہائے وہ تاروں بھری ہجر نبی کی راتیں
ایک تارا مری تقدیر کا چمکا ہی نہیں

ان کے بگڑے سے مری جان پر آ بنتی ہے
حضرتِ دل کا تو کچھ بنتا بگڑتا ہی نہیں

سر کی آنکھوں نے خدا جانے خطا کیا کی ہے
دل کی آنکھوں سے تو سرکار کو پردہ ہی نہیں

سجدۂ شکر سے میں سر نہ اوٹھاؤں تو بجا
ماسوے اللہ کے آگے کبھی جھکتا ہی نہیں

فاصلہ طیبہ کا دیکھا تو یہ بولی وحشت
کہ مرے سامنے یہ تو کوئی پلّا ہی نہیں

تمکو اللہ دکھاتا ہے خود اپنا دیدار
اَرِنی کہکے سنیں حضرتِ موسےٰ ہی نہیں

دیکھنے والے کا صدقہ ہے یہ ماشاءاللہ
جان پہچان ہوا وہ جسے دیکھا ہی نہیں

میں ہو الجھن میں فنا جب - تو پکاری وحدت
اب من و تو ہی نہیں - اپنا پرایا ہی نہیں

دل میں آتا ہے تو آنکھوں میں ٹھہر کہ آؤ
اس سے بہتر کوئی منزل - کوئی رستا ہی نہیں

موت لیجائے عرب کو - یہ ہے تقدیر کے ہاتھ
زندگی کہتی ہے - میرا تو بھروسا ہی نہیں

اب میں کیا کھا کے جیونگا - یہ بتا اے غمِ شاہ
بوند بھر خون تو دل میں مرے چھوڑا ہی نہیں

منتظر خواب میں آنے کا کسی نے تو کیا
ورنہ حافظ نے کوئی خواب تو دیکھا ہی نہیں

آپکے در کے سوا میرا ٹھکانا ہی نہیں
کوئی ملجا - کوئی منجا - کوئی ماوا ہی نہیں

جبہہ سائی گرو کتنی ہی کہیں سر رگڑو
جو نوشتہ ہی مقدر کا وہ مٹتا ہی نہیں

کوئی سالک کوئی مجذوب ہی - میں ہوں ناچیز
کوئی ایسا کوئی ویسا ہی میں کیسا ہی نہیں

وہ چھپے مجھسے - مرے دل میں تصور اُنکا
چھپکے بیٹھا ہی کچھ ایسا کہ نکلتا ہی نہیں

پاوں نے ایسی پکڑلی ترے کوچے کی زمیں
لاکھ اوٹھوں - لاکھ اوٹھاوں قدم اوٹھتا ہی نہیں

عقل پر پردہ غفلت یہ پڑا ہی بھاری
بیٹھتے اوٹھتے کسی وقت یہ اوٹھتا ہی نہیں

مرگ طیبہ کی توقع نے لگا رکھا ہی
اور کوئی مرے جینے کا سہارا ہی نہیں

مر رہا جاکے وہیں - پھر کے نہ آیا جو گیا
عدم آباد کا کچھ حال تو کھلتا ہی نہیں

لیچل ای وحشت دل - ابتو مدینے کی طرف
دشت ہو یا ہو چمن جی کہیں لگتا ہی نہیں

ای خدا تیرے حوالے ہی مرا طفل سرشک
یہ وہ بچہ ہی - جو گھر سے کبھی نکلا ہی نہیں

عرش کا نور یہ ہی - نور کا پتلا یہ ہی
جسکو کہتے ہیں بشر - خاک کا پتلا ہی نہیں

مرنے والے ترے - بے موت ہی مرجاتے ہیں
موت کے واسطے جیتا کوئی بچتا ہی نہیں

ایک ہی نام ہی محبوب و محب کے کتنے
حل کوئی کر دے اسے - یہ وہ معما ہی نہیں

دلسے نکلیگی اگر آہ - تو جائیگی کہاں
راستا اسنے مدینے کا تو دیکھا ہی نہیں

ضعف میں فیض ہی کچھ درد کی بیتابی کا
ورنہ میں اپنے ارادے سے تڑپتا ہی نہیں

اپنی کچھ فکر نہیں مجھکو تمھارے ہوتے
میں وہ بندہ نہیں جسکا کوئی مولےٰ ہی نہیں

دھوم سنتے تھے کہ جنت میں ہیں سب نقش و نگار ۔ تیرے کوچے کا تو اُس میں کوئی نقشا ہی نہیں

گنبدِ خضرِ گردوں کو میں کیا دے ٹپکوں ۔ سامنے روضے کا جب قبۂ خضرا ہی نہیں

یاد آتا نہیں بھولے سے بھی ہمکو وہ کبھی ۔ بھولنے والوں کو جو دل سے بھلاتا ہی نہیں

ہاتھ آیا ہے مجھے دامنِ رحمت کسکا ۔ اپنے جامے میں خوشی سے میں سماتا ہی نہیں

اگلے پچھلوں کا تمھیں علم دیا ہے حق نے ۔ کچھ پس و پیش نہیں کچھ مجھے شبہا ہی نہیں

اپنی صورت سے وہ شرما گئے اللہ اللہ ۔ آئینے نے یہ تماشا کبھی دیکھا ہی نہیں

طور پر حضرتِ موسے نے تو کیا کچھ دیکھا ۔ ہمکو ہرمے کے سوا کچھ نظر آیا ہی نہیں

اک نگہ پر تری موقوف ہے مرنا جینا ۔ کوئی جیتا ہی نہیں خود کوئی مرتا ہی نہیں

صبحِ مولد شبِ معراج میں یا وقتِ وفات ۔ مغفرت عاصیوں کی آپ نے کب چاہی نہیں

دل میں ہونے کی تمنا ہے جب تک دل ہے
اور کوئی دل حافظ میں تمنا ہی نہیں

مرضِ عشق کا جز مرگ مداوا ہی نہیں ۔ اس سے بہتر مرے حق میں کوئی نسخا ہی نہیں

کچھ تمنا ہو تو جینے کی تمنا بھی کروں ۔ کیا کروں جیکے مجھے کوئی تمنا ہی نہیں

کوچہ یا پھر کو نمک زخمِ جگر کی ہے یہ خو ۔ کچھ یہ چھوٹے ہو تو منہ سے کبھی کہتا ہی نہیں

وہ تسلی کو اگر ہاتھ بھی رکھیں تو کہاں ۔ دل تو سینے میں ہمارے کبھی ہوتا ہی نہیں

ایک میں ہوں کہ نہیں چین کسی کروٹ پر — ایک میرا ہی مقدر کہ پلٹتا ہی نہیں

صبر سد پرہ۔ تڑپنے نہیں دیتا دل کو — ایک چھاتی کا یہ پتھر ہی کہ ٹلتا ہی نہیں

کیسے کیسا ہی مرا آئینہ خانہ دل کا — اپنی تصویر نہ بن جاؤ کہ گویا ہی نہیں

میرے گھر کیا ہی۔ میں بیجان پڑا ہوں تنہا — اور گھر جاکے اجل دیکھ میں جیتا ہی نہیں

کوئی پوچھے بھی۔ تو کہتے نہ بن آئے۔ صد شکر — کہ مری بات کا کوئی پوچھنے والا ہی نہیں

شوق سے آج چلی جائے۔ جو کل جاتی ہو — مجھکو جینا ہی نہیں۔ جان کی پروا ہی نہیں

سینہ سنسان ہی۔ نہ دل ہی نہ جگر پہلو میں — ایسا اُجڑا ہی کہ گویا کبھی کچھ تھا ہی نہیں

ای فلک۔ اسکو ذرا دل میں جگہ دیدینا — یہ وہ نالہ ہی کہ دل سے کبھی نکلا ہی نہیں

اشک آنکھوں میں پلا۔ عمر بھر آنکھوں میں بڑھا — گر نجائے کہ یہ گر کر کبھی اوٹھتا ہی نہیں

عشق بدنام کریگا۔ یہ خبر تھی کسکو — جانتا میں تو کبھی نام تو لیتا ہی نہیں

دل میں ہی سوز۔ جگر میں ہی قلق۔ سینے میں درد — اور تو کچھ مرے اشکوں سے ٹپکتا ہی نہیں

میرے ہی کام نے دنیا میں یہ پایا ہی شرف — بنکے بگڑے تو بگڑ کر کبھی بنتا ہی نہیں

دل کو کڑھنے کی تو خو ہوگئی کڑھتے کڑھتے — اب ہو کیسی ہی اذیت۔ مجھے ایذا ہی نہیں

چٹکیاں لینی ہیں ای درد۔ تو لے تھم تھم کر — دل ہی یہ دل ہی۔ نرا گوشت کا ٹکڑا ہی نہیں

جان باقی ہی نہ دل میں نہ جگر میں دم ہی — زندگی کا کوئی پہلو نظر آتا ہی نہیں

آفریں اے تپشِ دل - مجھے تڑپا ہی دیا | ضعف کا زور ترے سامنے چلتا ہی نہیں

ہے عبث اُنکے نہ آنے کا گلہ اے حافظ
تو تو کمبخت کبھی آپ میں ہوتا ہی نہیں

عرس شریف ۲۲ - ربیع الاول ۱۳۲۳ھ کے موقع پر

فضلِ رحمٰن ظلِّ حق - ابرِ کرم احمد میاں
مجھکو کیا غم ہے - مرے سر پہ ہے دوہرا سایباں

فضلِ رحمٰن چلا ہے نامِ احمد کے طفیل
نامِ احمد فضلِ رحمٰن سے ہوا وردِ زباں

میرا یہ ہی بڑا - میرا وسیلہ ہے بڑا
فضلِ رحمٰن کیوں نہ ہو - ہے پاے احمد درمیاں

دامنِ محشر میں جو عاصی سما سکتے نہیں
دامنِ رحمت میں ہیں وہ فضلِ رحمٰن کے یہاں

بن گئی بادِ مراد آباد انفاسِ مسیح
ہے یہاں کی سرزمیں گویا چہارم آسماں

ہے یہاں کا ذرّہ ذرّہ محوِ نورِ ذات میں
ایک ہی عالم یہاں ہے از مکاں تا لامکاں

پاؤں کے لیلوں قدم - یا چوم لوں قدموں کے پاؤں
میں کہاں - گنج مراد آباد کی گلیاں کہاں

خاندانِ احمدی کو رحمت و نعمت ملی
رحمت اللہ نعمت اللہ - دو قمر - دو نوجواں

میرے سر پر ہے میرے آقا - دونوں پیاروں کا طفیل
ڈوبتا ہوں - مجھکو کردو بحرِ غم سے برکراں

لب کو دردِ دل ادا کرنے کی کیوں تکلیف دوں
سب ہے تم پر آشکارا - آشکارا و نہاں

ہوئی ہی ایسی شرمندہ۔ لبِ شیرین خضرت سے
نہ یہ خو ہی۔ نہ یہ بو ہی۔ نہ کوئی اور طرّہ ہی
ترے سروِ خراماں کی کرے جو تی قدم رنجہ
لبِ لعلِ نبی کے سامنے۔ پتھر ہی پھر پتھر
ہیں آٹھوں جنتیں ادنےٰ۔ اکیلا روضہ ہی اعلےٰ
سُنا ہوگا کہ نیکی کر کنوئیں میں ڈال۔ کہتے ہیں
ہزاروں سائلِ جنت ہیں۔ لاکھوں طالبِ دولت
کہوں کیا لطف۔ جب مژدہ سنا ٹھوکر لگانے کا
ہتھیلی کی طرح چودہ [14] طبق ہیں سامنے روشن
گداؤں کی نوا یہ۔ بینواؤں کی صدا یہ ہی
نہ پوچھو ہمسے دیوانوں کا جی کیونکر بہلتا ہی
نکلکر پانی باہر۔ ذرا یہ سیر تو دیکھو
نہ کانوں میں بھنک آئی۔ نہ آنکھوں نے جھلک پائی
ہوئیں جا گوشِ شب پلکیں۔ کیا چھڑکاو اشکوں نے
گلے کو گھونٹکر خود۔ مرنے والے سر پہ جھکتے ہوتے

حلاوت۔ ڈوب مرنے کو چلی ہی آبِ حیواں میں
بلا جائے بنی کے گیسوؤں کی سنبلستاں میں
نرالی شاخ ایسی کونسی ہی سروِ بستاں میں
لگے ہیں لعل ایسے کونسے کانِ بدخشاں میں
زمین و آسماں کا فرق ہی۔ رضوان و رضواں میں
جبھی یوسف کو ڈالا بھائیوں نے چاہِ کنعاں میں
کمی ہی کونسی نعمت کی تیرے خوانِ احساں میں
یہ جانو۔ جان میں جان آ گئے آئی جسمِ بیجاں میں
خدائی بھر خدا کی۔ ہی کفِ محبوبِ ذیشاں میں
گدائے بینوا کو کون پوچھے بزمِ سلطاں میں
بہلتا ہی۔ وہ جلوہ دیکھکر ریگِ بیاباں میں
پرو کر لائے ہیں ٹکڑے جگر کے نوکِ مژگاں میں
کہ کیا باتیں ہوئیں۔ کیسے اشارے جان و جاناں میں
کسی دن بھر گیا تھا صحنِ روضہ چشمِ گریاں میں
کریں کیا۔ خود بدولت جلوہ فرما ہیں رگِ جاں میں

گرا سر اوس قلم پر شوق میں جھڑکی ادب نے دی — پشیمانی پکاری۔ اب سے اٹھا لو گریباں میں
خطر تیرے فقیروں کو ہو کیا طوفانِ محشر کا — کہ جنکا بوریا ہو جیں اوڑا لئے جوشِ طوفاں میں
لعابِ پاکِ لبِ حضرت کا چکھنے کو جو مل جاتا — سکندر تھوکنے کو بھی نہ جاتا آبِ حیواں میں
پڑا رہنے دو ہو لے خاکِ در پر ہم فقیروں کو — اسے پہونچینگے۔ چاٹینگے۔ ملینگے جسمِ عریاں میں
پھرینگے مارے مارے اب کہاں اعمالِ بد یارب — جگہ خالی نہیں باقی ہمارے فردِ عصیاں میں
جب آنکھیں موند لیں خطرے مٹے خاطر ہوی یکسو — کھلی آنکھوں سے رخنے پڑ رہے تھے دین و ایماں میں

مرا منھ اور وصفِ مصحفِ رُخ ہے یہی حافظ
بشر کیونکر ملائے نظمِ الٰہی۔ نظمِ قرآں میں

عرس شریف ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ

تم ہو طبیب میں ہوں بیمار فضلِ رحمٰن — ہے مجھکو دردِ دل کا آزار فضلِ رحمٰن
دربار ہے تمھارا دربار فضلِ رحمٰن — سرکار ہے تمھاری سرکار فضلِ رحمٰن
اشکوں سے لاگے گوہر آنکھیں کریں نچھاور — دربار ہے تمھارا دربار فضلِ رحمٰن
اب کون غم کی پالے۔ اے دل خوشی منالے — میں اک مریدِ غمگیں غمخوار فضلِ رحمٰن
آنکھوں میں دل میں تیرے جلوے بھرے ہوے ہیں — ہے آج عام تیرا دیدار فضلِ رحمٰن

ٹٹی سلامیوں کی دروازے پر لگی ہی
در پر کھڑی ہوی ہی دیوار فضلِ رحمٰں

دربارِ خاصِ حق کا تو باریاب ٹھہرا
دربارِ عام تیرا دربارِ فضلِ رحمٰں

کھلجائے چشمِ وحدت مٹ جائے نقشِ کثرت
دیدارِ حق ہو تیرا دیدار فضلِ رحمٰں

آکر غلام لاکھوں بکتے ہیں تیرے ہاتھوں
کتنا ہی گرم تیرا بازار فضلِ رحمٰں

جو جیتے جاگتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں
ہیں اپنی خوابگہ میں بیدار فضلِ رحمٰں

وہ زندگی عطا کر جو ہاتھ آئے مر کر
اس زندگی سے دل ہی بیزار فضلِ رحمٰں

مرنے سے پہلے مرنا آسان کر دکھا دو
سمجھے ہیں مرنے والے دشوار فضلِ رحمٰں

صدموں نے مجھکو کوٹا گردش نے مجھکو پیسا
کر دو کُٹے پسے کو ہموار فضلِ رحمٰں

پیکر ترا پیالہ پانی ہی جانِ تازہ
تھا جامِ عمر میرا سرشار فضلِ رحمٰں

تھک تھک گئے ہیں پیاسے دن رات پیتے پیتے
جھک جھک گئے ہیں پیر مے‌خوار فضلِ رحمٰں

اک رندِ لاابالی لایا ہی جامِ خالی
فیضِ نظر سے کر دو سرشار فضلِ رحمٰں

سچ مچ وہ شے پلا دو حافظ کو مست کر دو
ہم نے پیے تمھارا مے‌خوار فضلِ رحمٰں

عرس شریف ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ

کیا مدح لکھ سکوں میں شایانِ فضلِ رحمٰں
ہی شانہٗ تعالےٰ کیا شانِ فضلِ رحمٰں

کتنا وسیع یارب ہی خوانِ فضلِ رحمٰں
کتنے خلیل تیرے مہمانِ فضلِ رحمٰں

اک ہاتھ اور لاکھوں گردنوں کی دستگیری
ہیں لاکھ ہاتھ اور اک دامانِ فضلِ رحمٰں

ہر روز عیدِ قرباں ہی اونکے بسملوں کو
قربانِ فضلِ رحمٰں - قربانِ فضلِ رحمٰں

حضرت کے نام لیوا بیکس نہیں نہ تنہا
ہی ساتھ ساتھ فضلِ رحمٰن فضلِ رحمٰں

ہیں اونکے چشم و ابرو تیر و کمان فضل کے
سر آنکھوں پر ہمارے فرمانِ فضلِ رحمٰں

اہلِ نظر کہیں جب حدِ نظر سے باہر
ممکن ہی کوئی پائے پایانِ فضلِ رحمٰں

علم الیقین پڑھکر عین الیقین پایا
حق الیقین ٹھہرا ایمانِ فضلِ رحمٰں

حاضر کی بھی مدد ہی مشکل مگر نہ اتنی
غائب کی دستگیری ہی شانِ فضلِ رحمٰں

جو ہی خدا رسیدہ کہتا ہی چشم دیدہ
پہنچا ہوا ہی دُھر تک عرفانِ فضلِ رحمٰں

تیرِ نگہ کی لذت ممکن نہیں کہ بھولے
دل میں چبھا ہوا ہی پیکانِ فضلِ رحمٰں

قدموں سے آگے جھک کر جائے کہاں سرِ اسر
بھاری بہت ہی بارِ احسانِ فضلِ رحمٰں

ای بخیہ گر نہ سینا سینے کے چاک للہ
چاکوں سے آرہا ہی فیضانِ فضلِ رحمٰں

اونچے نہ سب ہیں بھاری ہلکے نہ سب ہیں نیچے
تولے ہوے ہی سب کو میزانِ فضلِ رحمٰں

اسپر بھی اونکے پیاری ہی دولہی ہماری
ہی محو ذاتِ باری ہر آن فضلِ رحمٰں

ہاں ذرا تکلیفِ جنبش دو لبِ جاں بخش کو
موت کا ڈر۔ قرض کا غم۔ دردِ دل۔ فکرِ معاش
المدد مولےٰ۔ مرا پردہ ہوا جاتا ہی فاش
کسکے در کا۔ کسکے گھر کا۔ لے سہارا خانہ زاد
پنجروزہ زندگی۔ کر دو ٹھکانے سے بسر

گھٹ رہا ہی دم سسکتا ہی پڑا یہ نیم جاں
اتنے صدمے کس طرح جھیلے اکیلا ناتواں
مجھکو دامن میں چھپا لے بفضلِ رحمٰں الاماں
نام لیوا آپ کا۔ کس سے کہے۔ جائے کہاں
عمر کے پچپن ۵۵ برس میں کر چکا ہوں رائگاں

تیرا حافظ تیرا بیکس بنکے آیا دادخواہ
تیری رحمت تیرے احمد کی دوہائی الاماں

اشکِ خونِ ہجر ہی میں ہیں بہارِ دامن
پھول جب تک غنچہ ہوں روضے کے۔ دو چارِ دامن
خاک ہو کر تیرے کشتے ہیں غبارِ دامن
ہی مرا مشتِ غبار آپ کا بارِ دامن
مرغِ دل کشتہ ہوا اوٹ جو دامن کی ہوئی
بخیے دامن سے ہوا دیں جو وہ پامالوں کو
آستینوں سے ہوا دستِ جنوں دست و بغل
قدرداں دیدۂ تر دامنِ تر کا نکلا

خون کے چھینٹے ہوئے نقش و نگارِ دامن
کہیں دو چار ہی کلیاں ہوں بہارِ دامن
بارِ خاطر تو نہیں گو کہ ہیں بارِ دامن
بارِ دامن بھی نہیں بلکہ ہی عارِ دامن
یہ شکار آپ کا ہی یا ہی شکارِ دامن
جی اوٹھیں۔ اوٹھکے کریں جان نثارِ دامن
جب سلامت نہ رہا ایک بھی تارِ دامن
گوہرِ اشک ہوے گر کے نثارِ دامن

دامنِ تر سے بھی کچھ شرم نہ آئی حافظ
چار آنسو نہ ہوے گر کے نثارِ دامن

چھری موجِ تبسم کی بجھی تھی آبِ حیواں میں
کہ جانِ تازہ لہریں لیتی ہی خونِ شہیداں میں

قسم کھانے کو پہ چکھنے کو۔ نہ ہجائے نمکداں میں
نمک بھر جاے کٹ کٹ کر مرے زخمِ خنداں میں

رگِ وحشت کو ای فصّاد ناحق چھیڑنے آیا
کہاں نشتر میں وہ لذت۔ جو ہی خارِ مغیلاں میں

دکھایا ہی مرے دستِ جنوں نے کیا یدِ طولے
اگر چلیے۔ تو پہلے پاؤں اولجھیں چاکِ داماں میں

نہیں ہو جب۔ سینے سے کلیجے سے لگا لینا
کیسکو کیا بتاؤں۔ کیا ہی لذت دردِ پنہاں میں

ازل میں جو پریشانی بنی۔ وہ کس جگہ رہتی
دلِ عشاق میں۔ یا آپ کی زلفِ پریشاں میں

کسی تیغِ تبسّم کا مزہ جب یاد آتا ہی
تو پانی بھر بھر آتا ہی دہانِ زخمِ خنداں میں

کریں کیا ساز و ساماں ہمسے بے ساز اور بے ساماں
کہ ہی بے ساز و سامانی۔ ہمارے ساز و ساماں میں

نہ سمجھو خون کا قطرہ۔ یہ ٹکڑا ہی کلیجے کا
نکلکر گود سے میری۔ رہا آغوشِ مژگاں میں

ذرا دیکھو تو کیفیّت مرے جوشِ تصوّر کی
ہی اک بزمِ تماشا پتلیوں کی چشمِ حیراں میں

شریکِ درد ہوتا تھا۔ جو تھا دعواے ہمدردی
بڑے بیدرد ہیں احباب۔ جو ہیں فکرِ درماں میں

جنوں میں جب کبھی دیکھا۔ بہم دست و بغل دیکھا
ہوی ہی راہ کچھ در پردہ چاکِ جیب و داماں میں

اوڑا دے دھجیاں دامن کی۔ لتّے دھجیوں کے لے
کہاں دستِ جنوں تو پھنس رہا چاکِ گریباں میں

یہ نکلیگا۔ تو اے قحطِ سخن تیری خبر لیگا
نہیں حسنِ معانی دل میں۔ یہ یوسف ہی زنداں میں

نہ آہوں نے۔ نہ اشکوں نے بجھایا دل کے شعلے کو
چراغِ زیرِ داماں جل رہا ہی باد و باراں میں

ہی پیدا درد کیا۔ درماں کیا۔ یہ دردِ سر لے کون
بلا پڑتی ہی میری۔ امتیازِ درد و درماں میں

یہ لو دستِ جنوں نے فیصلہ اسکا بھی کر ڈالا
ندامت سے کبھی سر ڈال لیتے تھے گریباں میں

دوا کوئی نہ راس آتی۔ نہ صحت میرے پاس آتی
بنی رہتی یہ ان بن۔ جو ہی میرے درد و درماں میں

ہنسی سوجھی مرے زخمِ جگر کو۔ تو نئی سوجھی
بنڈیرا سکب پکھ چکھ کے۔ جتنا تھا نمکداں میں

لیے تو جاتے ہیں پکڑے ہوے تیرے بلاکش کو
اگر بھولا اسلئے دے مسرت اوسکو زنداں میں

اسے قل جانا ہو گا ترے صحرا نوردوں کا
کہ کیا کھٹ جانے والی نوک ہی خارِ مغیلاں میں

نکلکے گھر سے۔ دیوانوں نے جنگل کی ہوا کھائی
جب اتنا پھیر کھایا۔ تب کہیں پہنچے وہ زنداں میں

ابھی تو جھٹپٹا ہی۔ تو نکل جا آگے اے وحشت
رفاقت کو بہت ہی بیکسی شامِ غریباں میں

نچھوڑا تو نے کیوں دستِ جنوں۔ کیا کچھ گراں گزرا
نتھا ایسا تو بھاری بوجھ بھی طوقِ گریباں میں

ابھی سے بس نکر ہمت نہ ہار۔ اے پنجۂ وحشت
ابھی تو ہاتھ بھر کا فاصلہ ہی جیب و داماں میں

خدا سمجھے۔ اگر قابو چلے ان عقل والوں کا
تو دیوانوں کو چُن چُن کر چنیں دیوارِ زنداں میں

غذاے روح۔ لطفِ زیست۔ حظِّ دل سبھی کچھ ہی
چھپی ہیں للہ تیر کیا کیا۔ ہمارے دردِ پنہاں میں

غذا خونِ جگر ہی۔ درد ہی دل میں نہیں ہی لب پر
ہماری ہی ادائیں ہیں ہمارے زخمِ خنداں میں

خطر کیا آفتابِ حشر کا حافظ ہے ہر سر پر
ہے سایہ فضلِ رحماں کا ہوں ظلِّ فضلِ رحماں میں

ترے قد سے ہوا یہ شور برپا جنّ انساں میں
کہ اُگا نورِ واجب کا ہے روشن بزمِ امکاں میں

ہزاروں داغ کھائے داغ پر سو لاکھ ہجراں میں
ہزاروں داغ پنہاں ہیں مگر اک داغ نمایاں میں

مرے دیوانہ ہوئے کے تھے سیرِ بیاباں میں
لئے آہن پاؤں توڑ کر بیڑیاں کمبخت زنداں میں

گلے کو کیوں نہ رکھیں ہم حفاظت سے گریباں میں
گلے میں ہے رگِ جاں مالکِ جاں ہے رگِ جاں میں

الٰہی یہ کیا تھا خوبرو یوسف سا رہنے کو
کنوئیں میں پھر زلیخا کے دلِ خستہ میں زنداں میں

گھرے تھے حلقۂ اعدا میں جو پیاسے شہادت کے
اونھیں بارانِ رحمت کا مزہ تھا تیر باراں میں

اندھیری بیکسی کی شب تصورِ روئے حضرت کا
انیس او سکے سو کوئی نتھا حالِ پریشاں میں

مبارک عمر بھر ہو کافروں کو جنتِ دنیا
میں مومن ہوں کہ قید عمر کاٹی رہ کے زنداں میں

ملی اوجڑے ہوئے دل کو ودیعت عشق کی دولت
خزانہ سب سے رکھتے ہیں چھپا کر جا ویراں میں

نسیمِ حرم میں کے جھونکوں سے اوڑی صرصر کھلے غنچے
خزاں بھاگی بہارِ بے خزاں آئی گلستاں میں

نسیمِ طیبہ لیکر آتی ہے کس پھول کی خوشبو
چٹک کر کہتے ہیں صلِّ علیٰ غنچے گلستاں میں

خدا جانے صبا نے کیا گلوں کے کان میں پھونکا
کہ ہر گل نے قبا کی ہے قبا اپنی گلستاں میں

کھڑا ہے سرو قد اک پاؤں پر یوں ہر شجر یارب
برائے نذر لیکر ڈالیاں اپنی گلستاں میں

آئیں تو شان والے ۔ جائیں تو جان والے
دیکھیں تو آن والے اک آنِ فضلِ رحمٰں

احمد میاں کے دم سے اس گھر میں ہے اُجالا
روشن یہ ہے چراغِ ایوانِ فضلِ رحمٰں

رحمت ہیں رحمت اللہ ۔ نعمت ہیں نعمت اللہ
دو نورِ دیدہ جان و جانانِ فضلِ رحمٰں

دربار میں خبر ہے حافظ کی حاضری کی
کیا منتظر کھڑے ہیں دربانِ فضلِ رحمٰں

ردیف (و) (واو)

آرزو ہی ہے جب کے مر قالب سے رخصت جان ہو
وردِ لب نامِ نبی دل میں خدا کا دھیان ہو

دل تصدق ۔ جان صدقے یا نبی روحی فداک
تو ہی میرا دل ہو ۔ تیرا غم ہو میری جان ہو

موت برحق ہے ۔ ضرور آئیگی ۔ گھر ہو یا سفر
ہاں مدینے میں اگر آجائے تو احسان ہو

میرا جینا ۔ میرا مرنا ۔ ہے تمھیں پر منحصر
روح کی روحِ رواں تم ۔ جان کی تم جان ہو

دل کی دل ہی میں رہے ۔ دل کی تمنا ہے یہی
تم مرے دل کی تمنا ۔ تم مرے ارمان ہو

ہجر والے میں نکلتا ہے بڑی مشکل سے دم
دم نکل جائے تو یہ مشکل بڑی آسان ہو

چشم و دل ہیں گھر تمہارے شوق سے بیٹھو اٹھو
کوئی کس منہ سے یہ کہہ سکتا ہے تم مہمان ہو

جان ہم تم سے چرائینگے ۔ ہماری جان کیا
تم ہماری جان کیا ہو جان کی بھی جان ہو

منزلیں طیبہ کی جو ہوں یہ ہیں باتیں دور کی — پہلے ہی دل گھر سے چلنے کا تو کچھ سامان ہو

جب سفر کرتے ہیں پہلے ڈھونڈھ لیتے ہیں رفیق — ہم ابھی چلدیں عدم کو ساتھ اگر ایمان ہو

کاش دیدے سجدۂ درِ آپ کا داغِ جبیں — روزِ محشر ہم غلاموں کی یہی پہچان ہو

دل وہ پیارا جان سے بھی جو فدا ہو آپ پر — جان پیاری ہے وہی جو آپ پر قربان ہو

وہ سرہانے لائے ہیں تشریف میں ہوں جاں بلب — اوٹھوں اور اوٹھکر فدا ہو جاؤں اتنی جان ہو

دم گھٹا جاتا ہے میرا تنگنائے دہر میں — میری وحشت کو بڑا سا حشر کا میدان ہو

کاش وہ دن ہو کہ حافظ ہو طلب دربار میں

نذر کرنے کو یہ جو تھا نعت کا دیوان ہو

جانتے بوجھتے ناقابلِ محفل مجھکو — قابلوں میں کبھی کر لیجیے شامل مجھکو

کیا غمِ ضعف جو ہو جذبۂ کامل مجھکو — دوڑ کر دور سے لے طیبہ کی منزل مجھکو

بیٹھکر ضعف سے اوٹھنا بھی ہے مشکل مجھکو — ایک منزل ہے نئی دوریِ منزل مجھکو

دلبری کی جو ادائیں ہیں وہ دل ہی جانے — دلدہی کرتے ہیں اب جانکے بیدل مجھکو

دل سے میں مجھسے ہے دل پھر بھی ہیں بیزار — کبھی میں دل کو مناتا ہوں کبھی دل مجھکو

ہوکے شرمندہ گریبان میں ڈالوں منھ کیا — اپنا آئینہ دکھاتا ہے مرا دل مجھکو

کسی کروٹ تو پڑا رہنے کا نکلے پہلو — کسی پہلو تو پڑا رہنے دے اے دل مجھکو

جل بجھی شمع۔ جلا رشک سے میں سوختہ بخت
کیا ملی۔ یوں جو ملی آپ کی محفل مجھکو

بیڑیاں ضعف نے پہنائیں۔ رہِ طیبہ میں
چلنے دیتی نہیں یہ قیدِ سلاسل مجھکو

جیتے جی موت جو ٹل جائے تو ٹل جائے مگر
جان جانے کی نہیں چھوٹ کے بسمل مجھکو

تھی اشارے کی ادا کیا کہ ہوا دل ٹکڑے
کچھ تو روداد سنا دے مہِ کامل مجھکو

جیتے جی فرض ہوا مرنے سے پہلے مرنا
مردہ ہونے کے لیے زندہ ملا دل مجھکو

مجھ میں طاقت تھی کہاں یہ کہ مدینے جاتا
کھینچتی لیگئی میری کششِ دل مجھکو

اپنے پروانوں کا صدقہ۔ مجھے مہجور نہ رکھ
پھونکے دیتی ہے تری دوریِ محفل مجھکو

وہی عاقل ہیں جو کہتے ہیں مجھے دیوانہ
ہیں وہ دیوانے۔ سمجھتے ہیں جو عاقل مجھکو

جب ملا حکم کہ اب جا۔ کبھی پھر آ جانا
رہگئی تکتی کی تکتی بھری محفل مجھکو

موت ہر وقت مری تاک تری گھات میں تھی
زندگی تو نے کیا موت سے غافل مجھکو

عیب دے یا کہ ہنر۔ دے تو خدا دے پورا
بیکمالی بھی جو ہاتھ آئی تو کامل مجھکو

اُنکے آئینۂ رخ سے مجھے حیرت آئی
میری حیرت نے کیا مجھسے مقابل مجھکو

خستہ حالی! مجھے کرنا نہ پڑے منہ سے سوال
میری صورت سے وہ خود جان لیں سائل مجھکو

اپنا اپنا ہی نصیب اور ہے اللہ کی دین
کہ ملا دل کو غمِ عشق۔ غمِ دل مجھکو

آہ بھرتا ہوں مگر بات نہیں کر سکتا
آہ۔ کیا چھٹکے ملا درد بھرا دل مجھکو

جلوۂ طور نگاہوں میں ہی تل اوٹ پہاڑ
چشمِ دل کا ہی سویدا جو ملا تل مجھکو

یاد وہ جو غمِ عالم کو بھلا دے دل سے
بھول وہ ہے جو کرے یاد سے غافل مجھکو

زیست ٹالے نہیں ٹلتی وہ بلائے جاں ہے
توڑنا دم کا ہوا ضعف سے مشکل مجھکو

نامرادوں کی وہ کرتے ہیں مرادیں پوری
نامرادی ہو تو بھرپور ہو حاصل مجھکو

حافظ اُستاد تو ممتاز سا ممتاز ملا
فضلِ رحمٰں سا ملا مرشدِ کامل مجھکو

کیوں اوٹھانے کو کہیں وہ سرِ محفل مجھکو
چین لینے دے اگر تو تپشِ دل مجھکو

لیکے دل دیگئے وہ صبر کی اک سل مجھکو
صبر کس دل سے ہو۔ یاد آئے جواب دل مجھکو

بیکسی! تیرا بھلا ہو۔ یہ ہے صدقہ تیرا
کہ سمجھتے تو ہیں وہ رحم کے قابل مجھکو

کھولنا آپ ہی کو سہل ہے ماشاء اللہ
بڑی مشکل سے ملا عقدۂ مشکل مجھکو

گرہِ دل لئے کیا دل مجھے پیارا جی سے
اور دل سے بھی ہے پیاری گرہِ دل مجھکو

حق جسے حق کہے وہ حق۔ جسے باطل باطل
حق نے بخشی ہے تمیزِ حق و باطل مجھکو

اور تھوڑی سی توجہ ادھر اے فیضِ نگاہ
ہو تو لینے دے فدا ہونے کے قابل مجھکو

اونکی صورت کے تصور کی ہے صورت وہ پری
جس پہ ہی کہتے لیے شیشے کا ملا دل مجھکو

یاد آتا ہے مزہ ٹوٹنے کا۔ رہ رہکر
اور دل دیدے الٰہی عوضِ دل مجھکو

پھانس جو دل میں چبھی ایسی نکیلی نکلی
کہ ہوی جان سے پیاری خلشِ دل مجھکو

پھوٹی آنکھوں کے سوا ٹوٹے ہوے دل کے سوا
کوئی منزل نملی آپ کی قابل مجھکو

جن میں تارا سا چمکتا ہی نبی کا روضہ
ملے آنکھوں میں جگہ دینے کو وہ تل مجھکو

زیست کے بعد ملی موت - یہ ہی حاصلِ زیست
موت کے بعد ملی زیست تو حاصل مجھکو

یہ اگر سچ ہی کہ ہو خستہ دلوں کے مرہم
مرہمِ خستہ دلاں! خستگیِ دل مجھکو

ایک ہی پردہ کشا - ایک ہم محرمِ راز
لبِ خواہش سے ہی پیارا دلِ شاغل مجھکو

لذتِ مرگ تھی کیا کم - جو تھا لطفِ حیات
کہیں سمجھا بھی ہو ملنے کسی قابل مجھکو

بیکسی کا بھی خدا جانے کوئی ہی کہ نہیں
ساتھ ہولی ہی یہ یوں دیکھکے بیدل مجھکو

وقتِ دربار سے رخصت کا برا ہوتا ہی
بھول اوٹھنا نہ کہیں بیخودیِ دل مجھکو

خواب میں رات نیا ایک تماشا دیکھا
سامنے آگئے وہ جانکے غافل مجھکو

لاکھ لاکھ اوسکا ہی احسان کہ جسنے عطا
لاکھ صدموں کے لیے ایک دیا دل مجھکو

رہِ جنوں خدا کرے سوے حجاز ہو
دشتِ عرب ہو اور مری ترکتاز ہو

ہاں اس غریب کی بھی خبر لیجیے حضور
سنتا ہوں میں کہ تم تو بڑے مہماں نواز ہو

کس منہ سے دردمند کریں درد کا گلہ
بیچارے یوں بھی خوش ہیں کہ تم چارہ ساز ہو

ای چشم و گوش بند ہو لب - ای زبان گنگ
وہ وقت ہی قریب کہ افشاے راز ہو

کیا کیا مزے بھرے ہوئے ہیں ایک درد میں
اوس دل سے پوچھے کوئی جو آگاہِ راز ہو

جو درد میں مزہ ہی وہ جنت میں بھی نہیں
عشق و ہوس میں کچھ بھی اگر امتیاز ہو

اوس ناز اوس نیاز کے قربان جائیے
جس ناز کا جواب ہمارا نیاز ہو

نالہ نکل کے دل سے گیا کان تک تو کیا
اتنا تو گرم ہو کہ ذرا دلگداز ہو

پھر بیکسی غریب نہ کھلائے کس ہنر میں
مجھسا ہو بیکس - آپسا بیکس نواز ہو

ایک ایک بات دل کی یہ یہاں ہی زبان پر
ہوگا وہ دل ہی تنگ جو زندانِ راز ہو

کب آونگا میں غفلتِ عصیاں سے ہوش میں
اوس وقت بند ہو درِ توبہ کہ باز ہو

مرنے میں جو مزہ ہی وہ جینے میں ہی کہاں
لذت وہ جانے عشق کی جو عشقباز ہو

دل سے مکان کو ہو شرف یوں مکین سے
آئینے میں مقیم جو خود آئینہ ساز ہو

ظاہر کی آنکھیں بند ہوں راہِ سلوک میں
لیکن ذرا نظر میں نشیب و فراز ہو

بس بس زیادہ دست درازی نکر جنوں
باہر نہ آستین سے دستِ دراز ہو

کس منہ سے کہ سکے کوئی قرآن کا جواب
کس منہ سے آپکا کوئی مدحت طراز ہو

لب پر غمِ نبی کا ہو قصہ تمام رات
مانندِ شمع دل میں جو سوز و گداز ہو

سجدے میں جا کے روز دعا مانگتا ہوں میں
وہ آستانہ ہو یہ جبینِ نیاز ہو

حافظ قبولِ سجدہ کوئی سہل بات ہی
پہلے جبیں تو تختۂ مشقِ نیاز ہو

تری ٹھوکر کا سودا ہی ترے دیوانے کے سر کو
سمجھتا ہی سرِ شوریدہ معراج ایک ٹھوکر کو

اگر دیوانے اونکے۔ پھوڑ لینگے آپ ہی سر کو
تو پھر بیچارے اڑکے کسکے سر ماریںگے پتھر کو

کدھر بھٹی ہی۔ مے کیسی۔ ہوے بدمست کیا جانیں
ہی اتنا ہوش کسکو مُنھ لگائے کون ساغر کو

نہ بے اُس خم کے چھلکینگے ہم۔ نہ دیگا خم ہمیں ساقی
کریں کیوں مُنھ خراب اپنا۔ لگا کر مُنھ سے ساغر کو

تنِ لاغر ہی میرا۔ یا ہی کوئی تار بستر کا
مجھے تکتا ہی بستر میں پڑا تکتا ہوں بستر کو

چلو کعبے۔ چلو کعبے۔ یہی دل کا تقاضا ہی
لیے جاتا ہی گھر اللہ کا۔ اللہ کے گھر کو

ازل میں چھٹتے چھٹتے بچ رہا جب عقل والوں سے
تو مارا تیرے دیوانے کے سر پھوٹے مقدر کو

تصور میں کیا کرتے ہیں سجدے تیرے دیوانے
ترے گھر تیرے در کو تیرے گھر کے در کے پتھر کو

دلِ خستہ میں بھی ہو لے! ابھی تشریف لاؤ گے
کبھی بستے بھی دیکھینگے ہم اس اُجڑے ہوے گھر کو

مرض ہو عقل کا جسکو پڑے گھر جا کے بستر پر
ترے دیوانے بہتر جانتے ہیں گھر سے باہر کو

بٹھایا رحم نے امید کا پہرا درِ دل پر
یہ قدغن ہی یہاں آنے نہ دینا اب کبھی ڈر کو

امیروں کو عروجِ منزلت کی دے طمع جا کر
فقیر ای چرخ کسکے سر سے ماریں لیکے افسر کو

کہاں اب میکدے کی دھن کہاں وہ روز کا جانا
نئی وحشت مہینوں میں۔ تو ہو آئے گھڑی بھر کو

بھری تھیں دل میں کیا کیا حسرتیں کیا کیا تمنائیں
اکیلے آئے خالی کر گئے اگر بھرے گھر کو

کیا گھر جب سے مژگانِ بنی نے دل میں اے حافظ
نہ پایا کچھ اثر۔ دیکھا چبھو کر دل میں نشتر کو

ردیف (ہ)

بھولتا ہی نہیں دم بھر کو وہ پیارا طیبہ
ہی وظیفہ دلِ بیتاب کا۔ طیبہ طیبہ

شش جہت کیا کہ ہی کونین میں یکتا طیبہ
ہی خدائی میں جواب آپ ہی اپنا طیبہ

چرخ نے دیکھے نہیں ایسے کہیں لیل و نہار
مہ و خورشید کی عینک سے جو دیکھا طیبہ

چرخِ چہارم پر ابھی صبر کیسے بیٹھے رہیں
آخری عمر میں پائینگے مسیحا طیبہ

کان نے کچھ نہ سنا جب نہ سنا ذکرِ حبیب
آنکھ نے کچھ بھی نہ دیکھا جو نہ دیکھا طیبہ

روضۂ خلد سے رضواں یہ صدا دیتا ہے
کہ ہی طوبےٰ سے دوبالا ترا طوبےٰ طیبہ

خورشِ زاغ و زغن ہو تنِ بے گور و کفن
دامنِ رحمت سے رکھ لے مرا پردہ طیبہ

ایک بار اور بلا لیجیے مولے للہ
اک نظر اور دکھا دیجیے روضہ طیبہ

مر کے عشاق ترے خلد میں جائینگے تو کیا
جی وہاں خاک لگیگا جو نہ ہوگا طیبہ

مکّے میں بیتِ خدا۔ طیبہ میں محبوب کا گھر
کیوں نہ محبوب ہو محبوب کا پیارا طیبہ

دل اسی نام کو لے لیکے مزے لیتا ہے
واہ کیا نامِ خدا نام ہے پیارا طیبہ

جس نے دیکھا کوئی جلوہ وہ ہوا غش پھر
دل کے لینے میں ہے تجھکو یدِ بیضا طیبہ

ہو مرا شغل یہی۔ ذکر یہی۔ فکر یہی
مرتے مرتے بھی مرا ورد ہو طیبہ طیبہ

دل کے ٹکڑے اسی طیبہ نے کیے ہیں حافظ
پھر بھی پوچھو تو ہے دل کا یہی ٹکڑا طیبہ

چمکے جو سرِ طور تجلّائے مدینہ
بیساختہ ہو سب سے بھی کہیں ہائے مدینہ

سینہ بھی مدینہ ہو جو بس جائے مدینہ
سینے کے مدینے میں ہو مولائے مدینہ

اُجڑے ہوئے دل میں ہے مدینے کا تصوّر
ویرانے میں آباد ہے صحرائے مدینہ

کیوں جھُک کے قدم چوم نہ لوں آبلہ پا جنوں کے
گر بنکے ہوئے بادیہ پیمائے مدینہ

عشّاق کے گھر کا ہے شبِ ماہ اوجالا
آنکھوں کا ہے سرمہ شبِ یلدائے مدینہ

بس ہے تو پڑے خاک اوڑائیں نہ وطن میں
پلکوں سے چلیں جھاڑتے صحرائے مدینہ

سینے میں نہیں ہے کوئی پتھر کا کلیجا
کیوں چیخ نہ مارے جسے یاد آئے مدینہ

سینے میں چھپائے ہوئے لیجاؤں ارم کو
تقدیر سے دنیا میں جو مل جائے مدینہ

سینہ مرا خالی نہیں۔ سینے میں ہے پہلو
پہلو میں ہے دل دل میں ہے تمنائے مدینہ

کس دھوم سے دعوت میں کروں زاغ و زغن کی
لاشہ ہو مرا اور یہ ہو صحرائے مدینہ

حسرت کی جگہ ہی جو نہو ضبط کی طاقت
ناکامِ تمنا کی تمنا ہی تو یہ ہی
دل ٹوٹنے کی وجہ سبب۔ کچھ نہیں معلوم
ہی لاج ترے ہاتھ ضعفِ حشر میں ہو لے
قسمت سے اگر مفت ہی ملجاے تو ملجاے

دل آہ مدینہ کہے۔ لب ہاے مدینہ
دل سے نہ نکل جاے تمناے مدینہ
ٹوٹا تو یہ نکلی تھی صدا۔ ہاے مدینہ
رسوا نہو یہ عاشقِ رسواے مدینہ
بازار میں بکتا نہیں سوداے مدینہ

حافظ کو ستاتا ہی ترا دردِ جدائی
فریاد ہی فریاد مسیحاے مدینہ

پھر وہی میں ہوں۔ وہی مے ہو۔ وہی میخانہ
روح۔ بھوکی ترے نغمے کی ہی آجا مطرب
لاکھ زنجیروں کی زنجیر تری زلفِ دراز
اور عاشق میں ہی کیا۔ ایک اگر ہی تو نیاز
شبِ تاریک میں عشاق کا حافظ ہی خدا
اونکی محفل میں نہیں عاشق و معشوق کی خبر

وہی ساقی۔ وہی ساغر ہو۔ وہی پیمانہ
رند مشرب ہوں۔ سنا دے غزلِ رندانہ
لاکھ دیوانوں کا دیوانہ ترا دیوانہ
بے نیازی بھی وہاں۔ ناز بھی معشوقانہ
شمع روشن کو جلانے کا ملا پروانہ
دونوں جلتے ہیں۔ ادھر شمع۔ اودھر پروانہ

عاقلو کان نہ رکھو غزلِ حافظ پر
بے تکی باتیں ہیں بکنے دو کہ ہی دیوانہ

کہیں ڈھونڈنے سے ملا نہ تو تری شان جل جلالہٗ
تھکی ہاری کہتی ہی جستجو تری شان جل جلالہٗ

کوئی دوست ہو کہ ترا عدو اوسے بخشتا ہی نوالہ تو
ترا فیض عم نوالہٗ تری شان جل جلالہٗ

یہی جانتے ہیں خدا ہی تو نہ سمجھ سکے تجھے کیا ہی تو
کہ ورائے فہم ورا ہی تو تری شان جل جلالہٗ

ترے بندے کیوں نہ ہوں سرخرو جو دے اپنے بندوں کو حکم تو
کبھی فاسجدوا کبھی واعبدوا تری شان جل جلالہٗ

ترا ایک جلوہ ہی سو بسو نہیں چار سو نہ ہزار سو
نہ جہت میں تو ہی نہ سو میں تو تری شان جل جلالہٗ

کوئی پھول ہو کوئی رنگ ہو کسی رنگ میں کوئی ڈھنگ ہو
ہی ترا ہی رنگ تری ہی بو تری شان جل جلالہٗ

تری ذات پردے میں ہی نہاں تجھے پردے کا ہی نہاں عیاں
ہی چھپا ڈھکا ترے روبرو تری شان جل جلالہٗ

کہیں آن تیرے جمال کی کہیں شان تیرے جلال کی

تری شان جل جلالہٗ - تری شان جل جلالہٗ

تری ذات کیا تری شان کیا - ہی بری مکان و مقام سے
ترا لامکاں ہی مقام ہو تری شان جل جلالہٗ

وہ چمک جو ذرے کی تاب ہی وہ جھلک جو قطرے کی آب ہی
وہ ہی تو ہی تو وہ ہی تو ہی تو تری شان جل جلالہٗ

وہ ترا جمال - کہ پرتو مہ و مہر میں ہی پڑا ہوا
وہ جلال اعظم شانہٗ تری شان جل جلالہٗ

تری ذات نکتہ نواز ہی - ترے نکتے نکتے میں راز ہی
ترا قرب اور رگِ گلو تری شان جل جلالہٗ

مری ہست و بود کی نیستی - ہی دلیل تیرے وجود کی
میں ہوں نیست ہستیِ محض تو - تری شان جل جلالہٗ

کوئی قطرہ آنکھ سے جب گرا - تو یہ جا کے سجدے میں دی صدا
کہ وضو سے دی مجھے آبرو تری شان جل جلالہٗ

ہی دعاے حافظ بینوا کہ عدم کو کوچ ہو جب مرا
تو زباں پہ ہو یہ گفتگو تری شان جل جلالہٗ

ردیف (ی)

نگاہِ پاک نے مستِ شراب کرکے مجھے
مجھی کو لوٹ لیا بیحجاب کرکے مجھے

دل اُنکے خال کے سودائیوں میں بول اُٹھا
خدا نے نقطہ دیا انتخاب کرکے مجھے

ترے طفیل عطا کی ہیں بخششیں سو سو
مرے کریم نے جو جو حساب کرکے مجھے

خودی سے آئی بچانے کو بیخودی میری
چھپانے آئی ہی میرا حجاب کرکے مجھے

مرا یہ ظرف کہاں ہی کہ رکھ سکوں پردہ
نہ رازدار بنا باریاب کرکے مجھے

مجھی سے پوچھ لے یارب مری خطا کی سزا
ڈبو دے بحرِ عطا میں عتاب کرکے مجھے

بھلا ہوا کہ ہوا کے حوالے کر نہ دیا
خدا نے خاکِ درِ بوتراب کرکے مجھے

جلایا عشق نے دل کو تو دل نے دی یہ صدا
ملیگا کیا تجھے ظالم کباب کرکے مجھے

نصیب میں ہو اگر رتبۂ فنا فی اللہ
تو پال لے کفِ دریا حباب کرکے مجھے

ہی موت یہ کہ نبی کے فراق میں سو بار
قضا نے چھوڑ دیا انتخاب کرکے مجھے

میں ذرّہ تھا مجھے ذرّے سے آفتاب کیا
پھر اب نہ ذرّہ کرو آفتاب کرکے مجھے

یہ لطف ہے پائے تو بسمل پھڑک پھڑک جائے	ملے ہیں جتنے مزے اضطراب کر کے مجھے
قضا ہی آگئی ہیں پیچھے مگر نہیں معلوم	کہ لے چلی ہی کدھر انتخاب کر کے مجھے
جواب دیکے وہ کہتے ہیں کیوں سوال کیا	جواب پوچھتے ہیں لاجواب کر کے مجھے
وہ آگئے۔ تو اُڑی نیند میری آنکھوں کی	گئے۔ تو محوِ تمنائے خواب کر کے مجھے
کہاں نصیب کہ وہ بےحجاب آئیں نظر	ذرا جھلک ہی دکھادیں حجاب کر کے مجھے
گلہ رہا یہی میرے جلے بُھنے دل کو	کسی نے منھ نہ لگایا کباب کر کے مجھے
نہ کام کا نہ زمین آسمان کا رکھا	کسیکی برقِ نگہ نے خراب کر کے مجھے
اُڑائی آہ کے جھونکوں نے خاک تربت کی	دکھائی یوں مری مٹی خراب کر کے مجھے

میں مر ہی جاؤنگا بے موت ہجر میں حافظ
قضا جو چھوڑ گئی انتخاب کر کے مجھے

ترے کوچے کی مٹی ہم نے چٹکی بھر اوٹھا لی ہے	ہزاروں حسرتوں پر اک سرے سے خاک ڈالی ہے
یہ اپنی اپنی قسمت۔ ہر ادا اُسکی نرالی ہے	کہیں شانِ جمالی ہے کہیں شانِ جلالی ہے
ہوا ہوں ضعف سے میں پست ہمت میری عالی ہے	پڑی افتاد جو مجھپر وہ گر پڑ کر اوٹھا لی ہے

ملا یا پہلے اک دورے سے حق نے قرب کا دورا
پھر اس دورے کی اک پھانسی گلے میں پڑنے والی ہی

نہیں چھپنے کی۔ گو چھپ چھپ کے بیٹھے سات پردوں میں
وہی پتلی تو ہی جو رات اون کی دیکھی بھالی ہی

جوانی کی ہوئی آمد۔ تو ہنسکر بول اوٹھی طفلی
یہ آنے والی شب کی شب ٹھہر کر جانے والی ہی

ابھی رخصت ہوا ہی صبر خلوتخانۂ دل سے
وہی منزل۔ وہی گھر ہی۔ مگر کچھ خالی خالی ہی

پھٹے حالوں جو دیکھا۔ رحم انھیں بے اختیار آیا
ہمارے زخم کا مرہم ہماری خستہ حالی ہی

حیا کا قدرتی پردہ کسی شکل اوٹھ نہیں سکتا
وہ پیاری شکل یوں قدرت نے پردے سے نکالی ہی

میں اپنے چارہ گر کی عقل پر رہ رہ کے ہنستا ہوں
وہ کہتا ہی کہ اب کچھ کچھ طبیعت پر بحالی ہی

کلیجا آج تھرتھرا کانپتا ہی۔ دل لرزتا ہی
الٰہی خیر مجھ پر کیا مصیبت آنے والی ہی

خدا نے زردی رخ دی ہی دردِ دل چھپانے کو
کہے دیتا ہی نکھرا رنگ۔ چہرے پر بحالی ہی

جو دیکھا ناامیدی کو تو بولیں حسرتیں دل کی
سمٹکر تم بھی آ بیٹھو۔ جگہ تھوڑی سی خالی ہی

تکلف سب اوٹھا دو بے تکلف تم اوٹھو بیٹھو
نہیں تم ہو مرے دل میں یہ گھر غیروں سے خالی ہی

سب اپنی اپنی کہتے ہیں میں چپکے چپکے سنتا ہوں
خموشی نے بھی میری۔ بات میں بات اک نکالی ہی

مرا نغمہ کہیں ٹکر نہ لے گردوں سے ای حافظ

زمینِ شعر نالوں نے مرے سر پر اوٹھالی ہی

قدم اوٹھتا نہیں میں تھک گیا ہوں زار نالی ہی
بھرے ہیں پاؤں طیبہ منزلوں ہی۔ ہاتھ خالی ہی

نگاہِ شوق ہی۔ نظارہ ہی۔ روضے کی جالی ہی
نئی اک راہ سو راہوں کی آنکھوں نے نکالی ہی

شکستہ ہی غمِ ہجرِ نبی میں اشک ریزی سے
کہ جامِ چشم اک ٹوٹا ہوا جامِ سفالی ہی

یہ کہکر غمِ حضرت نے میری سینکاوی کی
گرڑھا کھودا ہی۔ اس میں صبر کی بنیاد ڈالی ہی

غمِ حضرت نہو تو غم غلط ہوتا نہیں دل کا
انھیں حضرت کے خوش کرنے کو میں نے غم کی پالی ہی

پسندِ حق نہ ٹھہرا سایہ اُنکے سایے کا رہنا
وہ پیاری پیاری صورت نور کے سانچے میں ڈھالی ہی

رسول اللہ والے ہیں۔ رسول اللہ والا ہوں
میں اُنکا نام لیوا ہوں۔ مرا اللہ والی ہی

خدا کے گھر۔ گئے تو پاؤں۔ اسکو ملکئے سجدے
جو سچ پوچھو۔ تو پیشانی بڑی تقدیر والی ہی

سخا جس سے عبارت ہی۔ وہ ہی اک خانہ زاد اُنکی
حیا کہتے ہیں جسکو۔ اک کنیز آنکھوں کی پالی ہی

رہِ طیبہ میں جو کانٹا ہی۔ وہ ہمرنگ ہی گل کا
پھولوں کی ہر اک ڈالی مجھے پھولوں کی ڈالی ہی

تصور نے اتاری ہو بہو تصویر مولے کی
خیالِ جنبشِ لب نے پھر اس میں جان ڈالی ہی

مرا مولےٰ علی مولےٰ ۔ نبی مولےٰ ۔ خدا مولےٰ
بجائے خود ہر اک مولےٰ مرا مولے الموالی ہے

وہ مولےٰ اپنے بندوں کا ہے بندے اُسکے مولےٰ ہیں
میں بندہ اُسکے بندوں کا ہوں وہ مولے الموالی ہے

اُنھیں تشریف لے آنا ۔ کوئی جلوہ دکھا جانا
شبِ گورِ غریباں ۔ کچھ اندھیری کچھ اُجالی ہے

جواہر بھی خزف ریزوں میں مل جاتے ہیں ڈھونڈھے سے
خدا کی سب خدائی کیا خدا والوں سے خالی ہے

مری بگڑی بنانے والے کا شہرہ جو سُن پایا
بھلے چنگوں نے بھی بگڑی ہوئی صورت بنالی ہے

دیے جاؤ دونوں ہاتھوں سے ۔ دیے جاؤ دونوں ہاتھوں سے
ابھی تیرے گدا کا دامنِ امیّد خالی ہے

اُسی در پر لگی ہیں ٹٹیاں امّیدواروں کی
اُسی در سے امید ایک ایک کی بر آنے والی ہے

اُڑا لے خاک جتنی چاہے دنیا میں بشر حافظ
ہے خاکی خاک آخر ۔ خاک وقفِ پایمالی ہے

ترے چمن سے دلِ داغدار لیکے چلے
بہار لوٹنے آئے تھے ۔ خار لیکے چلے

کسی نے سرمہ خریدا ۔ کسی نے خاکِ شفا
ہم اُنکی راہگذر کا غبار لیکے چلے

ترے فراق کا صدمہ ہے اس قدر بھاری
کہ بار بار گرے ۔ بار بار لیکے چلے

تجلّی آپ کی ۔ یا سوزِ غم کی چنگاری
جو حکم ہو وہ دلِ بیقرار لیکے چلے

جو زندگی کے مزے تھے ۔ وہ سب یہیں چھوڑے
سسکنے کے لیے اک جانِ زار لیکے چلے

نہ رکھنے کا ہے ۔ نہ کمبخت پھینک دینے کا
بغل میں ہم وہ دلِ بیقرار لیکے چلے

شمار حسرتِ دل کا دمِ وداع نہ پوچھ
جواب کبھی ہو صبا کا مدینے کو جانا
دوبارہ قصدِ زیارت کیا ہی ہوری میں
نہ تن میں جان ہی باقی۔ نہ جان میں طاقت
بغل میں اور ہی کیا۔ اک پرلئے بس کا دل
یہ آرزو ہی کہ داخل ہوں جاں نثاروں میں
وہ صدمہ جسکے اوٹھا لینے کی نتھی قدرت
وہ بارِ غم جو ہوا اک ناتواں کی قسمت میں

ہم ایک آئے تھے لیکر ہزار لیکے چلے
تو ملکِ ہند سے میر اغبار لیکے چلے
اخیر عمر ہی ناپایدار۔ لیکے چلے
ہم اپنی ہستیِ بے اعتبار لیکے چلے
چلے چلے دلِ بے اختیار لیکے چلے
نثار کرنے کو اک جانِ زار لیکے چلے
ہم آج (قدرتِ پروردگار) لیکے چلے
ہزار بار گرے لاکھ بار لیکے چلے

بہارِ زیست تو سب ختم ہو گئی حافظ
لحد میں ساتھ خزاں کی بہار لیکے چلے

اُنکی قسمت ہی۔ ملی جنکو محبت اُنکی
دردکی پوٹ ہی پوشیدہ امانت اُنکی
میری صورت یہ ہوئی دیکھکے صورت اُنکی
وہ ہیں مالک۔ وہ ہیں مختار۔ ہمارا کیا ہی
وہ نظر آئیں نہ آئیں۔ ہم اسی میں خوش ہیں

جنکی قسمت میں محبت نہیں قسمت اُنکی
دل میں رکھی ہی چھپا کر یہ ودیعت اُنکی
میری حیرت سے بڑھی جاتی ہی حیرت اُنکی
سینہ اُنکا ہی۔ دل اُنکا ہی۔ محبت اُنکی
آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہی صورت اُنکی

ناتواں اور جھکے کمر باندھ بھی لینگے تو کیا
بندھ نہیں سکتی ہے ٹوٹی ہوی ہمت اُنکی

گر پڑے جا کے تھکے ماندے نبی کے در پر
گر پڑے کیا کہ ٹھکانے لگی محنت اُنکی

چیز ہی تھی کبھی دیکھنے آئے ہوتے
دل میں سنتا ہوں کہ ہوتی ہے محبت اُنکی

غم کیا کا ہیں مصیبت میں مصیبت والے
عمر کٹتی ہے نہ کٹتی ہے مصیبت اُنکی

میں سمجھتا ہوں مرا دل ہے محبت میں اسیر
دل یہ کہتا ہے کہ مجھ میں ہے محبت اُنکی

دل بیتاب ذرا یہ تو سمجھ لے جی میں
دبی ہوی کسکی ہے یہ کوفت یہ کلفت اُنکی

حسرتیں جی کی نکل جائیں اگر جیتے جی
رہتے دم ساتھ نہ لیجاوں میں حسرت اُنکی

تنگیِ دل کی بھی ہے کوئی نرالی ترکیب
کہ نہ نکلی کبھی گھبرا کے بھی حسرت اُنکی

جان آنکھوں سے نکلتی ہوی رک جائیگی
آ کھڑی ہوگی اگر سامنے صورت اُنکی

دل ہی سینے میں۔ نہ ہے گھر کی محبت دل میں
گھر کیے بیٹھی ہے سینے میں محبت اُنکی

داغ و درہم کے ہوں یا داغ کے درہم دل میں
میرے قبضے میں ہے سب ہی ہوئی دولت اُنکی

اُنکے عاشق ہیں خریدے ہوے بندے اُنکے
اُنکی ادنے نگہ لطف ہے قیمت اُنکی

دیکھنے جاتے ہیں بگڑے ہوے بیماروں کو
دیکھی جاتی نہیں بگڑی ہوی حالت اُنکی

زخم دل شکر کو منھ کھولے ہوے ہے حافظ
زخم ہو منھ جو کروں منھ سے شکایت اُنکی

حضرتِ دل ہیں تجھے جان سے کھونے کے لیے
خضر آئے ہیں مری ناو ڈبونے کے لیے

مرنے والوں کو تمھارے۔ جو ہے رونا تو یہی
مر بھی جائیں تو نہ آئے کوئی رونے کے لیے

بس کر اے دیدۂ تر۔ جان نہ کھو وقتِ وداع
ابھی اک عمر پڑی ہے تجھے رونے کے لیے

آبرو رکھ لے مرے دامنِ تر کی یارب
کہ ٹپکنے لگے اشک اور بھگونے کے لیے

میرا ہونا ہی نہونے کے برابر ہونا
کہ نہونے کے لیے ہوں میں نہ ہونے کے لیے

بیخودی سے میں کہاں جا کے چھپوں یا اللہ
ڈھونڈھنے آئی ہے مجھکو۔ مجھے کھونے کے لیے

اہلِ مسند کی کھلیں قبر میں جا کر آنکھیں
نملا خاک بجز خاک بچھونے کے لیے

جلتے جاگتے جب مر گئے اونکے مہجور
تب شبِ گور ملی چین سے سونے کے لیے

لختِ دل لختِ جگر بہتے ہیں آنسو ہوکر
ہاں جگر چاہیے۔ دل چاہیے رونے کے لیے

ابتو دل گھٹنے لگے آنکھوں سے لہو رسنے لگے
غم نہیں۔ اشک جو باقی نہیں رونے کے لیے

دل میں جو داغ ہیں اشکوں سے چھڑانیکے نہیں
مٹنے کے بھی تو پکے ہیں دھونے کے لیے

سیکڑوں درد ہیں۔ اک دل ہی مرا ایک جگر
سیکڑوں رنج ہیں۔ دو آنکھیں ہیں رونے کے لیے

غم کے طوفان میں ہے حضرتِ دل کی کشتی
اک تباہی سی تباہی ہے ڈبونے کے لیے

بیخودی میں بھی وہی شکل ہے پیشِ نظر
آپ سے جا کے۔ مرے آپ میں ہونے کے لیے

نئی بندش۔ نئے مضمون۔ نکالے حافظ
دُرِ ناسفتہ ملے ہمکو پرونے کے لیے

سنہ ۱۳۲۲ھ

عجیب لطف عرب میں ملا اذانوں سے
سنیں سُریلی سُریلی صدائیں کانوں سے

عرب کے قصے جو سن پائے قصہ خوانوں سے
اُڑی ہی۔ رہی سہی نیند اور ان فسانوں سے

ہجومِ غم بھی ہی دل میں۔ وفورِ یاس بھی ہی
بھرا پڑا ہی یہ گھر آج میہمانوں سے

بدن سے تاب و تواں۔ سر سے ہوش۔ دل سے قرار
مکیں نکلے چلے جاتے ہیں مکانوں سے

زمینِ روضے سے کیا نسبت آسمانوں کو
زمینوں کو تو ہی نسبت بھی آسمانوں سے

فرشتے شہرِ خموشاں میں کر رہے ہیں سوال
جواب مانگنے آئے ہیں بے زبانوں سے

شجر حجر بھی تو ہیں کلمہ گو بشر تو بشر
زبان والے تو کیا سُن لو بے زبانوں سے

شراب خانوں میں کیسی شراب اُڑتی تھی
شراب اُڑ گئی کیسی شرابخانوں سے

دعائیں مانگنے والے وہی۔ دعائیں وہی
اثر کو پوچھو تو جاتا رہا زبانوں سے

فقیر کی بھی ہی چودہ برس کی یاد اللہ
حریمِ روضۂ مولا کے پاسبانوں سے

ہی آن آن۔ ترقی پذیر شان اُنکی
یہ ایک آن ہی اُنکی ہزار آنوں سے

ہزار جان تصدق وہاں کے جینے پر
یہاں کی موت ہی بہتر ہزار جانوں سے

تمھارے زائروں کی بیخودی سے یہ ڈر ہی
کہ جیتے جی نہ نکل بھاگیں جسم جانوں سے

وہ مثلِ تیر نگہ پہنچے پل میں اتنے قریب
خدا اسے فاصلہ کمتر تھا دو کمانوں سے

دل و دماغ کہاں۔ شعر کیا کہیں حافظ
اودھار مانگنے جائینگے نوجوانوں سے

درد جو تم نے دیا - ہم نے چھپا رکھا ہی / دل سے - چھاتی سے - کلیجے سے لگا رکھا ہی

کچھ تو دیدار میں ایسا ہی مزا رکھا ہی / روزِ محشر کے لیے جسکو اوٹھا رکھا ہی

اک تجلی کے لیے بس ہی مرا خرمنِ صبر / ایک بجلی کے لیے ڈھیر لگا رکھا ہی

نام دھرتے ہیں ترے عشق میں کیا کیا نادان / مجھکو دیوانوں نے دیوانہ بنا رکھا ہی

جان لینی ہی تو لیلے اجل - انکار نہیں / دل تو ہو لے کے لیے ہم نے لگا رکھا ہی

زاہدو - ہم نہیں روضے سے کہیں جلنے کے / خلد کو جاؤ تمہیں - خلد میں کیا رکھا ہی

رخ سے پردہ ہی اوٹھانا تو اوٹھا دو ورنہ / پردۂ صبر مرا چاک ہوا رکھا ہی

دل میں ارمان بھی ہی - درد بھی ہی - داغ بھی ہی / گھر میں سب کچھ مرے مولے کا دیا رکھا ہی

ہدفِ تیرِ ملامت تو نہ بن جاے وہ دل / ہدفِ تیرِ نگہ جس کو بنا رکھا ہی

کون سا شعر کروں پیش - یہی ہی پس و پیش / ایک دیوان کا دیوان لکھا رکھا ہی

ہی وہ کثرت - جو بتاتی ہی پتا وحدت کا / ہی وہ وحدت - جسے کثرت میں چھپا رکھا ہی

آشنا ہیں تری حقیقت سے - زبانیں کیا ہوں / یہ وہ معنے ہی جو لفظوں سے جدا رکھا ہی

شک نہیں - شک نہیں - اسمیں کوئی نکتہ ہی ضرور / دل میں نقطہ جو سویدا کا لگا رکھا ہی

نورِ ایماں کا خدا نے جو دیا ہم کو چراغ / کعبۂ دل میں اُسے ہم نے جلا رکھا ہی

تمکو بگڑے ہوے حالوں کا بنانا ہی پسند / ہمنے بگڑا ہوا احوال بنا رکھا ہی

میری آہوں کے ہیں جھونکے جو سلامت حافظ
ایک دن ہیچ کا پردہ بھی اوٹھا رکھا ہے

سنہ ۱۳۲۴ھ

جب ضعف بڑھگیا۔ تو مری آہ گھٹ گئی
عمرِ عزیز۔ ہو گئی نشو و نما کی نذر
لوٹا کیا میں دولتِ دیدار خواب میں
ہر رات دن۔ مدینے کی اک دھن لگی ہوی
جو دوڑ کر چلا۔ وہ سمجھ لو کہ اب گرا
کی قدر مجرموں کی شفاعت نے روزِ حشر
رحمت نے مجرموں کا کیا پاک سب حساب
مر مر کے۔ ہجرِ طیبہ میں کاٹی ہے زندگی
ناق۔ ایک جلوے میں غش کھا کے گر پڑے
ہے مالکِ سفید و سیہ۔ مجھکو دے پناہ
پیری کی صبح۔ دیکھیے کیا کیا دکھائے رنگ

ہستی بہت دراز تھی ظالم کی۔ کٹ گئی
جتنا میں روز روز بڑھا عمر گھٹ گئی
سوتے تھے بخت چونک پڑے نیند اچٹ گئی
دل ہٹ گیا وطن سے طبیعت اچٹ گئی
عمرِ رواں جو تیز چلی - جلد کٹ گئی
اتنے گناہ نکلے۔ کہ میزان پٹ گئی
ہر گناہ۔ اک بدِ فاضل تھی۔ کٹ گئی
یوں زندگی کو کاٹتے اک عمر کٹ گئی
ٹٹی لگی ہوی تھی جو در پر۔ وہ ہٹ گئی
صبحِ قیامت آئی شبِ گور کٹ گئی
میری شبِ شباب تو غفلت میں کٹ گئی

قطعِ حیات - اصل میں ہے حاصلِ حیات
تھی عمر ایک گشت - کہ چکتے ہی کٹ گئی

بھاگا عدم کو - چھوٹ کے قیدِ حیات سے
رسی مرے گلے میں پڑی تھی - وہ کٹ گئی

شکوۂ شبِ فراق ہی کا عبث - عبث
بدلے میں دن نہ بڑھیگا - اگر رات گھٹ گئی

حافظ ہے بس - نہ فکر - یہ فکرِ سخن کی دھن
افکار میں - رہی سہی عقل اور کٹ گئی

شکرِ خدا کہ راہِ عرب جلد کٹ گئی
ڈوری کھنچی زمین کی - دوری سمٹ گئی

ہم ہو کے ذبح - دیکھی ہے صبحِ امید آج
پھندے گلے پڑی تھی شبِ یاس کٹ گئی

ہجرِ نبی میں بیٹھے ہیں جی بھر کے خونِ دل
جب کوئی بوند بچ رہی - آنکھوں میں بٹ گئی

راتوں کو زائروں کے چلے اتنے قافلے
گردِ سفر میں چادرِ مہتاب اٹ گئی

ہاتھ آئی خوب دولتِ دیدہ حشر میں
بھاری رقم ادھار تھی - کیا سہل پٹ گئی

ہجرِ نبی میں جان اکیلی گئی نہیں
نومیدیوں کو ساتھ لیے گھٹ کے گھٹ گئی

مشتاقِ دید تھی - رہی ہونے کی منتظر
آنکھوں میں آ کے جان دمِ نزع ڈٹ گئی

روضے کی بو - مہکتی ہے گلزارِ خلد میں
شانِ خدا کہاں سے کہاں یہ لپٹ گئی

مجھ کو لوائے حمد کے سایے نے دی پناہ
چھٹکی نہ پاس دھوپ - بہت دور ہٹ گئی

دمِ مرگ - جان لیلے مرا در چھوڑ دے
کیا زندگی کے ساتھ مصیبت بھی کٹ گئی

قیدِ تعلقات سے ۔ مرکر ملی نجات
پھانسی پڑی ہوی تھی گلے میں ۔ وہ کٹ گئی

آغوش کھولے ۔ تھی مری مشتاق میری قبر
پہنچا جو میں ۔ تو پیار سے مجھکو لپٹ گئی

پوچھا گناہگاروں کو رحمت نے پیشتر
شرما کے بیگناہوں کی صف پیچھے ہٹ گئی

ہجر نبی میں جان بدن سے ہوی جدا
کیسی کڑی گھڑی تھی جدائی کی ۔ کٹ گئی

چھپن برس کے سن میں وہ ذکرِ سخن کہاں
حافظ کی جتنی عمر بڑھی ۔ عقل گھٹ گئی

تھے محوِ دید خواب میں ہم ۔ نیند اوچٹ گئی
دل سے نکل رہی تھی جو حسرت ۔ پلٹ گئی

سودا ہی میرے سر میں سلامت ۔ تو غم نہیں
دشتِ عرب میں جاکے اگر عقل کٹ گئی

خوشبو سے مست جھومتی چلنے لگی نسیم
چادر ذرا جو آپکے چہرے سے ہٹ گئی

جب ضبطِ درد ۔ ہجرِ نبی میں نہ ہو سکا
اک چیخ میرے دل سے نکلکر ۔ ڈپٹ گئی

صورت غلافِ کعبہ کی ۔ رہکر نگاہ میں
آنکھوں کی پتلی بنگئی ۔ ایسی سمٹ گئی

پلّے پر اپنی امتِ بیکس کے تھے حضور
ٹھہری غلط گناہوں کی میزان کٹ گئی

نعمت ہوی سوا ۔ تو ہوی شکر میں کمی
مقدار جتنی بڑھگئی ۔ قدر اتنی گھٹ گئی

آئی جو عید ملنے کو ہجرِ نبی میں موت
پھیلا کے دونوں ہاتھ ۔ گلے سے لپٹ گئی

سرمہ سوادِ شب کا ۔ فلک نے لگا لیا
سرخی شفق کی ۔ آنکھ میں جتنی تھی ۔ کٹ گئی

کرلے زمینِ طیبہ جو مٹی مری قبول
سمجھوں بڑی رقم تھی جو فدیہ کی پٹ گئی

سودائے سجدہ تھا یہ جبیں میں بھرا ہوا
کعبے میں پاؤں سے بھی کچھ آگے جھپٹ گئی

تیرے گدا کو تھوڑی بہت بھی بہت ہی بھیک
نوکر نہیں جو سمجھے کہ تنخواہ کٹ گئی

بندھ کر امیدِ طیبہ ہوئی دستبردِ یاس
دل کی گرہ جو کھلنے نہ پائی تھی کٹ گئی

شرلکے اشکِ شرم سے تر دامنی مری
گٹھری سی بندھ کے ہو گئی۔ ایسی سمٹ گئی

حافظ۔ وہ دل کی بات ہی ظاہر حضور پر
آ آ کے بار بار جو لب تک۔ پلٹ گئی

مسدود بابِ روضہ ہوا۔ بھیڑ چھٹ گئی
پہنچا میں کب۔ کہ نعمتِ دیدار بٹ گئی

ہم دور تکتے رہ گئے روضے کو دور سے
طاقتوروں کی بھیڑ تو آگے جھپٹ گئی

سیدھا گیا عرب کو۔ جو تھا بخت سامنے
الٹا پھرا میں گھر کو۔ جو قسمت پلٹ گئی

آئی نہ تابِ دید۔ درِ روضہ جب کھلا
تھی سامنے کھڑی ہوئی دیوار۔ ہٹ گئی

اوٹھا نہ رہ نوردیٔ طیبہ کو اک قدم
گھر کی زمین۔ پاؤں سے آ کر لپٹ گئی

ملتا نہ تھا مزاج ہی فردِ گناہ کا
آیا جو سامنے قلمِ عفو۔ کٹ گئی

دیوانگی میں خوب کھلیگی عرب کی راہ
احمق تھی میری عقل کہ رستے سے کٹ گئی

قیدِ وطن سے چھوٹ گئے سوئے عرب چلے
بیڑی پڑی تھی پاؤں میں مدت سے کٹ گئی

امیدِ طیبہ قطع ہوئی۔ ہی ہجومِ یاس
محفل میں نعتِ پاک نے سب کو مزہ دیا
وجہِ معاش کچھ ہو۔ تو ہجرت کا نام لوں
اندازہ کیا بتاؤں گناہوں کی پوٹ کا
روضے سے کیا پھرے کہ ہوا کام ہی تمام
انسان تھا جو قربِ الٰہی کا شیفتہ

سو شاخیں اور نکلیں۔ جو اک شاخ چھٹ گئی
شیرینیِ کلام۔ مٹھائی تھی۔ بٹ گئی
کیونکر کٹیگی عمر۔ اگر راہ کٹ گئی
اتنا ذخیرہ تھا۔ کہ مری قبر پٹ گئی
اُلٹی چھری سے گردنِ عشاق کٹ گئی
حبل الورید آکے گلے سے لپٹ گئی

فکرِ سخن کو فکرِ شکم کھائے جاتی ہی
حافظ قلم کو روک طبیعت ادھٹ گئی

ابروے بنی قبلۂ اربابِ صفا ہی
یادِ قدِ بے سایہ نے یہ پست کیا ہی
دل کعبے کے مدینے کا اک ارمان بچا ہی
مشتاقِ زیارت جو ضعیفی میں چلا ہی
اُس در کا لبِ شوق کو بوسہ جو ملا ہی
دل دیکھ لیا ہی دسرو سامانِ محبت
کعبے سے میں جیتا نہ پھروں ہند کو یارب

کہتے ہیں سب جسے کعبۂ دل۔ قبلہ نما ہی
سایہ مرا کہتا ہی کہ تو سایہ مرا ہی
لے دے کے یہ سرمایہ پس اندازہ ہوا ہی
گر گر کے اوٹھا ہی۔ کبھی اوٹھ اوٹھ کے گرا ہی
بوسے نے لبِ شوق کا منہ چوم لیا ہی
جو کچھ کہ ملا ہی مجھے کچھ کھو کے ملا ہی
مخلوق کہیگی کہ ترے گھر سے پھرا ہی

اک نالۂ غم طیبہ میں نکلا مرا اکھتی
نالوں سے عیاں دردِ دروں کی ہو شکایت
پیمانہ مری عمر کا بھر جاے تو بھر جاے
ای لغزشِ پا کیوں گری جاتی ہو کھڑے سے
ہی زندۂ جاوید جو طیبہ میں ہوا دفن
چھیاں سے کیا اشکِ ندامت نے مجھے پاک
اک جلوے کا سائل ہوں کہ کچھ ہوش بجا ہوں
ہوں سرخوشِ وحدت مجھے کثرت کی خبر کیا
جیتا رہے جب تک کوئی مرتا رہے تم پر
آہوں کی صدا اسکے کہاں ہے اثر ہی لئے
بت اور کریں سجدے کی بندے سے تمنا
جو حسرتیں دل میں تھیں وہ سب مر گئیں گھٹ کر
بے پردہ انھیں دیکھ سکے تاب ہی کسکو
جب اوٹھکے میں روضے کو چلا ہوں تو گرا ہوں

اک دردِ جگر میری رفاقت کو اوٹھا ہی
اشکوں سے ٹپکتا ہی کہ دل ٹوٹ گیا ہی
جی لذتِ غم سے نہ بھریگا نہ بھرا ہی
ہی کوے نبی مجھکو گرا دے تو مزا ہی
جیتا جو پھر آیا ہی وہ مر مر کے جیا ہی
پانی سے مراد امن تر خشک ہوا ہی
کہتے ہیں تجلّی تو مری ہوش ربا ہی
یہ کون ہی وہ کون ہی یہ کیا ہی وہ کیا ہی
مرتا رہے تم پر ہی جینے کا مزا ہی
رُک جائیگی خود چلکے۔ یہ گردن کی ہوا ہی
ہی بندگی ایسی ہی تو بندے کا خدا ہی
کیا موت نے بس اک ہی گھر دیکھ لیا ہی
بے پردگیِ حسن بھی اک پردہ دیا ہی
جب وقت پڑا ہی تو وہ بیوقت پڑا ہی

حافظ ہی گرمی مشوق مضامین نئے ہیں

شاعر ہی پرانا مگر انداز نیا ہی

پیچ سب کھل گئے رہائی کے
نکلے پھندے گرہ کشائی کے

لطف ہیں یار ہی آشنائی کے
چھپکے پردے ہیں پارسائی کے

داغ پر داغ جبہہ سائی کے
قرعے ہیں قسمت آزمائی کے

خاکساروں کو کیا دکھاتے ہو
دبدبے شانِ کبریائی کے

کیسے خاکے اُڑا رہے ہیں غنی
فقر کی ہیئتِ گدائی کے

عمر بھر میری حاجتوں کو رہے
ناروا شکوے ناروائی کے

تھکے جاتے ہیں لکھتے لکھتے آہ
لکھنے والے مری بُرائی کے

کیا یگانہ ہے کیسا بیگانہ
جس سے دعوے ہیں آشنائی کے

داغ سجدے کے اُنکے در سے ملے
سکّے بیٹھے ہیں جبہہ سائی کے

جان تن سے جدا نہیں ہوتی
اُف رے صدمے تری جدائی کے

پہنچے نالوں کے بدلے گردوں تک
ٹھہرے نالوں کی نارسائی کے

نہ فرشتے بنے - نہ جن - نہ بشر
ہائے انداز دلربائی کے

حرف آئے نہ حرفِ قسمت پر
نہ مٹیں داغ جبہہ سائی کے

صبر چلتا ہوا ہی اک پُرزا
کیا چلن ہیں گریز پائی کے

جان ہو جائے نذرِ استقبال
نکلیں ارمان پیشوائی کے

زخمِ دل پیتے ہیں لہو کے گھونٹ
بند رستے ہیں لب کشائی کے

راہِ طیبہ میں ضعف و لغزش نے
پاؤں چومے پیادہ پائی کے

ہی تجلّی خدا نمائی کی
پردے ہیں اونکی خود نمائی کے

دیدے اپنے نمیدے پھرتے ہیں
پھوٹے کاسے لیے گدائی کے

دوڑی آئی نظر ترے حسن کی
اہی خوشا بخت بینوائی کے

راہِ طیبہ میں آبلوں نے پیے
پاؤں دھو کر برہنہ پائی کے

ہو اگر کوئی دیکھنے والا
پردے کھل جائیں خود نمائی کے

ہاں کسی دل کی پھانس پر بھی نگاہ
دیکھیں ناخن گرہ کشائی کے

جامِ جم سے سوا ہیں اُس در پہ
ٹھیکرے ہاتھ میں گدائی کے

آگے تر دامنی نے دھو ڈالے
کچے دھبے تھے پارسائی کے

تمنے کیا کچھ چھپا کے رکھا ہی
ایک پردے میں خود نمائی کے

راہِ طیبہ میں ایڑیاں رگڑیں
ہاتھ جوڑے شکستہ پائی کے

بُت بنے ہونگے جب تو بت ہونگے
اب تو پُتلے بنے خدائی کے

ہائے یہ بھیک بھی نہ پا ملتی
ہیں بھکاری تری گدائی کے

ساتھ تمنا بن کے گئے حافظ
حوصلے بھی سخن سرائی کے

مئے صوفی ہے صفائی بھی مصفیٰ بھی مصفا بھی
یہ دھو دیتی ہے گردِ دل بھی گھٹا دیتی ہے سودا بھی

صدا بھی لن ترانی کی۔ گری برقِ تجلّا بھی
کلیم اس سے زیادہ کچھ سنا بھی تم نے دیکھا بھی

مسیحا کہتے بھی ڈرتا ہے جی جانِ مسیحا کو
مسیحا بھی تصدق آپ پہ جانِ مسیحا بھی

تمہارے مرنے والے مرتے ہیں طیبہ کے مرنے پر
نہیں تو حیف ہے کا غم کوئی ہمارا بھی

جنوں کا ولولہ اُٹھتے ہی پاسِ ننگ و نام آیا
کبھی جی کھول کر ہم نے نہ لی ہمت رسوائی

جو ہو کچھ بھی کھٹک دل میں ہی کی نوکِ مژگاں کی
نہ آئے یک سرِ مو حشر تک محشر کا کھٹکا بھی

ہے جتنا خشک و تر عالم میں سب ہے اُنکے قبضے میں
اُنھیں کا قطرہ ہے ذرہ ہے سا وہ بھی سماوا بھی

پڑھے لکھے نہیں کچھ بھی۔ مگر پھر بھی یہ عالم ہے
وہ پڑھ لیتے ہیں سب کی لوحِ پیشانی کا لکھا بھی

ہیں آنکھیں ڈبڈبائی۔ فرطِ غم سے دل بھر آیا ہے
چھلکنے کے لیے آمادہ ہیں ساغر بھی مینا بھی

لگی ہے چوٹ دل پہ اور مُہرِ خامشی لب پر
میں گویا اک تماشا ہوں کہ ساکت بھی ہوں گویا بھی

اگر سمجھے تو حسرت۔ یہ تمنا۔ وائے ناکامی
تمھیں ہو جی کی حسرت بھی تمھیں ہو دل کی تمنا بھی

میں سمجھا راہِ طیبہ میں دُرِ یکدانہ ہاتھ آیا
پڑا تلوے میں جس دم چلتے چلتے ایک چھالا بھی

بڑی ہے بات کلیوں کا چٹکنا پھول کا کھلنا
ترے بے حکم کیا ممکن کھڑکنے پائے پتّا بھی

ہے وہ ظلِّ خدا کے سایہ۔ ہم سب اُسکے سایے میں
عجب بندہ ہے مولےٰ کا کہ بندوں کا ہے مولا بھی

تمہیں مہمانِ پینے کو تمہیں پر مرتے رہنے کو
اسی خاطر تو اب تک جیتے بیٹھے ہیں مسیحا بھی

سو اُس سنگِ در کے اور بھی پتّھر ہزاروں تھے
اگر سر پھوڑنا۔ پھوٹی ہوئی قسمت میں ہوتا بھی

جگہ اتنی تو خالی رکھنے دل میں حبِّ دنیا سے
کہ اک گوشے میں آ بیٹھے سمٹکر فکرِ عقبےٰ بھی

رہِ طیبہ میں کام آجاے **حافظ** برہنہ پائی
اگر تقدیر سے رہجاے چُبھکر ایک کانٹا بھی

ہیں دردناک صدائیں بلند آہوں کی
کہ دل کے پار ہوئیں برچھیاں نگاہوں کی

جھکا رہا تھا گناہوں کا بوجھ گردن کو
شریک آ کے ہوئی شرم بھی گناہوں کی

سیاہ نامے کو دھوئینگے پاک کرینگے سیاہ
اندھیری رات کسوٹی ہے روسیاہوں کی

سما سکینگی نہ دو پوٹیں ایک تربت میں
کھُدے علیحدہ تربت مرے گناہوں کی

بندھا جو رختِ سفر کا تو ساتھ جا نسکی
کچھ ایسی بھاری تھی گٹھری مرے گناہوں کی

فراقِ شہ میں چلا آنسوؤں کا جب لشکر
تو جھنڈیاں تھیں بلند آگے آگے آہوں کی

بھلے کو جیتے ہی جی نفس ہو گیا کشتہ
بھلے کو پہلے ہی جڑ کٹ گئی گناہوں کی

ہے زائروں کو شتابی۔ سفر ہے دور و دراز
سروں سے پھینکنا نہ دیں گٹھریاں گناہوں کی

نظارہ کر کے پھرے۔ چھا گئی گھٹا غم کی
نظر میں کوندتی ہیں بجلیاں نگاہوں کی

خدا نے جنکا کہا آج تک نہیں ٹالا
چلے وہ لیکے سفارش مرے گناہوں کی

خدا نے تمکو کیا مالکِ سفید و سیاہ
تمھارے ہاتھ ہے اب شرم روسیاہوں کی

وہ تیز دھوپ۔ وہ محشر کا دن۔ خدا کی پناہ
سیاہی اور بھی چمکیگی روسیاہوں کی

میں کس شمار میں روزِ شمار ہوں حافظ
کہ کچھ رہی نہیں گنتی مرے گناہوں کی

ہے نیکیوں سے بھلی وہ بدی گناہوں کی
نچی تلی ہے جو محبوب کی نگاہوں کی

مزہ ہو حشر میں پرسش ہو جب گناہوں کی
سفید اوڑھ کے ہو رنگت ہے روسیاہوں کی

چلا پھرا تھا قلم عفو کا ابھی کچھ دور
کٹی پڑی تھیں ہزاروں میں گناہوں کی

گناہگار ہی پوچھے گئے دمِ پرسش
کسی نے بات بھی پوچھی نہ بیگناہوں کی

کبھی سے جسنے علی و نبی کو دو جانا
پھری پھری نظر آئی نظر نگاہوں کی

نبی کے درد رسیدوں کا ضبط جب ٹوٹا
اثر نے دوڑ کے لے لیں بلائیں آہوں کی

ہماری آنکھوں نے تاکی ہے روضے کی جالی
یہ ایک راہ ملی ہے ہزار راہوں کی

رہ مدینہ میں چھائی تھی بیخودی ایسی
کہ گرد پڑی کہیں ابھری مرے گناہوں کی

وہ اولٹے پاؤں۔ جگر تھامے روضے سے پھرنا
وہ ٹکٹکی مری حسرت بھری نگاہوں کی

خدا کے ہاتھ ہے فتح و شکست اے حافظ

اکیلی توبہ ہے- اک فوج ہے گناہوں کی

بجھا دو پیاس ساقیا ابھی کچھی شراب سے
کہ تیرے پیاسے آئے ہیں جلے بھنے کباب سے

نہیں ہے سایے کا پتا وہ خود ہیں سایۂ خدا
پناہ اونکے سایے میں ملیگی آفتاب سے

لکھے مری کتاب میں گناہ بیحساب تھے
حضور نے بچا لیا حساب سے کتاب سے

سوال کس سے کیجیے جواب کس سے لیجیے
تھکے ہے مست بچ گئے سوال سے جواب سے

ملا تھا خاکسار کو دل ایک مشت خاک سا
ملا دیا وہ خاک میں لگا کے بوتراب سے

عذاب ہجر آپ کا ثواب وصل آپ کا
ہے ڈر کسے عذاب سے غرض کسے ثواب سے

جھلک ہی اونکی دیکھی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی
نصیب سونے تھے پڑے جو اوٹھکے دیکھوں خواب سے

چمک فلک میں رات دن ہے دونوں عارض آپ کے
دوچند ماہتاب سے سہ چند آفتاب سے

سلامیوں کا پا نہیں سلام بیغرض
مشرف اونکو کیجیے سلام کے جواب سے

کلام سیدھا سادہ سا ہے اک نوائے بینوا
چکنے کا نہ مدعا نہ مطلب آب و تاب سے

یہ حافظ آپ کا گدا جہان سے نذر چلا
طلب کریگی سلطنت خراج کیا خراب سے

سنہ ۱۳۲۷ھ

پردہ اوٹھنے کی گھڑی جب سر محفل آئی
آڑ بننے کے لیے بیخودی دل آئی

ایک چٹکی میں ابھی تجھکو مسل ڈالونگا — کسی پہلو بھی اگر کل تجھے ای دل آئی
جان روتی ہی لہو۔ اونکے پسینے کے لیے — یہ شہیدوں میں کہاں ہونے کو شامل آئی
ایک کاغذکا ہی سوالے امراپلہ محتاج — میری نیکی سے برائی مری فاضل آئی
ای عدم کے سفری۔ ہی یہی تکیہ تیرا — اب تو کاندھوں سے اتر۔ گور کی منزل آئی
عمرہ و حج کے جب ارکان کیے پورے ادا — قابلیت ترے دربار کے قابل آئی
خوشدلی کا تھا وہاں دخل پھری اولٹے پاؤں — بیدلی۔ کوچۂ محبوب سے بیدل آئی
دل ہی بیتاب بھی۔ شیشے سے بھی نازک۔ اوسپر — صبر کی۔ دل کے دبانے کے لیے سل آئی
عید اوسکی ہی جو تھا بسترِ بیماری پہ — تیری تصویر تصوّر میں گلے مل آئی
حسنِ بیرنگ کا آئینہ بنایا اوسکو — ذات کی جب نگہِ پاک سوِ ظل آئی
ہم سرے ہی سے ہوے ہیں ترے عاشق پیدا — جان قالب میں جب آئی۔ تری بسمل آئی
دل کی قسمت ہی۔ توجہ کی نظر کا ہی کرم — روشنی مہر کی منوّرے کے مقابل آئی
زندگی ہی کہ مری موت ہی۔ دم یادِ دمِ تیغ — سانس جو آئی۔ مری جان کی قاتل آئی
لیکے جنسِ دلِ خستہ جو میں پہنچا تو کہا — ہاں یہ سوغات مری نذر کے قابل آئی
حشر تک چلکے تری پردہ سرا تک پہنچے — یہ مسافت تھی۔ کہ منزل پسِ منزل آئی
گرہِ دل کہ سوا تیرے کسی سے نہ کھلے — بڑی مشکل سے مرے ہاتھ یہ مشکل آئی

پردہ کھولیگی مرا۔ مجھکو کریگی رسوا
تو کہاں بیخودیِ دل سرِ محفل آئی

کشتیِ عمرِ رواں خوش ہی کنارہ ہی قریب
ڈوب ہی جائیگی جبس دم لبِ ساحل آئی

حافظ اونسٹھہ برس اس عمرِ رواں کے گزرے
آج درپیش مجھے ساٹھویں منزل آئی

ضمیمہ عرس شریف ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

مرادِل فضلِ رحمٰن سے فدائے فضلِ رحمٰن ہی
ہی مجھپر فضلِ رحمٰن یہ دعائے فضلِ رحمٰن ہی

ہمارے کلام کی حامی دعائے فضلِ رحمٰن ہی
ہمارا بوجھ ہاتھوں سے اُٹھائے فضلِ رحمٰن ہی

کوئی کیا جانے۔ اسکو فضلِ رحمٰن یا خدا جانے
خدا کے ساتھ جو کچھ ماجرا ہی فضلِ رحمٰن ہی

رموزِ معرفت پوشیدہ ہیں ہر رمز میں اوسکی
وہی عارف ہی جو رمز آشنائے فضلِ رحمٰن ہی

قبولِ حق ہر حرف جسکا۔ اجابت ہی ہدف جسکا
وہ تیر بیخطا تیرِ دعائے فضلِ رحمٰن ہی

قضا کے وہ اشاروں ہیں۔ قدر ہی اوسکے پیاروں میں
نرالی سب ادا اوس کی ادائے فضلِ رحمٰن ہی

فنافی الشیخ سے چلکر۔ فنافی اللہ تک پہنچے
تعالے اللہ۔ کیا بجتِ رسائے فضلِ رحمٰن ہی

فنافی اللہ۔ بقاباللہ۔ جسپر آگیا صادق
فنائے فضلِ رحمٰن ہی۔ بقائے فضلِ رحمٰن ہی

ذرا دیکھو تو دل کے آئنے میں چشمِ باطن سے
جمالِ حق جمالِ حق نمائے فضلِ رحمٰن ہی

نہیں رکتا ہی کوئی مدعا دل کا۔ نہیں رکتا
دعائے فضلِ رحمٰن ہی۔ دعا فضلِ رحمٰن ہی

بھلا ہو سب مریدوں کا۔ مریدوں کے مریدوں کا
دعا فضلِ رحمٰن۔ مدعائے فضلِ رحمٰن ہی

بصیرت والے پل میں آنکھ اوٹھا کر دیکھ لیتے ہیں
کہ اونچا ہی وہ سر جو زیر پائے فضلِ رحمٰن ہی

مرادآباد کی گلیاں ہوں۔ سر آنکھوں سے چلنا ہو
مری آنکھوں کا سرمہ خاکِ پائے فضلِ رحمٰن ہی

وہی دل ہی کہ نازوں سے پلا تھا میرے سینے میں
وہی دل ہی کہ جی سے مبتلائے فضلِ رحمٰن ہی

ہیں ٹکڑے بھیک کے جھولی میں یا شقّے ہیں قسمت کے
گدا ہیں شاہ جسکے۔ وہ گدائے فضلِ رحمٰن ہی

ہمارے عیب کا پردہ کبھی کا کھل گیا ہوتا
بھلے کو اپنے دامن میں چھپائے فضلِ رحمٰن ہی

وہ قدموں سے چھڑا دینا۔ چھڑا کر پھر بلا لینا
میں راضی ہوں اوسی پر جو رضائے فضلِ رحمٰن ہی

دیا ہی سب کچھ اپنے فضل سے رحمٰن نے مجھکو
مگر میں جانتا ہوں سب عطائے فضلِ رحمٰن ہی

ہیں یوں تو کام سب موقوف اپنے اپنے وقتوں پہ
مگر ہاں۔ وقت پر جو کام آئے فضلِ رحمٰن ہی

بگڑنا اور بننا۔ خاصہ ٹھہرا ہی عالم کا
جو عالم کی بنی بگڑی بنائے فضلِ رحمٰن ہی

یہ کہکر دلِ بیتاب کو فرقت میں سمجھایا
تصوّر فضلِ رحمٰن کا۔ بجائے فضلِ رحمٰن ہی

مرے احمد میاں کو دیر تک رکھے خدا قائم
یہی ہی ذاتِ واحد جو بجائے فضلِ رحمٰن ہی

حدیثِ من رانی کی طرح اللہ والوں کو
لقائے احمدی عین لقائے فضلِ رحمٰن ہی

سلامت رحمت اللہ۔ نعمت اللہ دونوں شہزادے
ولا انکی حقیقت میں ولائے فضلِ رحمٰن ہی

جیسے اس گھر میں دیکھو۔ آفتاب آسا چمکتا ہی
وہی پرتو۔ وہی نور و ضیاے فضلِ رحمٰں ہی

الٰہی شاد رکھ۔ آباد رکھ اس خانوادے کو
کہ ظاہر ہیں بقا اسکی بقاے فضلِ رحمٰں ہی

صدا یہ گونجتی ہی۔ گنبدوں میں قصرِ جنت کے
کہا حافظ عندلیبِ خوشنواے فضلِ رحمٰں ہی

سر یہ کہتا ہی کہ ہم کام آئینگے
پاوں رستے میں اگر رہ جائینگے

اونکے در پر جاکے جم جائینگے
مرگئے پر جانِ تازہ پائینگے

ہند میں کعبہ کہاں۔ کسکا طواف
گھر میں بیٹھے بیٹھے چکر آئینگے

لیچلیں ساتھ اونکی صورت کا خیال
قبر میں تنہا پڑے گھبرائینگے

تیر زخموں پر چلاؤ شوق سے
لب اگر کھولے تو منہ کی کھائینگے

کون ساتھی ہی عدم کی راہ کا
آئے ہیں تنہا۔ اکیلے جائینگے

اپنے ہی ایمان۔ اپنے ہی عمل
ساتھ کیا لائے ہیں جو لیجائینگے

رحمت اونکی بولی ہمکو دیکھکر
ایسے ہی مجرم تو بخشے جائینگے

آخر اک دن قبر سے اوٹھینگے ہم
اوٹھتے ہی اُن پر فدا ہو جائینگے

اور جنت میں کھلیگا گُل نیا
روضے کے گل بوٹے یاد آجائینگے

حد بھی کچھ دیدار کے بھوکوں کی ہی
وہ ترس کھائینگے یا ترسائینگے

اب تو قدموں سے جدا ہونے ہی دو
ٹھوکریں در در کی کب تک کھائینگے

دل میں روضے کو نہ کیوں رکھ لے چلیں
خلد میں پھر کس سے جی بہلائینگے

بوئے طیبہ لا نہیں دیتی صبا
آتے جاتے پاؤں کچھ گھس جائینگے

بیخودوں کو اک جھلک بھی ہے بہت
دیکھنا سجدے میں سب گر جائینگے

جان کام آئی نہ اونکی راہ میں
ہم نکمے اور کس کام آئینگے

ہو اگر شورِ تبسم کا کرم
دل کے سب زخموں کے جی بھر جائینگے

ہاں ادھر ہماری لو اسے اک نگاہ
دل کے سب شکوے گلے مٹ جائینگے

مستحق دیکھینگے بے پردہ جمال
لیکے ہم اپنا سا منہ رہ جائینگے

ہمکو بے مانگے بہت کچھ مل چکا
لوگ منہ مانگی مرادیں پائینگے

قطعہ

میری بیماری کو کیا سمجھیں طبیب
نسخے الٹے سیدھے کچھ لکھ جائینگے

خود غلط۔ انشا غلط۔ املا غلط
اونکی صحت وہ کیا فرمائینگے

کون جانے حضرت حافظ کی قدر
جب نہ ہونگے تو بہت یاد آئینگے

۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۹ھ عرس شریف میں

فضلِ رحمٰن کے نام کے صدقے — نام کے فضلِ تام کے صدقے
گنجِ مقصود ہے مراد آباد — اس مبارک مقام کے صدقے
یہ مقام اور یہیں قیام پذیر — اس مقام و قیام کے صدقے
دور دورہ ترا ہے ساقی — میں ترے دورِ جام کے صدقے
اب نہ رکھ اس رحیق کو مختوم — بوئے مسک الختام کے صدقے
ہاں دیے جا علی الدوام مدام — اس مدام اس دوام کے صدقے
ہے عطیہ ترا یہ شربِ مدام — اپنے شربِ مدام کے صدقے
کرکے پردہ نگاہ میں پھرنا — اس روش اس خرام کے صدقے
فضلِ رحمٰن ہے چودھویں کا چاند — ایسے ماہِ تمام کے صدقے
مہر و مہ گھومتے ہیں گردِ مزار — دونوں ہیں صبح و شام کے صدقے
چھ مہینے سے تھا میں گرمِ سفر — اس حصولِ مرام کے صدقے
حاضری طیبہ کی نصیب ہوئی — حجِ بیت الحرام کے صدقے
بنکے مہمان خوب لوٹے مزے — خوانِ الوانِ عام کے صدقے

سب کا پہنچا دیا سلام و پیام
اس سلام اس پیام کے صدقے

گوشِ دل سے سنا جوابِ سلام
وَعَلَیکَ السَّلام کے صدقے

رہ کے بائیس ۲۲ دن ہوا رخصت
بختِ ناساز کام کے صدقے

آہ۔ پل مارتے ہی عیش کی صبح
ہوگئی غم کی شام کے صدقے

جان ساتھ آئی۔ دل ہوا اوٹھکر
گنبدِ سبز فام کے صدقے

خیر سے پھر میں اپنے گھر آیا
فضلِ خیر الانام کے صدقے

گھر سے آیا ہوں اب مراد آباد
سفرِ چند گام کے صدقے

نگہِ رحم آئی خوش کرنے
دلِ ناشاد کام کے صدقے

مجھسے گرتے کو روک تھام لیا
آپ کی روک تھام کے صدقے

نام زندہ ہی فضلِ رحمٰن کا
احمدِ زندہ نام کے صدقے

رحمت اللہ۔ نعمتِ حق ہی
جان اس پیارے نام کے صدقے

نعمت اللہ۔ رحمتِ رب ہی
فضلِ ربِّ انام کے صدقے

رہے یہ گھر بھرا پُرا یا رب
قصرِ عالی مقام کے صدقے

حافظ اک صدقہ خوار اس گھر کا
فضلِ رحمٰن کے نام کے صدقے

ساتھ دے تقدیر وہ تدبیر ہونی چاہیے
بن پڑے تدبیر وہ تقدیر ہونی چاہیے

دل کی نصب العین شکلِ پیر ہونی چاہیے
زینتِ آئینہ یہ تصویر ہونی چاہیے

چوٹ وہ دل پر پڑے جسکی صدا ہو آہ آہ
دردِ دل کی آہ میں تاثیر ہونی چاہیے

غیر ممکن ہی کہ دلدوزی سے چوکے وہ نگاہ
لیکن اپنے دل میں جائے تیر ہونی چاہیے

بس نکر میری ہی رسوائی پرائے عشقِ بنی
میری رسوائی کی بھی تشہیر ہونی چاہیے

خوابِ غفلت میں گزاری ہیں نے ساری زندگی
موت ایسے خواب کی تعبیر ہونی چاہیے

وہ تصوّر میں ہوں باتیں جو تصوّر میں نہ آئیں
سامنے وہ بولتی تصویر ہونی چاہیے

کس سے خلوت میں کرے بیکس تصوّر بات چیت
پاس کوئی بولتی تصویر ہونی چاہیے

نام اوس تقصیر کا ہی جرمِ عشقِ مصطفے
مستحقِ رحمت کی جو تقصیر ہونی چاہیے

مجھسے دیوانے کو خود باندھے تری زنجیرِ زلف
میری دیوانی تری زنجیر ہونی چاہیے

سیرت اچھی جب نہو صورت کو لیکر کیا کریں
صورت سیرت بھی اک تصویر ہونی چاہیے

مرنے والے پہلے مرجانے سے پہلے مر تو جائیں
اتنی اونکی موت میں تاخیر ہونی چاہیے

دست بستہ یا بجولاں حاضری کا حکم ہو
غائبانہ ایسی کچھ تقصیر ہونی چاہیے

کچھ تو فرمانا پڑے اونکو لبِ اعجاز سے
اس قدر جادو بھری تقریر ہونی چاہیے

آڑ ہو تدبیر کی - تقدیر پر ہو اعتماد
لاکھ تدبیروں کی یہ تدبیر ہونی چاہیے

جو مزہ تقریر میں ہے - وہ کہاں تقصیر میں
کہہ ندیں - تقریر میں تقصیر ہونی چاہیے

دل ہو یا آنکھوں کا پردہ - یا ہو سینے کی کتاب
ہر مرقع میں تری تصویر ہونی چاہیے

کم سے کم تر دامنی پر چار آنسو ہی گریں
کچھ تو آخر شرم دامنگیر ہونی چاہیے

عفو کے قابل نہ کچھ تقصیر مجھسے ہو سکی
اس سے بڑھکر اور کیا تقصیر ہونی چاہیے

یا میں کام آجاؤں اوسکے - یا وہ میرے کام آے
اولٹی سیدھی آہ میں تاثیر - ہونی چاہیے

لائیے **حافظ** کہاں سے خوبی و لطفِ سخن
بندشِ ممتاز و طرزِ میر ہونی چاہیے

دل ہو گیا خاکستر الفت نہ تیری نکلی
جب راکھ کریدی ہے یہ آگ دبی نکلی

جو حسرتیں ہیں دل میں باہر سہی گنتی سے
ان حسرتوں میں کوئی نکلی ہوئی بھی نکلی

جو تیر کہ چٹکی سے نکلا وہ کہاں پلٹا
دل سے جو فغاں نکلی شیشے سے پری نکلی

جھونکوں نے خزاں کے گو لوٹا چمنِ دل کو
ڈالی غمِ مولے کی پھولی ہی پھلی نکلی

جب آئے سرِ میزان مولے مرے پلے پر
بدلی ہوئی نیکی سے عاصی کی بدی نکلی

بیمارِ محبت کی کیا جان - طبیعت کیا
یہ آئی ہوئی آئی - وہ نکلی ہوئی نکلی

کونین کی فکروں کا انبوہ جو دل میں تھا
اک فکرِ معیشت بھی گوشے میں پڑی نکلی

پہلے تو پڑی دل پر پھر دل سے کلیجے پر
تیغِ نگہِ مولے کیا چلتی ہوئی نکلی

نوکِ مژہ حسرت نکلی جو تصور سے	دُکھتا ہوا دل بولا یہ پھانس بُری نکلی
ارمان بھرے دل میں حسرت کا خزینہ ہے	حسرت ہے کہ حسرت بھی ارمان بھری نکلی

کیا درد بھرا دل ہے حافظ ترے سینے میں
جو آہ کبھی نکلی وہ درد بھری نکلی

یہ کہکر اونکے در پر سر کو ٹپکوں - خیر ہو سر کی	پٹکنے کی صدا یہ ہو - الٰہی خیر پتھر کی
اجل کا وقت جب آیا - بجایا کوچ کا ڈنکا	گھڑی جب آگئی سر پر - نہ دی مہلت گھڑی بھر کی
یہ ہے رازِ محبت - دل کی دل ہی میں رہیں باتیں	نہ جانے پائے باہر بات گھر سے - بات ہے گھر کی
مجازی سے حقیقی کی طرف دل کھنچ گیا آخر	بتوں نے کی ہمیں خدمت سپرد اللہ کے گھر کی
نبی کی یادِ مژگاں سے عجب کیا پھوٹ کر رونا	چلی جاتی ہے دل کے آبلوں سے چھیڑ نشتر کی
تجلّی سے جلا تھا طور - عشقِ مصطفےٰ سے ہم	وہ پتھر ہو کہ دل - ہے چوٹ دونوں پر برابر کی
پلک جھپکی کہ چلکر فرش سے تا عرش ہو آئے	وہی زنجیرِ در ہلتی - وہی گرمی تھی بستر کی
مجھے رستہ بتا کر ہوش میرا ہو گیا راہی	پڑا تکتا ہوں راہِ طیبہ میں اب راہبر کی
بھلا ہے یا بُرا - اک فیصلہ تو ہو گیا آخر	کہ تھی امیدواری عمر بھر کی - یاس دم بھر کی
ہے سینہ وہ پریخانہ - جہاں مل جلکے رہتی ہے	محبت مصطفےٰ کی - مصطفےٰ کی آلِ اطہر کی
بہا دی کر کے پانی آبرو موتی کی اشکوں نے	گرے کیا آپ آنکھوں سے - گرا دی قدر گوہر کی

نہ دل میں وہ مسرت ہی نہ قوت ہی نہ جمعیت
تمہارے جاتے ہی جاتی رہی رونق مرے گھر کی

میں سمجھونگا۔ مجھے اکسیر کا رتبہ ملا جس دن
بقیعِ پاک میں رکھکر مری مٹی برابر کی

ہوائے روضہ میں عشق آگیا ہی بلبلِ جاں کو
صبا روضے سے لے آپنکھیا کوئی گلِ تر کی

یوہیں شیریں کلامی کی کرو تکرار ای حافظ
اگر لب چاہتے ہیں چاشنی قندِ مکرر کی

ہوس پوری نہ ہوگی ایک ٹھوکر سے مرے سر کی
صد انگلیگی ٹھوکر سے۔ ہوس ہی اور ٹھوکر کی

خدا جانے کچھ اوس کے دم میں دم ہی یا نہیں باقی
رگِ وحشت! اوچھلکر دیکھنا تو نبضِ نشتر کی

جو تمکو دیکھتا تو آپ ہی آئینہ بن جاتا
ہی نے دیکھے ہوئے تو آئینہ حیرت سکندر کی

چرالایا ہی داغِ دل کا جلوہ چور مہندی کا
ہتیلی پر دھری ہی روشنی دزدِ دلاور کی

اوڑایا مشک وعنبر کو تری زلفِ معنبر نے
دماغوں کو اوڑائے دیتی تھی بو مشک وعنبر کی

خمیر آکر ملایا ہی مرے اربع عناصر میں
محبت نے ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر کی

مرے کنبے کے سب چھوٹے بڑوں کو صدقے دیا آج
کہ آخر ہی یہ ذریت ترے صدیقِ اکبر کی

بنی ہی میرے دم پر۔ ہاں خبر لو۔ ورنہ سن لوگے
بنی دم بھر میں چلتی سانس بھی مہمان دم بھر کی

نمازوں کا مزہ جب ہی۔ کھڑی ہو سامنے صورت
مصلا ہے نبی کی مسجد و محراب و منبر کی

اشارے میں تمہارے۔ فتحِ بابِ مکہ و کعبہ
ہی انگشتِ شہادت یا کلید اللہ کے گھر کی

ہمارے لختِ دل کا سنگِ اسود سے بڑا سودا
نبی کی خاکِ در کا ذرّہ ذرّہ مہرِ انور ہی
وہی ہو تر زباں وصفِ دُرِ دندانِ حضرت میں
محبت کی کسک سے چپکے چپکے دل یہ کہتا ہی

یہ پتھر لعل کی قیمت ہی - قیمت لعل پتھر کی
بڑی سی بھی بڑی ہی بھیک چھوٹی بھی بڑے گھر کی
جسے ڈھونڈے سے ہاتھ آجائے کُلی آبِ گوہر کی
بنیگی میرے دم پر - تو جو میرے پاس سے سرکی

تہیدستی سے حافظ رہ نجائے ہاتھ مل کر
ڈھلی جاتی ہی خلق اب کہ خبر ہی حجِّ اکبر کی

پھرے سر مارتے - لیکن ہوس نکلی نہیں سر کی
زبانیں سوکھی جاتی ہیں - کڑی ہی دھوپ محشر کی
لبِ حضرت کے بوسے کا مزہ چکھنا ملے کب تک
صبا جالی کے رستے - کچھ خبر لے جاتی - لے آتی
ذرا سے صورِ اسرافیل کی گپ چپ ہی کہنے کو
تری حرمت کے گاہک ہر طرف سے ٹوٹے پڑتے ہیں
جُھکا جو سر یہاں - وہ سر خدا جانے کہاں پہنچا
تباہی کا خطر تھا مجھکو - جوشِ دیدہ تر سے
الٰہی ! دی ہیں دو آنکھیں تو حصہ بھی ملے دوہرا

ہوس تھی ٹھوکروں کی - ٹھوکریں کھا لینے کو در کی
خموشی کہہ رہی ہی - خیر مانگو دامنِ تر کی
گُھلی جاتی ہی اس غم سے حلاوت آبِ کوثر کی
یہ پھرنے والی باہر کی - ہی جلنے والی اندر کی
یہی سوتا ہوا فتنہ خبر دیتا ہی محشر کی
یہی سستی سے سستی جنس ہی بازارِ محشر کی
ہی اونچی عرش سے بھی سر زمیں محبوب کے در کی
تباہی میں پڑی خود ناو آخر دیدہ تر کی
زیارت ہو ترے گھر کی - ترے محبوب کے گھر کی

کہاں طاقت۔ اوٹھائے شور و شر سر۔ اونکے کوچے میں
کہ ہی اک لات کا فتنہ۔ قیامت ایک ٹھوکر کی

میں خاک اوس در کی ہوتا۔ خاک پسکر سرمہ ہو جاتی
مری آنکھوں کا سرمہ ایک چٹکی خاک اوس در کی

بط مے جسکی شہرت ہی۔ وہ بط کب ہی وہ برتن ہی
سبو یہ مستوں کی محفل میں اوڑا کرتی ہی بے پر کی

غم طیبہ میں سل بھی صبر کی رکھ لوں۔ مگر پہلے
جگر لوہے کا۔ دل فولاد کا۔ چھاتی ہو پتھر کی

ہی مصرع "چشم بند و گوش بند و لب بہ بند" اچھا
یہی نسخے ہیں جنکو جانتے ہو کھڑکیاں گھر کی

خدا رکھے سلامت روزنوں کو میرے سینے میں
دریچوں سے ہوائیں آ رہی ہیں کوے دلبر کی

نہ لے لیکے درد سر کے۔ درد سر سے کہتا ہوں
مرے سر سے نہ ٹل جانا۔ قسم تجھکو مرے سر کی

ترا مجرم گدا **حافظ**۔ ہی سائل تری حرمت کا
کھڑا ہی دیر سے پھیلائے جھولی دامن تر کی

مری آنکھوں میں لخت دل ہیں لڑیاں لعل احمر کی
ہی ان دونوں گھروں میں لوٹ اک اُجڑے ہو گھر کی

جبیں نذر زمیں کی۔ چومی جاتی چوکھٹ اُس در کی
یہ قدر اوس خاک پتھر کی ہو گی۔ تو خاک پتھر کی

سر شوریدہ پر طاری ہی اب تک وجد کی حالت
خدا جانے کہ لذت کس قدر تھی ایک ٹھوکر کی

ترے بیمار کو موت آئے۔ نہیں کچھ نزع کی کلفت
ہی کلفت یہ مٹی جاتی ہی کلفت زندگی بھر کی

تلے تھے زخمیوں کے دیدۂ تر پھوٹ بہنے پر
ہنسی آئی جو زخموں کو۔ ڈبو دی دیدۂ تر کی

ہو دیوار و در اُجلے تو دیکھا۔ کچھ نہیں گھر میں
سفیدی کیا پھری گھر پر کہ قلعی کھل گئی گھر کی

مری گٹھری گناہوں کی نہ لیگا کوئی ترکے ہیں
لیے جاتا ہوں ساتھ اپنے کمائی زندگی بھر کی

رگِ گردن کو کٹوا کر۔ جدائی کے مزے چکھے
پڑیں میرے گلے جتنی بلائیں تھیں خنجر کی

بنی کے سنگِ در پر سر کو پھوڑا امت گیا سودا
بڑی سر توڑ کوشش کی تو ہمنے یہ مہم سر کی

کیا دربار سے رخصت۔ نکالا شہر سے باہر
ہماری حالتِ ابتر کی حالت اور ابتر کی

چھڑایا ہمکو قدموں سے۔ تو ہم کورے چلے آئے
جمایا نقشِ پا کو دل میں۔ یہ چھاتی ہی پتھر کی

ہی امت تشنہ لب کوثر کی۔ کوثر تشنہ لب اوسکا
بجھا کر پیاس امت کی۔ بجھیگی پیاس کوثر کی

طوافِ کعبہ تک ہی دورِ وحشت۔ پھیر قسمت کا
یہ چکر ایک گردش کا ہی۔ گردش ایک چکر کی

تردد تھا۔ گھڑی دیدار کی کس دن مقرر ہو
مقرر کی گھڑی بھی تو قیامت کی مقرر کی

نہ سوجھے کچھ مجھے۔ ایسے ترے جلوے سما جائیں
کہ آنکھوں میں جگہ خالی نہ رہنے پائے تل بھر کی

اذانِ کعبہ کی آواز نے۔ بسمل کیا مجھکو
گلے پر چل گئی گویا چھری اللہ اکبر کی

صدا حافظ کی ہی۔ دید و خدا کے واسطے دیدو
فقیرِ پا شکستہ کو جگہ چھوٹے سے بستر کی

وفورِ اشکِ چشمِ تر میں یا کوزے میں دریا ہی
حریفِ کوزہ دریا کیا ہو جو دریا میں کوزہ ہی

الٰہی! حیرتِ دیدار سے کیا میرا نقشہ ہی
میں جسکو دیکھتا ہوں۔ وہ مجھے حیرت سے تکتا ہی

ترا جلوہ ہی بے پردہ۔ مگر کہنے کو پردہ ہی
ترے پردے ہی نے بے پردگی کا پردہ رکھا ہی

ترے بدنامِ عاشق کا بھی کیسا نام نکلا ہی
کہ چرچے کی ہی بدنامی۔ تو بدنامی کا چرچا ہی

کلیجے سے زیادہ درد تیرا ہمکو پیارا ہی
کلیجے سے لگا کر درد تیرا ہم نے رکھا ہی

چھپا کر بیٹھے بیٹھے درد کو سینے میں رکھا ہی
مزے لے لیکے دل کہتا ہی گڑ چوری کا میٹھا ہی

نگاہِ مصطفےٰ دل کو کبھی گھر سے نکالیگی
ابھی تو تیر اوسکا گھر بنا کر دل میں بیٹھا ہی

میں ننگے پاؤں خارستانِ دشتِ طیبہ میں پھرتا
یہ وہ کانٹا ہی جو اب تک مرے دل میں کھٹکتا ہی

مری آنکھوں میں آکر دیکھ لیں سرکار آنکھوں سے
یہی ۲ دو دو رہیں آن میں ہو کے سیدھا دل کا رستہ ہی

جبیں گھس لے بنی کے سنگِ در پر آکے ای صندل
اوٹھاتا ہوں جو سر تو دردِ سر کے ساتھ اوٹھتا ہی

مدینے جانے والے حسرتیں دل کی نکالینگے
مدینے جانے والوں کو کوئی حسرت سے تکتا ہی

نہ بستر پر بھی چین آیا جگر کے دل کے ہاتھوں سے
جدھر کروٹ بدلیے۔ درد کا پہلو نکلتا ہی

کوئی زائر مدینے جاتے ہی اللہ کہہ دیتا
کہ اک ہندی تمہارا مرنے والا مرنے والا ہی

گئی جب عقل بیکس چھوڑ کر حضرت کے شیدا کو
تو آکر حضرتِ سودا نے سر پر ہاتھ پھیرا ہی

عبث تدبیر کو الزام دیں۔ تقدیر کو روئیں
کہ ہونے کو وہی ہوتا ہی جو قسمت میں ہوتا ہی

ہمارا بھی نیاز ایسا نہیں کوئی گیا گزرا
وہ شانِ بے نیازی پر کریں جو ناز زیبا ہی

مدینے کے تصور سے بھلا ہوتا نہیں جی کا
تصور پھر تصور ہی مدینہ پھر مدینہ ہی

وہ اک جلوہ تمہارا جس کے لاکھوں دل تمنائی
یہ اک کمبخت دل میرا کہ ناکامِ تمنا ہی

ذرا سے خاک کے پتلے کو دی ہیں قوتیں کیا کیا
یہ پتلا خاک کا۔ اللہ کی قدرت کا پتا ہی

الٰہی ایک وہ دن تھا کہ میں طیبہ میں پھرتا تھا
یہی میں ہوں وہی طیبہ مری نظروں میں پھرتا ہی

دل خستہ سے ہو کیونکر تحمل سخت جانی کا
لہو کے گھونٹ پی پی کر دہان زخم رہتا ہی

مجھے روکیں مجھے زنجیر سے باندھیں۔ مگر پھر بھی
وہی میں ہوں وہی طیبہ مری نظروں میں پھرتا ہی

نہ سمجھانے سے سمجھوں میں۔ تو سمجھیں لوگ دیوانہ
نہ ٹھہرانے سے ٹھہرے دل تو وہ پار اٹھہرتا ہی

ابھی تک یاد ہی روضے سے چلنا ہند کو حافظ
کہ پھر پھر کر ہر قدم حسرت بھری نظروں سے دیکھا ہی

بڑے داتا ہیں جنکے آگے دامن آج پھیلا ہی
بہت سے بھی بہت۔ جتنا وہ دیدیں مجھکو تھوڑا ہی

میں عزت سے گھر کو چلا آیا۔ عرب نے کب نکالا ہی
خدا کو منہ دکھانا ہی۔ عرب کا پیٹھ پیچھا ہی

یہ گھونگھٹ ہی نرالا جس سے جلوہ آشکارا ہی
چھپانا کب ہی پردے میں۔ دکھانے کا یہ پردہ ہی

وہ پوچھیں مہرباں ہو کر۔ مرا بیمار کیسا ہی
کوئی کہدے کہ مرتا ہی۔ وہ فرمائیں کہ اچھا ہی

میں کیا جانوں کہ آنکھوں پہ مری غفلت کا پردہ ہی
کسی نے کی خبر۔ ہاں میں نے کوئی خواب دیکھا ہی

نکر پردہ کہ یوں بھی کون تجھکو دیکھ سکتا ہی
تری بے پردگی خود سیکڑوں پردوں کا پردہ ہی

مدینے جانے کو کیا صاف سیدھا دل کا رستہ ہی
طواف کعبہ کر کے جانے میں کچھ پھیر پڑتا ہی

مچلنا دیکھکر دل کا جو گھبرا کر کہا میں نے
ابھی کیا تھا ابھی کیا ہی۔ تو دل بولا ابھی کیا ہی

مروت ہو بھی منہ دیکھے کی تو حد مروت تک
ہماری ہتلیاں اونکی طرف ہیں ۔ کیا تماشا ہی

محبت کی بُری ہی چوٹ ۔ اوٹھانا مرے لیکر
عجب دل ہی کلیجے کا ۔ عجب دل کا کلیجا ہی

ہما سرِ غ جاں کو بھی جگہ تھوڑی سی مل جاتی
درختِ روضہ پر بے گنتی چڑیوں کا بسیرا ہی

جبیں کیوں آستانِ پاک سے اوٹھکر چلی آئی
نشانِ سجدہ کا ہیکو ہی ۔ بدنامی کا ٹیکا ہی

یہ ہو تقدیر میں کھانا ۔ تو نعمت کیا کرے لیکر
پھنسیگا حلق میں جاکر جو سونے کا نوالہ ہی

یہ دو آنکھوں سے چھپ جانا ۔ یہ اک دل کو نظر آنا
یہ کس چھپنے میں چھپنا ہی ۔ یہ کس پردے میں پردہ ہی

خوشی پہنچی ہی ڈرتے ڈرتے مشکل سے درِ دل تک
قدم رکھتی نہیں اندر ۔ ترا ڈر دل میں بیٹھا ہی

تسلّی کے لیے وہ ہاتھ رکھتے بھی تو کیا رکھتے
ہیں دل میں آبلے ہی آبلے چھونے سے دکھتا ہی

طبیبِ مہرباں رخصت ہو بس اب مہربانی کر
مجھے رہنے دے میرے حال پر ۔ مجھمیں ہا کیا ہی

بھلا ہو غمگساری کا ۔ ترے بیمار کو جس نے
پڑا دیکھا جو بستر پر ۔ اوٹھا یا ہی ۔ بٹھایا ہی

ترے زائر کے ہر نقشِ قدم پر رشک ہی مجھکو
میں اپنے گھر پڑا ہوں ۔ وہ مرے سینے میں بیٹھا ہی

مرے دل سے نکلتے موت آتی ہی تمنا کو
تمنا مرگ کی بھی اب تو اک مرگِ تمنا ہی

بھلا ہو درد کا ۔ سید داد اوٹھا بھی تو روضے پر
بُرا ہو ضبط کا ۔ کمبخت نے کب ساتھ چھوڑا ہی

شبیہ اتنی بڑی ہوی ۔ ذرا سا خورد بیں شیشہ
ہماری آنکھ کے تل میں ترے روضے کا نقشہ ہی

اودھر نور نے دھونے تلی بیٹھی ہیں دو آنکھیں
ادھر تردامنی کا ایک دھبا ۔ وہ بھی کچا ہی

وہ چھالے اب کہاں کچھ بیٹھ گئے ہیں داغ سینے میں — مرے سینے کا اک اک داغ آئینے کا چھالا ہی
اثر معلوم ہی اپنا ٹپک کر کیا کرے آنسو — گرہ میں آبرو کو باندھ کر موتی نے رکھا ہی
دعا تک مانگنی آتی نہیں وہ بینوا ہوں میں — دعا کو بھی اگر اوٹھتا ہی خالی ہاتھ اوٹھتا ہی

جھکی ہی زائروں کی بھیڑ حافظ اک ذرا دم لو
درِ اقدس کا بوسہ لیا لوں منھ کا نوالا ہی

۲- جمادی الاولے سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۰- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء

بعالم شدتِ درد

عرض حال کردو فی الحال شفا یافت

سرورِ دیں دو دوا اس درد کی — ہی چڑھائی میرے سر پر درد کی
ہر دوا کے واسطے ہی کوئی درد — درد تیرا ہی دوا ہر درد کی
ہاتھ پہلو پر ہی پہلو میں ہی درد — قدر ہی دل کے برابر درد کی
ہی بھلے کو درد تیرا لا دوا — دل کو بیماری ہی بہتر درد کی
اب وہ خاکِ در وہ سنگِ در کہاں — ہو تسلی خاک پتھر درد کی
ملتے ہی اون کے لبِ اعجاز کے — جان ہوتی ہی فنا ہر درد کی

درد خود بڑھکر دوا ہوجائے گا
دل جگر تنگ ہوا گر۔ تو صبر ہو
دل کے ٹکڑے ہیں جگر ہے پاش پاش
پھوڑ لے سر آستانِ پاک سے
سر کے بل جاتا ہوں راہِ درد میں
درد۔ سر میں کس بلا کا بھر گیا
چڑھ رہے ہیں ابخروں پر ابخرے
مرغ جاں ہے نغمہ پروازِ اثر

گر دوا سے قدر بڑھکر درد کی
ہے کوئی حد بھی مقدر درد کی
ہے شکایت اب تو گھر گھر درد کی
بس یہی ہے اک دوا سر درد کی
لگ نہ جائے سر کو ٹھوکر درد کی
رہگیا سر۔ پوٹ بن کر درد کی
ہے چڑھائی آج سر پر درد کی
ہے یہ چڑیا دستِ پرور درد کی

کیا مجرب نسخہ حافظ کو ملا
ہے دوا نعتِ پیمبر درد کی

بیمار محبت کو شفا کیوں نہیں دیتے
کشتوں کو وہ ٹھوکر سے جلا کیوں نہیں دیتے
آنسو تہِ خاکی کو بہا کیوں نہیں دیتے
ہم بھی تو ذرا دیکھیں جو پردے میں ہیں جلوے
تم چاہو تو آنکھوں کو سبھی کچھ نظر آجائے

جب درد دیا ہے تو دوا کیوں نہیں دیتے
فتنے ترے سوتے ہیں جگا کیوں نہیں دیتے
لڑکوں کا گھروندا ہے مٹا کیوں نہیں دیتے
تم دیکھنے والوں کو دکھا کیوں نہیں دیتے
کل سات تجھے پردے ہیں اٹھا کیوں نہیں دیتے

اس ضبطِ محبت کا بھی ہے کوئی ٹھکانا | جب ٹوٹتے ہیں دل تو صدا کیوں نہیں دیتے

پیاسا ہوں دمِ نزع - اور ملتا نہیں پانی | تم شربتِ دیدار پلا کیوں نہیں دیتے

ہو جائے نہ مٹی ہوسِ مرگِ مدینہ | مٹی کو ٹھکانے سے لگا کیوں نہیں دیتے

پردے میں رہو شوق سے جلوہ نہ دکھاؤ | پردے ہی سے آواز سنا کیوں نہیں دیتے

جو راہ بتا دیتے ہیں دیوانہ سمجھکر | رستہ مجھے طیبہ کا بتا کیوں نہیں دیتے

اوس شیخ سے دامن کی ہوا پر تو میں غش ہوں | غش میں مجھے دامن کی ہوا کیوں نہیں دیتے

آجائے ابھی ہوش میں دیوانہ تمہارا | بو زلفِ معنبر کی سونگھا کیوں نہیں دیتے

بیٹھے ہیں جہاں دل میں کئی تیر تمہارے | اک تیر وہاں اور لگا کیوں نہیں دیتے

دل پر ورمِ داغِ محبت کا ہو قبضہ | چلتا ہوا اسکے ہی بٹھا کیوں نہیں دیتے

کی ہے خطا - تم سے مجھے دل کو لگایا | تم آپ لگی دل کی بجھا کیوں نہیں دیتے

مرنے کا مزہ چکھنے کو مرتا ہوں میں تم پر | مرنے کا مزہ مجھکو چکھا کیوں نہیں دیتے

بھاگے ہوئے بندے کو پکڑوا کے بلالو | جو کی ہے خطا - اوسکی سزا کیوں نہیں دیتے

یادِ شہِ کونین سے بہلائیے حافظ
دل سے غمِ کونین بھلا کیوں نہیں دیتے

دو قدم چلنا بھی بھاری - شوقِ طیبہ دل میں ہے | ہیں تو رستے میں پڑا ہوں - دل پڑا منزل میں ہے

دونوں جلتے ہیں مگر دوری حضوری کا ہی فرق
میں سیہ خانے میں پہنچا شمع اوس محفل میں ہی

دل تڑپ کر ہو گیا پہلو سے باہر بھی تو کیا
شکر تو یہ ہی ابھی دل کی تمنا دل میں ہی

سر رگڑ کر اونکی چوکھٹ پر کرونگا یہ سوال
کم سے کم ٹھوکر بھی کوئی قسمت سائل میں ہی

میری رسوائی کو طیبہ سے خبر لاوے صبا
کچھ اگر خالی جگہ اونکی بھری محفل میں ہی

کھول سکتا ہی نہیں اسکو کوئی اونکے سوا
یہ بڑی خوبی ہمارے عقدۂ مشکل میں ہی

چشم زخم اسکو نہ پہنچے اسکا پردہ ہے ضرور
ٹوٹی پھوٹی سہی جو اک لذت شکست دل میں ہی

ایک سینہ دو ہیں پہلو ایک پہلو میں ہے دل
اسکے آگے یہ نہ پوچھو کون ہی جو دل میں ہی

سہل انکاری ہی سے اے کاش فرماویں حضور
تیری مشکل کوئی مشکل ہی تو کس مشکل میں ہی

دل کی آنکھیں کیسی ہیں کیا جانیں ہمسے بے بصر
مردمک تو مردمک نقطہ بھی کوئی دل میں ہی

اونکی صورت کے تصور ہی کو ٹھہرے ذرا
جان تھوڑی سی ابھی باقی تن بسمل میں ہی

ضعف مجھسے پوچھتا ہے ہر قدم پر راہ میں
کیا خمیر خاک طیبہ تیری آب و گل میں ہی

آنکھ کہتی ہی سنا تھا اوٹ میں تل کی پہاڑ
کوہ جو تلک عرب کا ہی وہ میرے تل میں ہی

وہ مدینہ جسکی منزل سیکڑوں منزل ہے دور
اوس مدینے والے کی منزل ہمارے دل میں ہی

ہوش کیوں رخصت ہوا جاتا ہی اوسکا کیا بگاڑ
اونکا جلوہ جسمیں قدرت آنکھیں ہی دل میں ہی

عیاں ہی ہی حق کو حق باطل کو باطل جانیے
اک حد فاصل بھی تو آخر حق و باطل میں ہی

اسنے کھویا۔ اوسنے رکھا ہی یہ فرقِ فکر و شغل
ہر تمامِ ماہ بھر ہی۔ ہوئے سہ ماہِ تمام
ڈوبنے کی فکر ہی اک ناو۔ اوس پر ہم سوار
تہ کو پہنچے وہ۔ جو بحرِ معرفت مین ڈوب جائے
ایک وہ ہین جو بھرے ہین محفلِ سرکار مین
اپنی بھی نہین ذوقِ حضوری مین خبر
کاش اونکی شمعِ محفل کا مین پروانہ ہوں
رشک ہے جس شمع کی جلتا ہی میرا دل وہ شمع
کونی پردیسی۔ تمنا دل سے نکلے ساتھ ساتھ
خواب مین آیا وہ جسکی یاد سوتے جاگتے
جی خدا کی دل نبی کی ہے امانت میرے پاس

جو لبِ نوا کرسے نکلا۔ وہ دلِ شاغل مین ہی
ماہِ کامل۔ ایک شب کامل مہ کامل مین ہی
ناو بھی وہ ناو۔ جو ڈوبی غمِ ساحل مین ہی
دست و پا کیون ماریے۔ رکھا ہی کیا ساحل مین ہی
ایک مین ہون جسکی رسوائی بھری محفل مین ہی
اونکی محفل مین دل یا اونکی محفل دل مین ہی
اونکا پروانہ بنی وہ شمع۔ جو محفل مین ہی
رات بھر ہو کر کھڑی جلتی ہی۔ اوس محفل مین ہی
اوسکو آنکھین دیکھ لیں جسکی تمنا دل مین ہی
جسکا سونا جاگنا۔ وہ دیدۂ غافل مین ہی
جی کی حسرت جی مین ہی دل کی تمنا دل مین ہی

امتثالِ امر ہے۔ افکار مین فکرِ غزل
طرح کچھ مشکل نہیں حافظؔ بڑی مشکل مین ہے

دیکھو واعظ! نہ چھڑا بادۂ احمر ہم سے
سر کو ٹکراؤں جنوں مین تو نکلتی ہے صدا

ہم ہین وہ رند کہ ہی وعدۂ کوثر ہمسے
ہائے کیوں روٹھ گئی آپ کی ٹھوکر ہمسے

بیخودی کا ہو بھلا، جس نے ہماری نہ سُنی
لیے جاتی ہی کہاں، ہمکو چھڑا کر ہم سے

شرم رکھ لے مرے اعمال کی ای داورِ حشر
رنگ دفتر کے نظر آتے ہیں کچھ درہم سے

کسی قابل ہوں، تو جلوے سے رہیں کیوں محروم
ذرّے ذرّے کو تو دیکھو جو ہی کمتر ہمسے

یادِ مژگانِ بتی میں رگِ جاں کہتی ہی
نہ رہیں دور یہ چبھتے ہوئے نشتر ہمسے

اہلِ جنت کہیں جنت کو نہ پھر دارِ قرار
پہنچے دو چار اگر اور بھی مضطر ہمسے

نیند لی، چین لیا، صبر لیا، ضبط لیا
اور کیا مانگ رہا ہی دلِ مضطر ہمسے

بیخودی میں کوئی، ناصح، تری سنتا بھی تو ہو
بات کہنا ہی نہ کہنے کے برابر ہمسے

اپنے قابو کی ہی وہ بات، نہ اپنے بس کی
جس کا کرتا ہی تقاضا دلِ مضطر ہمسے

تم ہو اللہ کے پیارے، تمھیں زیبا ہی یہ ناز
ایک اللہ ہی اللہ ہی برتر ہمسے

صاف سب ہمسے رہیں، اہلِ صفا، اہلِ غبار
اک فقط گردِ کدورت ہو مکدّر ہمسے

دیدۂ تر بھرے بیٹھے ہیں جو پونچھے آنسو
دھو دھائے ہیں مگر دل ہی مکدّر ہمسے

واسطہ پردۂ تنزیہ کا، تقصیر معاف
یہ بتا دے کہ ملا کیا تجھے چھپکر ہمسے

روے حضرت کی صفت پوچھتے کیا ہو حافظ
یہ تو قرآن ہی سن لیجیے ازبر ہمسے

غم نہیں خاک، جو دنیا ہو مکدر ہمسے
ایک راضی ہو خدا، ایک پیمبر ہمسے

کوئی سنتا نہ ہو۔ تو شوقِ عرب کا دُکھڑا
دلِ مضطر سے کہیں ہم دلِ مضطر ہمسے

نظرِ بد سے۔ یہ کہتے ہیں نبی کے بیمار
بات کرنا نہ کبھی آنکھ ملا کر ہمسے

کرتے ہیں نذرِ اجل مفت۔ ابھی جانِ عزیز
روضۂ پاک میں پہنچا دے جو لیکر ہمسے

حسنِ یوسف کے سوا کسکی۔ زلیخا کو خبر
پوچھیے حضرتِ یعقوب پیمبر! ہمسے

کس طرح دیں دُرِ دندانِ نبی سے تشبیہ
کیوں خفا ہوتے ہیں گرجے ہوے گوہر ہمسے

تو ہی پہنچا دے یہ فریاد نسیمِ سحری!
نہیں کٹتا ہی شبِ ہجر کا پل بھر ہمسے

نہ شفاعت کے لیے کوئی ملیگا تمسا
نہ گنہگار ملیگا کوئی بڑھکر ہمسے

ایک جلوے کی جھلک دیکھ لی بالا بالا۔
حضرتِ ہوش! ملا کیا تمھیں اوڑکر ہمسے

دیدۂ دل سے تو اوجھل نہیں دم بھر پل بھر
ظاہری اوٹ میں ہی گنبدِ اخضر ہمسے

ہائے وہ قطعۂ پاک۔ آہ یہ مٹھی بھر خاک
ہو مکدر بھی تو کس سے ہو مکدّر ہمسے

ہم جو طیبہ سے پھرے۔ پھر نہ کیا رخ بھی ادھر
کبھی سیدھا نہ ہوا پھر کے مقدر ہمسے

وہی اک سعیِ صفا۔ ایک طوافِ کعبہ
خاکِ حرمت ہوئی سجدے ہوے پتھر ہمسے

وہ قدم روضہ ہی۔ سنبھلے ہوئے ای لغزشِ پا
تو گرا دیگی تو کیا لیگی گرا کر ہمسے

ابتو قصداً بھی بھلائی نہیں جاتی حافظ
وہ مزیدار اوچٹتی ہوئی ٹھوکر ہمسے

ضعف کا تھا یہ سلوک آپ کے در پر ہمسے
کہ جھکا کر پھر اٹھایا نہ گیا سر ہمسے

صبر سے نسبتِ دل - دل ہے سبک صبر وہ سِل
شیشے پر تو نہ دھرا جائیگا پتھر ہمسے

چبھ گیا دل میں کسی کوچے کا تنکا تنکا
جانکہ پھانس - نہ چھینے کوئی نشتر ہمسے

صبر کی تاب کہاں طاقتِ فریاد کہاں
دلِ مضطر سے وہ کیونکر ہو - یہ کیونکر ہمسے

آج دیدار نہیں کل سہی - کل ہی کیا دو
یہی کیا کم ہی کہ ہی وعدۂ محشر ہمسے

زہر کا گھونٹ ترے ہجر میں ہی آبِ حیات
غمِ جدائی کا جدا ہوگا تو مر کر ہمسے

ہمیں حق پر ہیں جو یعلو بھی ہی لا یعلیٰ ابھی
ہم اکیلے ہیں مقابل ہیں بہتّر ہمسے

پاؤں وحشت کے جو نکلے تو یہ صحرا سے کہا
ہاتھ دو ہاتھ ہی چھوٹی تری چادر ہمسے

ہاتھ ملتے چلے روضے سے یہ ہم کہتے ہوئے
رہ گیا چھوٹ کے دامانِ پیمبر ہمسے

تیرے کوچے میں پڑے ہیں تو پڑا رہنے دے
ضعف ایسا ہی کہ اٹھتا نہیں بستر ہمسے

صفِ مژگاں کو لیے کہتی ہیں آنکھیں رو کر
پردۂ در کے لیے لیجیے جھالر ہمسے

ہمسے طیبہ میں کہا نا ابتو چلو - پھر آنا
تو نے اے نفس! دغا کی ہی یہ ملکہ ہمسے

ہوش کہتا ہی - وہ لو آگئے میں جاتا ہوں
بیخودی کہتی ہی - باتیں ہوں گھڑی بھر ہمسے

غم سرکار بہت - فاقے کا غم کھائے بلا
چھین سکتا ہی کوئی رزقِ مقدّر ہمسے

ب جیتے جی گور سے بدتر نہ ہو کیوں گھر حافظ

رہگیا چھوٹ کے محبوب کا گھر دور ہمسے

التجا سنکی گئی گر کر درِ شہ پر ہمسے
چھوڑ جا ہمکو یہیں چھوٹے نہ یہ در ہمسے

ہوئی سرکارِ شفاعت جو بدوں کی گاہک
کوئی ڈھونڈے نہ ملا حشر میں بدتر ہمسے

اپنی ہی رقتِ نگہ سے یہ ذرا پوچھ نہ لو
اور دیکھے ہیں تو کیا دیکھے ہیں مضطر ہمسے

پھیر لایا فقط اک پھیر مقدر کا ہمیں
ہم مدینے سے پھرے اور مقدر رہے ہمسے

ہم تو اک شربتِ دیدار کے پیاسے ہیں فقط
میٹھی باتیں نہ کرائے شربت کوثر ہمسے

اچھا کیا جو وہ پوچھیں ہمیں بیماری ہیں
اچھے اچھوں میں بھی کوئی نہیں بہتر ہمسے

شوق آنکھوں ہی کو ہے۔ دل میں تو جلوے ہیں بھرے
کیا چھپا ہو جمالِ رخِ انور ہمسے

تو صبا! روضے کو جا۔ دل کی تمنا تو نہ پوچھ
کہی جاتی نہیں منہ بھی ترا پا کر ہمسے

اوسکے افسر کو تو ٹھوکر بھی لگا سکینگے نہ ہم
مانگے افسر کے عوض جو تری ٹھوکر ہمسے

درد اٹھنے کو اٹھا ہے۔ مگر اتنا ہو کرم
اک ذرا ٹھہر دل! بیٹھیے ہٹ کر ہمسے

سانسات آنکھوں میں پڑے ہیں یہاں ایک نہ دو
انکو ملنا ہو جو اغیار سے چھپکر ہمسے

اونکے لبس۔ ترا سودا جو ملے سر کے عوض
کوئی لے لے ترے سودے کے عوض سر ہمسے

چھوٹنا شہر پیمبر سے۔ کسے تھا۔ ہمکو
کس سے تھا چھٹنے کو شہر پیمبر ہمسے

ہائے رونا دمِ رخصت۔ وہ پکڑ کر جالی
اور حسرت تھی کہ جاتی تھی لپٹ کر ہمسے

دامنِ تر کی خبر لیجیے پہلے حافظ
یوں تو جھپکیگی نہ جھپکی مژہ تر ہمسے

جھوم کر وجد میں۔ کہتا ہی یہی سر ہمسے
کہ بھلائی نہیں جاتی ہی وہ ٹھوکر ہمسے

نہیں جاتا ہی مدینے کو عریضہ لیکر
ہم سمجھتے ہیں کہ اوڑتا ہی کبوتر ہمسے

بخشدیں وہ جو خطا ہی وہ خطا عینِ صواب
یوں خطائیں تو ہوا کرتی ہیں اکثر ہمسے

آہ کی سینہ پھنکا۔ ضبط کیا جان گھٹی
جو گزرتی ہی۔ گزرتی ہمیں پر ہمسے

ای صبا جان ہی اس کام کے بدلے حاضر
بات کر لیں وہ اگر پردہ اُٹھا کر ہمسے

دفترِ شافعِ محشر میں لکھا ہی چہرہ
اور کچھ پوچھ نہ ای داورِ محشر ہمسے

لاکھ پردوں میں بھی بے پردہ نظر آئیگا
لاکھ پردے میں چھپے وہ رُخِ انور ہمسے

دلِ مشتاقِ زیارت نے دمِ نزع کہا
تو کہاں جائیگی ای جان نکل کر ہمسے

اسمیں فرقہ ہو۔ کہ ہو عرشِ بریں کا تارا
اون سے برتر نہ ملیگا کوئی۔ کمتر ہمسے

ہم تو سو بار اگر مر کے جئیں ای عیسے
نہ ہو وصفِ لبِ جاں بخشِ پیمبر ہمسے

آہ وہ درد جسے زخم کلیجے سے لگالے
ہائے وہ زخم جو ملکر نہ رہے مرہم سے

کیا خطا تیرِ نگہ کی۔ جو ادھر ہو سیدھا
ہوتی رہتی ہیں خطائیں بھی تو اکثر ہمسے

نہ بدی کی ہوئی پرسش نہ بدی کی تھی کوئی
ایسے اچھوں سے تو اچھے رہے بدتر ہمسے

آے دن کی یہ تڑپ۔ روز کی چھل بل کیسی
کیوں چھپاتا ہے پتے کی دلِ مضطر ہمسے

بھر گیا عمر کا پیمانہ لبالب حافظ
اب چھلکتا ہے نہ سنبھلیگا یہ ساغر ہمسے

آج پھلے ہے کے ہیں بگڑے ہوے تیور ہمسے
کھائی چٹکی دہن زخم نے کیا مرہم سے

مدد ای ضعف! نہ چھوٹے درِ سرور ہمسے
یوں گرا دے کہ اُٹھا جاے نہ گر کر ہمسے

درد کہتا ہے یہ پہلو میں چمک کر ہمسے
چھیڑ کرتا ہے یہ دیکھو دلِ مضطر ہمسے

جو خطا کی وہ خطا بخش سمجھکر تجھکو
یہ خطا ہمسے ہوی ہمسے۔ مقرر ہمسے

رونگٹا رونگٹا پتلا ہے سیہ کاری کا
کوئی نیکی نہ ہوی بال برابر ہمسے

حضرتِ پیرِ فلک کو نہ سمجھنا تھوڑا
اونے ہی نیچے ہیں جتنے ہیں یہ اوپر ہمسے

ضبط ٹوٹا دلِ خستہ کا تو نکلی یہ صدا
تو اب اے آہ کہاں جائیگی کھنچکر ہمسے

کیا عجب۔ قبر سے جب قد کے تصور میں اوٹھیں
حشر کے روز قیامت ملے اوٹھکر ہمسے

لب فریاد سے کہتا ہے فلک۔ بس خاموش
نہ رہا جائیگا نالے ترے سنکر ہمسے

عقل چکرمیں۔ بشر عقل کے چکر میں نہ آے
یہ پہیلی ہے اگر پوچھے خرد و ہمسے

یوں تو ہونیکو ہیں دنیا میں بہت خانہ بدوش
نہ سبکدوش وہ ہمسے ہیں نہ بیگھر ہمسے

ارے بجلی ابھی تو گر پڑے۔ لوٹے۔ تڑپے
تو نے دیکھے ہی کہاں ہیں ابھی مضطر ہمسے

ہوی کافور نہ سوزش تری ای زخم جگر
کیا کلیجا ترا ٹھنڈا نہ ہوا مرہم سے

نکلے جاتے ہو کدھر۔ چھوڑ کے **حافظ** گھر بار
خیر ہی۔ کچھ تو کہو جان برادر ہمسے

منتظر پاؤں کہ کب جھک کے ملے سر ہمسے
سر کو یہ ڈر کہ نہ لے لیں کہیں چکر ہمسے

تیری ٹھوکر میں جو لذت ہی کسی شی میں نہیں
پوچھ لے۔ ٹھونک بجاکر۔ تری ٹھوکر ہمسے

جان وضے میں پڑی ہی۔ تن بیجان ہی یہاں
اب تو بیگھر ہیں بہت ہند میں گھر گھر ہمسے

خاک طیبہ کی ہو۔ طیبہ کے ہوں پتھر۔ ہم ہوں
دور ہو۔ دور ہو۔ ای بالش و بستر ہمسے

یا خدا ہم ہوں۔ ترا گھر ہو ترے گھر کا طواف
سہے جاتے نہیں گھر بیٹھے کے چکر ہمسے

دہن زخم جگر پہ ہی نمک کا پھاہا
لذت درد کا پردہ ہی ڈھکا مرہم سے

لڑکے پھر اٹکے ہیں ای پای جنوں آہستہ
پیچھے ہٹ جائیں نہ پھینکے ہوے پتھر ہمسے

سر شوریدہ کو ٹھوکر سے نہ رکھیے محروم
کہ اوٹھائی نہیں جانے کی یہ ٹھوکر ہمسے

ہیں بد اعمال تو اپنے لیے۔ پھر۔ اور کوئی کیا
نہ ہو برہم۔ رہے سیدھی صف محشر ہمسے

آنکھیں پھوٹیں۔ جو ہو غائب کبھی۔ حاضر غائب
وہ ترا روزن دیوار۔ ترا در۔ ہمسے

آکے بس جا دل ویراں میں کہ ہی چور کا ڈر
اب رکھا یا نہیں جاتا ہی ترا گھر ہمسے

گرم رو۔ برہنہ پا۔ دشت عرب۔ دھوپ کڑی
راستے میں پڑے جلتے رہے پتھر ہمسے

تیغ ابروے نبی سے جو مرے دلکو ملے — کہے جاتے نہیں وہ زخم کے منھ پر ہمسے
دل کم ظرف کی اک آہ سے بھانڈا پھوٹا — کی کبھی ہضم نہ کھائی ہوئی ٹھوکر ہمسے

دولتِ فقر۔ خداداد ہے دولت حافظ
تاب کیا چھین سکے کوئی توانگر ہمسے

تضمین قطعہ

چلے جب حضور سوئے فلک بَلَغَ العُلےٰ بِکَمَالِہٖ — تو نہ پوچھو رُخ کی چمک دمک کَشَفَ الدُّجےٰ بِجَمَالِہٖ
وہ ہیں منتظر دریچہ شاک حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ — اُنھیں دیکھ لیں تو کہیں ملک صَلُّوا عَلَیہِ وَاٰلِہٖ

مسدّس

چلے شاہ چڑھکے براق پہ تو وہاں گئے صفتِ نظر — نہ براق کا تھا جہاں گزر۔ نہ تھے بس میں روح امیں کے پر
کوئی رفیق نہ راہبر۔ نہ کوئی ادھر نہ کوئی اُدھر — نہ ملی پھر آکے کوئی خبر مگر اس قدر مگر اس قدر

بَلَغَ العُلےٰ بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجےٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ صَلُّوا عَلَیہِ وَاٰلِہٖ

وہ گلِ حدیقۂ اصطفا۔ گہرِ خزینۂ اجتبا — وہ ملا ہوا تھا نہ تھا جدا۔ وہ خدا پاک سے جا ملا

کہیں نام تھا نہ حجاب کا۔ تھا ہر ایک پردہ اٹھا ہوا
کہیں حبذا کہیں مرحبا۔ کہیں یہ ترانہ یہ شور تھا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وہ جو انبیا کا امام تھا اُسے گھر میں شغل منام تھا
پھر ادب کے ساتھ کلام تھا کہ وصال حق کا پیام تھا
تو یہ جبرئیل کا کام تھا کہ جناب کے پہلے سلام تھا
ابھی زیب بیت حرام تھا ابھی لامکاں میں مقام تھا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

چمن ارم ہی چمن چمن کہیں یاسمن کہیں نسترن
یہ ملا جواب شہ زمن ہیں انہیں کے بھائی ابوالحسن
وہ لو آئے سرور انجمن کوئی پوچھتا ہی کھڑا کہ من
ہوئے آگے بڑھ کے جو گامزن نہ رہا تفاوت ما و من

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

نہیں عقل کو سر جستجو۔ نہ زبان قابل گفتگو
نہ نسیم و غنچہ نہ رنگ و بو۔ نہ ہی فوق و تحت پس و پیش و دو
نہ ہی بحر و بر نہ ہی آب جو۔ نہ ہی کائنات کی سمت و سو
نہ جہت ہاں ہی نہ مین تو میں حضور اور مقام ہو

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

ہوئے رہ سپر جو شہِ اُمم لیں اُٹھیں فرش قدم بہ قدم
نہ وہاں تو تھی نہ وہاں منم ۔ نہ چگوں و چہ یہ نہ کیف و کم
ملی آگے بڑھکے حدِ قدم ۔ نہ وہاں ہے دم نہ وہاں حدم
ہوا ظل و ذات میں وصل ہم ۔ رہا دو کماں سے فصل کم

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

مرے مقتدا مرے پیشوا یہی التجا یہ ہی مدعا
کہ مرے لیے یہ کرو دعا بحضورِ داورِ کبریا
تمہیں اپنی آل کا واسطہ حسنین کا حسنین کا
بھرے جامِ عمر کو جب قضا ۔ ہو نوا سے حافظ بینوا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

خمسہ بر غزل قدسی

مصطفیٰ جب ہوئے گرمِ سفرِ نیم شبی
بقدومش ہمہ گفتند چہ قدسی چہ نبی
تھے فرشتے ہمہ تن محوِ زیارت طلبی
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کیا دری کیا عربی کیا یمنی کیا حلبی
حبذا ملِ علیٰ آپ ہیں نبیوں کے نبی
مانتے آئے ہیں سب آپ کی عالی نسبی
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اک نظر شانِ جمالی کا دکھا کر عالم
ہاتھ سے تھامے ہے دل۔ وہ کہیں کھا کے قسم

پوچھو یوسف سے جمیل آپ یا وہ ہیں کہ ہم
من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

آپ آئے ہمہ تن رحمتِ عالم ہو کر
سب سے بدتر ہوں میں ہاں اک نگہِ رحم ادھر

نیک و بد کوئی ہو۔ رحمت کی نظر ہے سب پر
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

ای قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

عالموں سے ہی آدم کا سوا ہے رتبہ
تم ہو عالم سے بھی۔ آدم سے بھی سب سے عالی

ایک سے ایک کے رتبے ہیں زیادہ کیا کیا
نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

الاماں وہ تفِ خورشید۔ وہ ہولِ عرصات
انکا صدقہ۔ رہے پیاسے جو لبِ نہرِ فرات

امتی تیرے تجھی سے ہیں طلبگار نجات
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

رحم فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی

آسماں سے بھی تم گزرے۔ کہاں کے بر و دشت
لامکاں تک گئے تم کیسی جناں کی گلگشت

کہیں رضواں لیے کوثر۔ کہیں سورج پہ طشت
شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

خوش نصیبوں کو زبانِ عربی پر ہو عبور
عربوں کو ہو بشارت - عربی خود ہیں حضور

اہلِ جنت بھی زباندانِ عرب سب ہیں ضرور
ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

پھلے پھولے ترے پیارے شجر و برگ تمام
ملتے ہیں بارھوں مہینے ثمرِ پختہ و خام

شجر و برگ ہیں پھل پھول کو - ہر فصل دوام
نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

تیرے کوچے کا ہوں کتا - ترے کوچے کی قسم
سگِ دنیا کہو مجھکو سگِ دنیا سے بھی کم

توبہ توبہ یہ خطا - وہ تو ہی آہوے حرم
نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

سنکے شہرہ کہ مدینے میں درِ فیض ہی باز
قصہ کوتاہ - کیے طی سفرِ دور و دراز

چلدیے ملکوں سے - دیکھا نہ نشیب اور فراز
بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز

رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی

آج تو حضرتِ حافظ کو بھی ڈھب کی سوجھی
سن لیا ہی - کہ یہ کہنے کو چلا ہی قدسی

ہو لیے ساتھ کہ آمین کہینگے ہم بھی
سیّدی انتَ حبیبی و طبیبُ قلبی

آمده سوی تو قدسی پی درماں طلبی

مخمس بر غزل حضرت خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ

چھاتی کو کر دیا ہو جب درد نے دوپارا — کیا صبر کی ہو طاقت کیا ضبط کا ہو یارا
لینا کہ جا رہا ہی قابو سے دل ہمارا — دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

دریا چڑھا ہوا ہی طوفاں ہی بلا خیز — اب ڈوبتی ہی کشتی چلنے لگی ہوا تیز
دیکھی نہیں تباہی ایسی مصیبت انگیز — کشتی شکستگانیم ای بادِ شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آں یارِ آشنا را

کلیاں چٹک رہی تھیں گل کھل رہے تھے گل گل — چنپا چنبیلی جوہی لالہ ہزارہ سنبل
ساقی لیے ادا سے لبریز ساغرِ مل — در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل
ھَاتِ الصَّبُوحَ ھُبُّوا یَا اَیُّھَا السُّکَارٰی

میں اک فقیر گدا ہوں تم صاحبِ کرامت — تم آفریں کے لائق میں قابلِ ملامت
اتنا بھی عرض کرنے دینی نہیں ندامت — ای صاحبِ کرامت شکرانۂ سلامت
روزی تفقدی کن درویشِ بینوا را

پست و بلند یکساں ہی جب نظر نہو پست
ہو دوست یا کہ دشمن نیکی کرے درست

ان سب نصیحت یہ مختصر ہمہ دست
آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است

با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

پیچھے ہو کے بیٹھا ہی دل ہی ناپسند ہرچند
اوسکی رضا سے راضی اوسکی قضا سے خرسند

ذلت کے در کھلے ہیں عزت کے راستے بند
در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند

گر تو نمی‌پسندی تغییر کن قضا را

قسمت و قضا کا نقشہ ظاہر اگر ہو تجھپر
مسند کو مارے ٹھوکر تکیے کو سمجھے بستر

قیصر رہا نہ سنجر دارا نہ ہی سکندر
آئینهٔ سکندر جام جم است بنگر

تا بر تو عرضه دارد احوال ملک دارا

آن جمال اوسکی تنہا نہیں زباں زد
شان جلال بھی ہی جسکی نہیں کوئی حد

امید و بیم اگر ہی دن رات کر خوشامد
سرکش مشو که چون شمع از غیرتت بسوزد

دلبر که در کف او موم است سنگ خارا

زاہد کو کیا دکھاؤں آنکھوں میں اوسکی ہی دھند
سمجھاؤں اوسکو کیونکر اوسکا تو ذہن ہی کند

ہی کچھ عجیب نشے کا اک جرعہ مے تند
آن تلخ وش که صوفی ام الخبائثش خواند

اشهی لنا و احلی من قبلة العذارا

ہی نیست جنس ہستی مہنگی ملے کہ سستی
سمجھو فراخ دستی آئے جو تنگدستی

چھوڑو نہ فاتحہ ہستو تم مشغل تنگدستی
ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی

کاین کیمیاے ہستی قاروں کند گدا را

حافظ کی وضع رندی مقبول ہو کہ مردود
بیخود سے کیا او سمجھنا وہ جانے اور معبود

اوسکو عبث نصیحت اوسکو ہی پند بے سود
حافظ بخود نپوشید این خرقۂ می آلود

ای شیخ پاکدامن معذور دار ما را

۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۲۸ھ بموقع عرس شریف پر یہی نظم

یہ سیہ کار اور سرتا پا گناہ
بھاگ کر جس نے کہیں پائی نہ راہ

یہ بتہ کار و ذلیل و رو سیاہ
پھر یہیں ہر پھر کے آیا عذرخواہ

بردر آمد بندۂ بگریختہ
آبروے خود بعصیاں ریختہ

یہ نکما۔ یہ گرفتارِ وبال
حاضر اب در پر ہی باصد انفعال

جو رہا تھا غیر حاضر بارہا سال
دست بستہ۔ پاشکستہ خستہ حال

بردر آمد بندۂ بگریختہ

آبروے خود بھسیاں ریختہ

فضلِ رحمٰن مرشدِ عالی مقام
اب اگر مقبول ہو جائے سلام

آپ آقا۔ حافظ اک بھاگا غلام
شرم رہجائے سہر دربارِ عام

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروے خود بھسیاں ریختہ

عرس شریف ۲۲ ربیع الاوّل ۱۳۲۳ھ

ترجیع بند

فضلِ رحمٰن بمن سوختہ ساماں مددے
حرمتِ جانِ نبی۔ رحمتِ نیرداں مددے

فضلِ رحمٰن بتو صد فضلِ رحمٰں مددے
مددے کن۔ مددے کن مددے۔ ہاں مددے

فضلِ رحمٰن بمنِ بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے۔ جان بتو قرباں مددے

گو نکلتی ہی بمشکل ترے بیجاں کی صدا
سنکے بیتاب ہی محفل ترے بیجاں کی صدا

کرتی ہی جان کو بسمل ترے بیجاں کی صدا
بس یہی ہی ترے بیدل ترے بیجاں کی صدا

فضلِ رحمٰن بمنِ بیدل و بیجاں مددے

دل فدا ہیت مددے جان تو قرباں مددے

دلِ بیتاب ٹھہر جائے اگر تم چاہو
درد اُٹھ اُٹھ کے نہ تڑپائے اگر تم چاہو

پھر تڑپنے کی نہ ٹھہرائے اگر تم چاہو
جان میں جان ابھی آئے اگر تم چاہو

فضلِ رحمٰن مِن بیدل و ہیجاں مددے
دل فدا ہیت مددے جان تو قرباں مددے

تن بدن کی ہو خبر اس قدر اوسان کہاں
صبر کی تاب کہاں ضبط کی وہ آن کہاں

ہاتھ گلے میں پڑے جا لوں جو گریبان کہاں
سینے میں دل وہ کہاں دل میں وہ ایجا کہاں

فضلِ رحمٰن مِن بیدل و ہیجاں مددے
دل فدا ہیت مددے جان تو قرباں مددے

دل میں نادم ہوں سمجھتا ہوں میں جیسا میں ہوں
جسکو مرنا بھی نہ آتا ہو وہ زندہ میں ہوں

جس سے رسوا بھی چلے بچکے وہ رسوا میں ہوں
جسکو جینا بھی ہے اک موت وہ جیتا میں ہوں

فضلِ رحمٰن مِن بیدل و ہیجاں مددے
دل فدا ہیت مددے جان تو قرباں مددے

بھیڑ سی بھیڑ ہے در پر ترے دیوانوں کی
اک جماعت سی جماعت ہے پریشانوں کی

جیسے کو شمع سے لگ جاتی ہے پروانوں کی
بیدلوں کی کوئی گنتی ہے نہ ہیجانوں کی

فضلِ رحمٰن بہرِ بیدل و بیجاں مدد دے
دل فدایت مدد دے۔ جان ہو قرباں مدد دے

ہم خوشامد سے ثناخواں سہی تیرے ہی تو ہیں
باؤلے ہی سہی۔ ہاں ہاں سہی تیرے ہی تو ہیں
ہم جو دانا نہیں نادان ہی سہی تیرے ہی تو ہیں
لاکھ بیدل سہی بیجان سہی تیرے ہی تو ہیں

فضلِ رحمٰن بہرِ بیدل و بیجاں مدد دے
دل فدایت مدد دے۔ جاں ہو قرباں مدد دے

جو مرید آئے ہیں ہم سے ترے جائیں کہاں
گھر تو اک گھر ہی ترا گھر سے ترے جائیں کہاں
یہ پلا کرتے ہیں لنگر سے ترے جائیں کہاں
در تو اک در ہی ترا در سے ترے جائیں کہاں

فضلِ رحمٰن بہرِ بیدل و بیجاں مدد دے
دل فدایت مدد دے۔ جاں ہو قرباں مدد دے

ہو گئے بیجان بھی پہلو میں نہیں دل کو قرار
دل و جان میں ہم اُن بن یہ بڑھی آخر کار
جان قالب میں ہے بیدل کہ ٹھہرنا دشوار
اب تو دل جان سے ہے۔ جان ہے دل سے بیزار

فضلِ رحمٰن بہرِ بیدل و بیجاں مدد دے
دل فدایت مدد دے۔ جاں ہو قرباں مدد دے

ہیں ہم نقد گدا لعل و گہر کچھ بھی نہیں
پاس جز دستِ تہی۔ دولت زر کچھ بھی نہیں

نذر کرنے کو بجز دیدۂ تر کچھ بھی نہیں
دیدۂ تر میں بجز لختِ جگر کچھ بھی نہیں

فضلِ رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے جاں بتو قرباں مددے

دل کیا آپ ہی نذرِ نظرِ پیر ہُدےٰ
قبر میں دیکھو تو منہ کھولکے حافظ کا ذرا

ملک الموت کو دی جان کہ ہو نذرِ خدا
لب نہ ہلتے ہوں نکلتی نہ ہو لب سے یہ صدا

فضلِ رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے جاں بتو قرباں مددے

سلام ۱۳۲۸ھ

السلام ای شافعِ محشر لقب
انبیا میں تاج والے السلام

السلام ای قاسمِ جنت لقب
ای مرے معراج والے السلام

میرے مولے امیرے والی السلام
السلام ای بادشاہِ دادرس

آپ ہیں مولے الموالی السلام
السلام ای خلق کے فریادرس

السلام ای مہرِ والا ماہِ تمام
السلام ہے دینے والے داد کے

آپ کا دن آپ کی رات السلام
سننے والے آپ ہیں فریاد کے

السلام ای عزتِ فرشِ زمیں
فخرِ آدم، فخرِ حوا، السلام
اَنْتَ حَامِدٌ اَنْتَ اَحْمَدُ اَلسَّلَام
السلام ای سرورِ کون و مکاں
تمسے آدم تمسے حوا السلام
رکنِ شانِ نحن اقرب السلام
ہی زبردست آپ کا دینِ متین
آپ کے اصحاب پر ہیم سلام
آپ پر نازل کلامِ اللہ کا
آپ کا انعام ہی مشہورِ عام
آپ کا جلوہ ہی دن رات السلام
السلام ای مصطفےٰ تم السلام
نورِ خالق آپ کا نور۔ السلام
آپ پر قرآن نازل السلام
السلام ای بحرِ تو صرآیتِ حق

السلام ای زینتِ عرشِ بریں
فخرِ مریم، فخرِ عیسےٰ، السلام
یا محمد یا محمد اَلسَّلَام
السلام ای مفخرِ کون و مکاں
تمسے موسےٰ تمسے عیسےٰ السلام
اُدْنُ مِنّی کے مخاطب السلام
آپ کے اصحاب ہیں رکنِ رکین
آپ کے احباب پر ہر دم سلام
آپ پر ہر دم سلام اللہ کا
ہو عطا جاگیر میں دارا السلام
آپ ہیں نورِ سمٰوات السلام
السلام ای مجتبےٰ تم السلام
آپ ہیں نورٌ علےٰ نور السلام
آپ کا ہی دین کامل السلام
السلام ای اولِ آیاتِ حق

السلام ای آپ ہیں مشکل کشا
السلام ای آپ ہیں حاجت روا

السلام ای شاہِ والا السلام
السلام ای میرے مولےٰ السلام

السلام ای شمعِ ایوانِ رُسل
السلام ای صدرِ دیوانِ رُسل

السلام ای فخرِ آدم السلام
السلام ای جانِ عالم السلام

تیرے گھر ہی دین و ایماں السلام
السلام ای دین و ایماں السلام

السلام ای نورِ دل۔ نورِ نظر
السلام ای رب کے منظورِ نظر

قبلۂ دل! کعبۂ جاں! السلام
نورِ عرفاں۔ نورِ ایماں! السلام

تجھسے زیب و زینِ ایماں السلام
تیری الفت عین ایماں السلام

السلام ای اولِ کل انبیا
السلام ای افضلِ کل انبیا

السلام ای بلبلِ گلزارِ کُن
السلام ای نو گلِ گلزارِ کن

السلام اللہ کی شان السلام
دل تصدق۔ جاں قربان السلام

ناسخِ ادیانِ ماضی السلام
آپ سے اللہ راضی السلام

السلام ای عرش منزل السلام
لامکاں کے شمعِ محفل! السلام

ای مقیمِ آسماں۔ تجھ پر سلام
ای مکینِ لامکاں۔ تجھ پر سلام

السلام ای حشر میں سب کے شفیع
شان تیری پیشِ حق سب سے رفیع

السلام ای عاصیوں کے عذر خواہ — حافظ بیدست و پاکے دستگاہ
السلام ای سرِ نہاں تمپر عیاں — ہو نہ ظاہر غیر پر دردِ نہاں
بیدلوں کے آپ دلدار السلام — غمزدوں کے آپ غمخوار السلام
آپ ہیں یٰسین و طٰہٰ السلام — قابلِ او حے فاوحے السلام
منتہی تم۔ اور سب ہیں مبتدی — مقتدا تم۔ اور سب ہیں مقتدی
فرش کی معراج تیری خاکِ پا — عرش کی سرتاج تیری خاکِ پا
آسمانوں پر تمھاری آب و تاب — مہر و مہ ذرے ہیں تم ہو آفتاب
ہو تمہیں تو نورِ مہر و ماہ کے — تمسے سب کچھ ہی سوا اللہ کے
اللہ اللہ کیا ہی رحمت کی نگاہ — ہم گنہگار اور تم ہو عذر خواہ
باغِ طیبہ ہی تمھارا خانہ باغ — تم خدا کے گھر کے ہو روشن چراغ
ہیں عیاں اعمالِ امت آپ پر — اور حالی حالِ امت آپ پر
بیکسوں کا کون ہی تیرے سوا — بے بسوں کا کون ہی تیرے سوا
ناتوانوں کا سہارا کون ہی — نیجانوں کا سہارا کون ہی
حشر میں کنبا قبیلہ کچھ نہیں — بے وسیلے تا وسیلہ کچھ نہیں
حشر کے دن کسکو کسکی فکر ہی — جسکو دیکھو۔ اوسکو اپنی فکر ہی

اپنے سب ہیں غیر سب کا آپ غیر — بھائی بیٹا بیبیاں ماں باپ غیر

ایک نیزے پر کھڑا ہے آفتاب — ہو رہا ہے ذرے ذرے کا حساب

تولے جاتے ہیں ترازو میں عمل — تول میں ممکن نہیں کچھ پیچ بل

بال سے باریک ہے راہِ صراط — دیکھیے کیونکر ہو طے راہِ صراط

راہِ پل ہے تیز تر تلوار سے — گرتے ہیں کٹ کٹ کے جسکی دھار سے

پل کے نیچے نار کے شعلے شدید — ترجمان نعرۂ ھَلْ مِنْ مَّزِید

المدد ای میرے غمخوار المدد — المدد میرے مددگار المدد

ہے عیاں مشکلکشائی آپ کی — میں ہوں مشکل میں دہائی آپ کی

دینے والا کون آئے داد کا — سننے والا کون ہے فریاد کا

ہاں خبر لو حافظِ مجبور کی — اُمّتی ہے - اُمّتی ہے - اُمّتی

آپ مولے ہیں وہ ایک ادنے غلام — دست بستہ عرض کرتا ہے سلام

دل فدا و جاں نثار و سر بکف — گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اک گزارش کی اجازت دیجیے — جو گزارش میں کروں سن لیجیے

کیوں حضوری سے مجھے رکھا ہے دور — کیا لکھا ہے میری قسمت میں حضور

ہے بھی قسمت میں زیارت یا نہیں — ہے بھی قسمت میں یہ دولت یا نہیں

مبتلائے رنج و غم کب تک ہوں
التجا کس سے کروں کس سے کہوں

یَا دَوَائِی یَا طَبِیْبِی اَلْغِیَاث
یَا غِیَاثِی یَا حَبِیْبِی اَلْغِیَاث

کیا دکھائیں دیکھیے میرے نصیب
دیکھیے کب تک رہوں میں بے نصیب

کب بُلائیں دیکھیے سرکار آپ
کب دکھائیں دیکھیے دیدار آپ

بتیس سال امیدواری میں کٹے
بتیس سال اس بیقراری میں کٹے

تا کجا امیدواری - الغیاث
تا کجا یہ بیقراری - الغیاث

اپنے بس تک ہمنے مارے ہاتھ پاؤں
اب نہیں چلتے ہمارے ہاتھ پاؤں

یا نبی اب طاقتِ دوری نہیں
یا نبی اب تابِ مجبوری نہیں

ہی جدائی کی کوئی حد الاماں
یا غیاثی یا محمد الاماں

دل کو یہ کہکے سمجھاتا ہوں میں
دیکھ اب جاتا ہوں اب جاتا ہوں میں

دیکھ پیش اب جاتی ہی حکمت کوئی
دیکھ اب بن آتی ہی صورت کوئی

ایک دو دن ہو تو کام آئے فریب
ہائے کب تک دل مرا کھائے فریب

ایسے بہلانے کا ہو کیا اعتبار
اب نہیں دل کو بھی میرا اعتبار

کچھ گئے - کچھ ہو بھی آئے یا نصیب
اک ہمیں جانے نہ پائے یا نصیب

جانے والے جا چکے - ہم رہ گئے
آنے والے آ چکے - ہم رہ گئے

دل نہیں مایوس اب تک زینہار | آپ کی رحمت کا ہی امیدوار
نا امیدی کام ہی شیطان کا | نا امیدی میں ہی ڈر ایمان کا
دل میں ہی کچھ پاس بھی کچھ آس بھی | آسرے کے ساتھ کچھ وسواس بھی
گو ہی میرا ٹوٹا پھوٹا آسرا | ہی تو آخر آپ ہی کا آسرا
یا نبی کچھ تو سہارا دیجیے | شرم میری آس کی رکھ لیجیے
ٹوٹے دل میں شوق ہی ارمان ہی | شوق کا۔ ارمان کا طوفان ہی
ابکے یہ ارمان دل میں رہ نجائے | ابکے یہ طوفان دل میں رہ نجائے
رہ نجائے پھر ادھورا یہ سوال | ابکے تو ہوجائے پورا یہ سوال
ہند ویرانہ۔ عرب میں زیب و زین | اور دونوں میں ہی بعد المشرقین
میں چلوں مشرق سے مغرب کی طرف | پہلے حج۔ پھر ہو زیارت کا شرف
گڑگڑا کر کر رہا ہوں یہ سوال | التجا رد ہو نہ جائے ابکے سال
یا نبی اپنے نواسے کا طفیل | کربلا کے بھوکے پیاسے کا طفیل
میں ہوں زار و خستہ جان و بینوا | بھوکا پیاسا آپ کے دیدار کا
بھوک پیاس اب حد سے گزری آہ آہ | بھوکے پیاسے پر کرم کی ہو نگاہ ٥

نظم جو مکہ مکرمہ رو داد سالانہ مدرسہ صولتیہ کے لیے بھیجی شوال المکرم ۱۳۲۹ھ

ہاے وہ شام و سحر تھے جو کبھی پیشِ نظر
سحر و شام نظر میں ہیں وہی شام و سحر

ہاے وہ دائرے کے بیچ میں سنگِ اسود
ہاے وہ مرکزِ اسلام۔ وہ اللہ کا گھر

ہاے وہ صحن حرم۔ ہائے وہ میزابِ حطیم
ہاے وہ قبۂ زمزم۔ وہ مقام و منبر

وہ منارے۔ وہ موذّن۔ وہ اذانیں دلکش
کان کیا۔ جان بھی قربان خوش الحانی پر

ہاے وہ وقت تہجد کا سہانا پیارا
اونچی آواز وہ ترحیم کی میناروں پر

ہاے ہر وقت کا وہ لطفِ طوافِ کعبہ
اور ماثور و موثر وہ دعائیں ازبر

ہاے وہ رکنِ یمانی وہ دعاے حسنات
جسکو سنکر کہیں آمین فرشتے ملکر

ہاے وہ چاشنیِ بوسہ سنگِ اسود
جسکے ملنے سے ملے روح کو جانِ دیگر

سنگ اسود کہوں یا دیدۂ دل کی پتلی
وہ مرانورِ نظر۔ آنکھ کا منظورِ نظر

ملتزم سے وہ لپٹنا۔ وہ بکا۔ وہ زاری
ملکے رخسار کبھی دست طلب پھیلا کر

داد فریاد۔ پکڑ کر وہ غلافِ کعبہ
پردہ پوشی کی تمنا وہ حضورِ داور

دیدۂ طور کا سرمہ وہ سیاہیِ غلاف
اور وہ روح فزا نور۔ وہ دلکش منظر

ہاے وہ زائروں کی سعیِ صفا و مروہ
جسکے اتمام کا ضامن ہی خداے برتر

ہند پر خاک پڑے۔ جسنے کیے خاک مزے ۔ کیا کروں خاک اوڑاؤں میں کہ ڈالوں سر پر
دیکھنا پھر نہ ہوا کعبۂ مقصد کا نصیب ۔ ہوگئی کسکی الٰہی مری آنکھوں کو نظر
چھوٹکر خاکِ حرم سے یہ ہوا ہوں بیقدر ۔ پھر نہ اوٹھا صفت اشک نظر سے گر کر
کیا کروں کس سے چھپاؤں میں دکھاؤں کسکو ۔ کہ نہ دیدے سے نہ دیدے ہیں مرے دیدہ تر
دیدۂ سر کا ہو محسود نہ کیوں دیدۂ دل ۔ کہ نظارے کے عوض دل میں تصور کا ہی گھر
اوسکے جی سے کوئی پوچھے جسے یاد آتا ہو ۔ وہ نظارہ۔ وہ تماشا۔ وہ سماں۔ رہ رہکر
ہاے وہ کاہ جسے یاد ہوں مکے کے پہاڑ ۔ ہند میں کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہو جسپر
دل ہی یا لوہے کا ٹکڑا۔ کہ نہ پھڑکے تڑپے ۔ اور پھر دل بھی وہ دل۔ چوٹ پڑی ہو جسپر
غول کے غول چلے جاتے ہیں اوڑتے زائر ۔ ہند میں ایسی اوڑی شہرتِ حج اکبر
اس مسرت میں کہ اب باندھینگے چلکر احرام ۔ اپنے جامے سے ہوئے جاتے ہیں زائر باہر
آبلے پاؤں میں اس پاک سفر سے جو پڑیں ۔ ہیں تو اون آبلوں کے پاؤں میں دھو دھو کر
اگلا حج کسنے کیا۔ کون جیا۔ کون مرا ۔ کہ ہی اک سال کا پلہ ابھی تا سالِ دگر
مرنا مرنا ہی۔ مگر زیست عرب کا مرنا ۔ جینا جینا ہی۔ مگر ہند کا جینا دو بھر
موت یہ ہی کہ عرب سے میں پھر آیا جیتا ۔ جینا مرنے سے ہوا۔ جینے سے مرنا بدتر
کبھی سینے میں کبھی دل میں کبھی آنکھوں میں ۔ ہند میں ڈھونڈ پھرا شوقِ عرب کو گھر گھر

تو برس دن سے جدا ہوں ۔ مگر اب تک ہی ہم
کسی کروٹ ۔ کسی کل چین نہیں درد بغیر
المدد والمدد ای جاذبۂ شوق مدد
پھر وہ دن ہو کہ اوٹھے منہ سے دانہ پانی
دے خدا مقدرت وہمت وتوفیق اتنی
ابتو بس ایک تمنا ہی جو سن لے اللہ
آہ سے نالہ سوا ۔ نالے سے ہو آہ سوا
در و دیوار بھی ہلتے نہیں اب نالوں سے
روح کھنچتی ہی ۔ مدد کر مدد ای جذبۂ شوق
آبلے دل کے تپکتے ہوے ستھے بے گنتی
میں تو سمجھانے سے اک بار سمجھ بھی جاؤں
ابتو نالوں کا یہ ہی شور کہ جی ڈرتا ہی
صبر کر ای دلِ مجبور ۔ غنیمت ہی یہی
حرم پاک کا جس وقت تصور آیا
جی بھر آتا ہی ۔ تصور جو یہ آجاتا ہی

وہی بطحا ۔ وہی صحرا وہی سودا ۔ وہی سر
تکیے ہیں پہلووں کے ۔ دردِ دل و دردِ جگر
الحذر الحذر اس صدمۂ دوری سے حذر
جو ظفر کا ہی وسیلہ ۔ وہی پیش آے سفر
پھر اوٹھوں اوٹھکے کمر باندھوں اوٹھاؤں بستر
ایک ہی یہ ہی مجھے نالہ ۔ مرے نالے کو اثر
ہاے دل آہ کہے ۔ نالہ کہے ہاے جگر
اوڑ گیا کیا مری تقدیر کا دنیا سے اثر
دیر کا وقت نہیں لے خبر اب جلد خبر
رات کاٹی ہی چمکتے ہوئے تارے گن گر
دل کی پوچھو تو ہی مجھسے بھی زیادہ مضطر
کرۂ خاک کو رکھ لیں نہ اوٹھا کر سر پر
کہ ہی گھر بیٹھے ہوے بزمِ تصور میں گزر
دور سے دیکھکے دی دردنے تعلیم اوٹھکر
کہ نہ دیکھا حرمِ پاک ہا تجھے جی بھر کر

میرے مخدوم نے بھیجا ہی مجھے اک نامہ — ہی یہ ارشاد کہ کچھ ہند سے بھیجو لکھکر
اس نظر سے یہ مجھے ناظرِ فخری نے کہا — نظر فخر سے دیکھیں یہ مجھے میرے سخن پر
مجھسے لکھا یا نہیں جاتا ہی غم دوری سے — دوست یہ جانکے خوش ہیں کہ ہی غم کا اثر
دوست کو مجھسے یہ شکوہ کہ نہیں بھول گیا — اور میری ہی یہ حالت کہ نہیں اپنی خبر
دوستوں کو ہی گلہ مجھسے کہ چپ چپ کیوں ہی — خامشی مجھسے یہ کہتی ہی کہ بس اُف بھی نکر
خامشی کی سنوں۔ یا ناظرِ فخری کی سنوں — کہ ہی ارشادِ مبارک مرے سر آنکھوں پر
اب لکھوں یا نہ لکھوں نظم ہی میری بے نظم — سوچتا ہوں میں یہی۔ ہاتھ میں خامہ لیکر
جسکو کہنا ہی نہ آتا ہو وہ کیا خاک کہے — جسکو لکھنا ہی نہ آتا ہو وہ لکھے کیونکر
اگر ارشاد بجا لائے کا میں قصد کروں — تو سر انجام مرے حوصلے سے ہی باہر
سب سے دشوار نظر آئی جو نافرمانی — عقل بولی کہ لکھو نام خدا کا لیکر
ٹوٹی پھوٹی ہوئی یہ نظم حقیر و ناچیز — نظرِ نذر سے لکھتا ہوں کہ ہو نذرِ نظر

بانیِ مدرسہ پر رحمت اللہ مدام — آفریں ناظرِ فخری کی بڑھی ہمت پر
جس نے چندے سے چلا کر یہ بڑھایا اوسکو — جسنے رکھی نہ نظر منفعتِ ذاتی پر
ہمہ تن وقف کیا آپ کو جس نے للہ — سر بسر مدرسے کا بوجھ اوٹھایا سر پر

ایک یہ دھن ہی - برس بھر کے مہینے بارہ
یہی کوشش ہی کہ دیدے کوئی بھائی چندہ
لاکھ میں ایک ہی دے - لاکھ نہ دے ایک تو دے
حد سے باہر نہیں اس ایک کا بدلہ اک لاکھ

ایک یہ فکر ہی - دن رات ہیں آٹھ پہر
پھر یہ حجت نہیں چندہ ہو بہت یا کمتر
ایک کے بدلے میں دے لاکھ خدائے اکبر
دین کا مدرسہ ہی حدِ حرم کے اندر

جو یہاں جمع کیا - وہ یہیں برباد ہوا
کیا وہ اندوختہ - جو چھوٹ گیا دنیا میں
عقل کا کام ہی انجام کو پہلے سوچے

جو دیا نام خدا - جمع ہی اللہ کے گھر
ہی یہ اندوختہ جو ساتھ چلا وقتِ سفر
منصفی شرط ہی - انصاف کرے آپ بشر

ہائے پھر یاد ہوا مدرسے کا وہ جلسہ
اور سب جائیں - وہاں جا کے تماشے دیکھیں
سب کی قسمت کہ وہاں جا کے فتحیاب ہیں
سالنامہ ہو کھلا مدرسے کا مکے میں

جسکی آراستگی نقش ہی اب تک دل پر
ایک رہجاؤں میں ایک ایک کا منھ تک تک کر
میری قسمت کہ رہوں خونِ جگر پی پی کر
فالنامہ ہو مقدر کا یہاں پیش نظر

ضعف کہتا ہی کہ اب بند کرو دفترِ شوق
شوق کہتا ہی لکھے جائیے دفتر دفتر

دل کا دکھڑا ہی بڑا اسکی ہے کیا حد حافظ
ختم کر نامے کو اب خامے سے کہدے بس کر

نظم جو ۲۴ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۲ء کو

انجمن اتحاد کے سالانہ جلسہ میں پڑھی

شکرِ ایزد۔ قوم میں ہے گرم بزمِ اتحاد
نامرادی اُڑ چلی چلنے لگی بادِ مراد

انجمن کا نام آسکتا نہیں اس بحر میں
انجمن وہ انجمن جو ہے مضافِ اتحاد

میری غیبت میں ہوا سالانہ جلسہ پار سال
آج پھر اوس مجلسِ سالانہ کا ہے انعقاد

آج ہیں اک سربلندِ قوم صدر آرائے بزم
آج مدت میں ہوا کرسی نشیں نقشِ مراد

صدرِ دنیا۔ صدرِ دین و صدرِ بزم و صدرِ قوم
چارۂ دردِ عناد و مایہ دارِ اتحاد

یہ جو صدر الدین احمد خاں ہیں صدرِ انجمن
مصدرِ صلح و صلاح و صاحبِ صدق و سداد

آپ کے صدق و صفا پر از رہِ صدق و صفا
کر دیا صدق و صفا نے صاد و آنکھوں سے صاد

حق نے وہ حق کوشی اور اصلاح کیشی کی عطا
جس سے ہو ابطالِ باطل جس سے ہو فانی فساد

جمع ہے تھوڑی سی ٹوٹی پھوٹی دل خستہ غریب
امتِ مرحومہ خیر الورٰی۔ خیر العباد

خیر سے پھر متفق ہیں خیر پر اخیارِ قوم
خیر سے رخصت ہوئے اشرار کہکر خیر باد

کچھ بصارت کچھ بصیرت سے اگر ہم کام لیں — نعمتیں دونوں بڑی ہی ہیں اتفاق و اتحاد
وضع میں صورت میں گو ہوں مختلف افراد قوم — سب مرادف لفظ ہوں جن میں ہو معنی اتحاد
دوستی سے ہو غرض ظاہر میں گو ملنا نہو — جیسے ظاہر میں جدا ہی ایک گرہ حرف داد
مرد و زن پیر و جواں ایک ایک ہی فرض عین — اپنے پورے دشمن دیں نفس کافر پہ جہاد
وقت سب ہم کھو چکے اب کہ ان ہی حق کے سوا — دے جو داد داد واہ از دست غفلت داد داد
اب کہاں ساماں وہ جسکا کریں ہم بندوبست — اب کہاں اسباب وہ جسکا کریں بست و کشاد
ظلمت بے امتیازی چھا گئی ہی قوم پر — اب نہیں باقی تمیز شامگاہ و بامداد
کوئی ان اللہ کے بندوں سے پوچھے تو ذرا — کسکو حق اللہ کہتے ہیں کسے حق العباد
یہ بجا نا دور اندیشی سے رہکر دور دور — کسکو کہتے ہیں معیشت کسکو کہتے ہیں معاد
بھائیو! رخصت اگر دے خود فراموشی تمہیں — خوبیاں اپنے بزرگوں کی گئی بھولے سے یاد
بھائیو! سوچو تو دل میں تھے تمہارے پیشرو — کیسے اہل علم کیسے صاحب فضل و رشاد
کیا کمایا تمنے دنیا میں یہاں کیوں آئے تھے — کیا مہیا کرکے رکھا آخرت کا راہ زاد
کچھ اگر دیتے رہیں مال کھولکر سرمایہ دار — انجمن کے پاس کچھ سرمایہ ہو کچھ جایداد
کوئی تو پورا ہو مقصد انجمن کا یہ نہیں — کرکے جلسہ چھاپے ہی سالانہ خوشخط روداد
دوستوں سے جب یہ کہیے درد دل پیدا کرو — دوست کہتے ہیں نصیب دشمناں وجع الفواد

بھائیو! کچھ آپ سنبھلو۔ کچھ سنبھالو ناو کو	ناخدائی تو کرو۔ پھر ہر جہہ بادا باد
متفق ہو۔ متحد ہو۔ چھوڑ دو اخلاق بد	عزتیں حاصل کرو۔ لیکن نہ بے فکر معاد
چھوڑ دو بیجا مصارف۔ چھوڑ دو بیجا رسوم	خیر جاری پھر ہو جاری اور شر کا انسداد
پرتو خورشید سے جس طرح تاریکی ہو دور	بخل کے دفتر کے حق میں ہیں دست دہی دست باد
قوم کے نادار بچے علم سے محروم ہیں	دو کتب۔ دام و درم۔ لوح و قلم۔ کاغذ مداد
پہلے تھوڑا تھوڑا چندہ جمع کر لو۔ اوسکے بعد	کرو جاری ایک مکتب رکھکے نوکر اوستاد
ایسی دو تعلیم۔ جو ہو دین و دنیا کے مفید	جس سے دونوں کا بھلا ہو۔ کیا معیشت کیا معاد
ایسی دو تعلیم بچے سلطنت کے ہوں مطیع	ہوں سراپا خیر خواہی۔ ہوں سراپا انقیاد
بھائیو! میری نصیحت پر اگر کر لو عمل	پھر مرادم کہ پوری ہوگی منہ مانگی مراد

پند گوئی اور حافظ سا سفیہ بے عمل
ناامید مو سفید و روسیاہ بے سواد

تواریخ تجدید

مسجد آنولہ بہ تعمیر شیخ احسان کریم صاحب سوداگر کلکتہ ساکن آنولہ ضلع بریلی

گشت نو مسجد بفرمان کریم	اینچنیں شانیست شایان کریم

با دو مشکور جہاں مقبول حق
حافظ این مصرع کامل سال است

جدّ و جہد شیخ احسان کریم
جدّ و جہد شیخ احسان کریم
سنہ ۱۳۲۵ھ

کہنہ مسجد ہو گئی بنکر نئی
یا خدا مشکور ہو مقبول ہو
مصرع تاریخ ہے حافظ یہی

ہے تعالیٰ شانہ شان کریم
جدّ و جہد شیخ احسان کریم
جدّ و جہد شیخ احسان کریم
سنہ ۱۳۲۵ھ

کرد مسجد را درست از جدّ و جہد
حافظ این تاریخ جدّ و جہد اوست

آنچناں کو بود شایان کریم
جدّ و جہد شیخ احسان کریم
سنہ ۱۳۲۵ھ

حبّذا از دست احسان کریم
مصرع تاریخ از حافظ شنو
سنہ ۱۳۲۵ھ

بر محل مسجد درستی یافتہ
بے بدل مسجد درستی یافتہ

احسان کریم آں جان کرم
حافظ گوید مصرع سال

کرد چہا با بیت خدا
مسجد اقصیٰ بیت خدا
سنہ ۱۳۲۵ھ

اُنکو شیخ احسانِ کریم — حشر میں دے اللہ جزا
مصرع حافظ ہی تاریخ — مسجد اقصےٰ بیتِ خدا

سنہ ١٣٢٥

مسجد بشکستہ را تعمیر کرد — کار جنت کرد احسانِ کریم
بہر سالِ ایں عمارت حافظا — گو۔ عمارت کرد احسان کریم

سنہ ١٣٢٥ھ

چو احسانِ کریم شیخ تاجر — بنای مسجد فرخندہ پے را
کمر بست و بتوفیق الٰہی — رسانیدہ بہ اوجِ کوہ ویرا
براوجِ کوہ بنو گشت ست تاریخ — جزاک اللہ فی الدارین خیرا

سنہ ١٣٢٥ھ

بفرقِ مسجد احسانِ کریم ست — رسانیدہ بہ اوج کوہ ویرا
براوج کوہ سالش خواند حافظ — جزاک اللہ فی الدارین خیرا

سنہ ١٣٢٥ھ

تمکو اس حسنِ عمل کی دے جزا — حق تعالےٰ شیخ احسانِ کریم
گنبدِ مسجد میں گونجی یہ صدا — واہ اہا شیخ احسان کریم

سنہ ١٣٢٥ھ

یہ درستی - ایسی مسجد شاندار | ہی نمودِ شیخ احسانِ کریم
مصرع تاریخ حافظ نے کہا | واہ جودِ شیخ احسانِ کریم

سنہ ۱۳۲۵ھ

کہنہ مسجد شدہ نو از کفِ احسانِ کریم | آں کریم ابنِ کریم ست و رئیس ابن رئیس
داشت حافظ سرِ تاریخ کہ فرمود سروش | اُذْکُرِ اللّٰہَ قِیَمًا وَّ قُعُوْدًا - بنویس

سنہ ۱۳۲۵ھ

ہوی مسجد کی درستی تو یہ کی فرمائش | ایک دیندار نے حافظ سے کہ تم سن کہدو
تھا اسی فکر میں حافظ کہ سنی یہ آواز | اُذْکُرِ اللّٰہَ قِیَمًا وَّ قُعُوْدًا کہدو

سنہ ۱۳۲۵ھ

احسانِ کریم راست کہ مسجد درست کرد | بینند اہلِ بینش و صد آفریں کنند
پیچید بہ گنبد از پے تاریخ این صدا | ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سنہ ۱۳۲۵ھ

عمارت ایسی دلکشا ہے کریم | کیا ہی کیا ہی واہ واہ کارِ خیر
یہ مصرعہ ہی حافظ اس کا یادگار | ہو یادگار یا الٰہ کارِ خیر

سنہ ۱۳۲۵ھ

ہے رب کا موردِ احسان کریم ابنِ رحیم	بنائی جسنے یہ مسجد۔ کہاں ہیں ایسے کریم
تھی فکرِ سالِ عمارت کہ گوشِ حافظ میں	ندا یہ غیب سے آئی۔ ملیگا اجرِ عظیم

سنہ ۱۳۲۵ھ

احسانِ کریم اہلِ صفا مومنِ کامل	خوش رکھ اُسے یارب کہ ترا خانہ بنایا
آخر دلِ حافظ بھی تو ہے خانہ خدا کا	بیساختہ بولا کہ۔ خدا خانہ بنایا

سنہ ۱۳۲۵ھ

سَجِدٌ مُحَوَّنٌ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

سنہ ۱۳۲۵ھ

تاریخ وفات مولوی مظہر علی وکیل پیلی

بہ گامے کہ فرسود مظہر علی	رہِ خلد پیمود مظہر علی
منم حافظ از خدمت اندیش او	کہ مخدومِ من بود مظہر علی
چو زر گور آسود بست صفر	بگفتم کہ آسود مظہر علی

سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ وفات میر امداد علی صاحب عم اکرم میر سید

اظہر حسن صاحب وکیل

ہی نور کا تڑکا - شب یلدا ہوئی کافور
کافور سحر سے ہی جدھر دیکھو ادھر نور

تاریخ ہی پہلی مہ پاک رمضان کی
جو فوت ہوا اس ماہ میں ہوتا ہی وہ مغفور

ہی روز دوشنبہ کا جسے کہتے ہیں اثنین
ہر شہر میں ہر قریے میں جو یہ ہی مشہور

امداد علی - آل نبی - سیدِ نوری
اس عالم ظلمت سے ہی پردہ اونھیں منظور

لو جاتی ہی اوس سیدِ نوری کی سواری
اپنوں کو جگر گوشوں کو چھوڑے ہوئے مہجور

سر سے بڑے بوڑھے کا اوٹھا جاتا ہی سایہ
کیا کیجیے - ہی فرش زمیں سخت - فلک دور

واصل ہوئے باقی سے وہ - باقی ہی تصور
پھرتے ہیں وہ آنکھوں میں جو نظروں سے ہیں مستور

اللہ اللہ رونے کی آخر کوئی حد بھی
دو دیدۂ خونبار رہیں - یاد وہیں یہ ناسور

حافظ نے جو کی فکر تو ہاتف نے صدا دی
کہدو کہ ہی مغفور کی تاریخ بھی مغفور
سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ طبع دیوان نعتیہ مولوی حسن رضا خان صاحب حسن بریلوی

بحمد اللہ حسن کا چھپ گیا دیوانِ نعتیہ
ہی عقبےٰ کے لیے روحوں کو لاثانی غذا توشہ

یہ روحانی سفر توشہ نظر آیا جو حافظ کو	کہا چھپنے کی ہی تاریخ	روحانی سفر توشہ سنہ ١٣٢٦ھ

تاریخ وفات حضرت حسن ممدوح

حسن پہنچے جو نیکو دفتر نعت	حضور کبریا شاباش شاباش
مراہر پرے سے حافظ بہر تاریخ	ندا آئی حسن شاباش شاباش سنہ ١٣٢٦

تاریخ وفات والدہ ماجدہ میر اظہر حسن صاحب وکیل

عترت قاسم جنت آہا	بنت خاتون قیامت آہا
سیدہ مستندہ محترمہ	دُرّۃ التاج سیادت آہا
صائمہ قائمہ ہر دن ہر رات	وہ عبادت وہ ریاضت آہا
خانہ زاد اونکی ہی عالی نسبی	لونڈی اونکی ہی شرافت آہا
اونکے کاشانے کے ہی پہرے پر	عصمت و عفت و حرمت آہا
خاص نوتحلہ کے سادات ہیں فرد	اللہ اللہ یہ شرافت آہا
پوچھیے سچ تو یہی کیا کم ہی	شرفِ دولتِ نسبت آہا
آپ تھیں تیس (٣٠) برس کی بیوہ	کٹ گئی آج مصیبت آہا

اپنے شوہر سے چلیں ملنے کو | کلبہ سے سوئے جنت آہا
اللہ اللہ یہ سن اور یہ ضعف | اور یہ قصد۔ یہ ہمت آہا
روزہ داروں ہی کے جی سے پوچھو | شربتِ مرگ کی لذت آہا
سچ تو یہ ہے۔ اجلِ ماہِ صیام | اچھی خاصی ہے شہادت آہا
نہ نکیرین۔ نہ پرسش۔ نہ فشار | قبر ہے منزلِ راحت آہا
کیوں یہ رتبہ نہو۔ ماشاء اللہ | کس گھرانے کی ہیں عترت آہا
جنکے اجداد حسن اور حسین | دلھنیں جنکی شہادت آہا
جنکے ہیں باپ علی شیرِ خدا | مرتضےٰ شاہِ ولایت آہا
جدِ اعلیٰ تو ہیں سب سے اعلیٰ | ختم جن پر ہے نبوت آہا
جنکو بھیجا ہے خدا نے تحفہ | سب رسولوں کی رسالت آہا
روز اللہ کی رحمت جن پر | خود بھی اللہ کی رحمت آہا
جو ہیں سرتاجِ شفاعت واللہ | جنکے سر تاجِ شفاعت آہا
جنکے در پر ہیں فرشتے درباں | جنکے گھر کی ہے نبوت آہا
آپ جاتی ہیں بھرا گھر چھوڑے | گھر میں ہے عزت و حشمت آہا
جنکے گھر مفت بٹا کرتی تھی | روز ایمان کی دولت آہا

اونکے مظہر حسن اکبر فرزند — جنکی چلتی ہی طبابت آہا
اور اظہر حسن اونسے چھوٹے — شغل جنکا ہی وکالت آہا
اونسے جو چھوٹے ہیں سبحان اللہ — سب کی ذرّیت و عزت آہا
آل بھی آل کی اولاد بھی ہی — سب صحیح اور سلامت آہا
چشمِ بد دور- پھلا پھولا ہی — چمنستانِ وراثت آہا
ترو تازہ رہے شاداب رہے — روز افزوں ہو طراوت آہا
بست و ہشتِ رمضاں [۲۸] تھی کہ ہوئیں — ساتھ ایمان کے رخصت آہا
ختم ہونے نہ دیا ماہِ صیام — ختم کی-عمر کی مدت آہا
بنکے مہمانِ خدا جاتی ہیں — کی قبول آپ نے دعوت آہا
ایسی تقدیر کا کیا کہنا- واہ — کیا زبردست ہی قسمت آہا
لوٹ کچھ تو بھی ثواب اے حافظ — کہ یہ موقع ہی غنیمت آہا

اسی مصرع میں ہی پوری تاریخ
کیا زبردست ہی قسمت آہا
سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ طبع دیوان مجاز مولوی حسن رضا خانصاحب

حسن مرحوم

کلامِ مجاز جنابِ حسن
چھپا جب تو حافظ نے مصرع کہا

وحیدِ زمانہ۔ فریدِ زمن
چھپا عاشقانہ ترانہ حسن
سنہ ۱۳۲۷ھ

تاریخ طبع مجموعہ نظم خلیفہ عبدالکریم خاں کریم
موسوم بنام تاریخی نوائے نظم کریم
سنہ ۱۳۲۷ھ

قطعہ

شکرِ خداوندِ غفور و رحیم
مصرعِ حافظ ہی یہ مطبوع طبع

تازہ ترین چھپ گئی نظمِ کریم
حمدِ خدا۔ نعت نبیؐ حلیم
سنہ ۱۳۲۷ھ

قطعۂ دیگر

نظم کا مجموعۂ زیبا چھپا
ہی اگر تاریخ کی حافظ تلاش

کیسا مجموعہ کہ گلدستہ چھپا
کہدو منظوم کریم اچھا چھپا
سنہ ۱۳۲۷ھ

قطعہ تاریخ وفات حافظ سراج احمد امام مسجد جامع پیلی بھیت

یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۲۸ھ

کر گئے بے چراغ مسجد کو
سال کے پہلے دن ہی خالی
ہم نکلیں منہ کو اور جمعے کی رات
ہم جلو میں ہوں اور کاندھوں پر
کہدو حافظ یہ مصرع تاریخ

وائے حافظ سراج احمد آہ
جائے حافظ سراج احمد آہ
ہائے حافظ سراج احمد آہ
جائے حافظ سراج احمد آہ
ہائے حافظ سراج احمد آہ
سنہ ۱۳۲۸ھ

تاریخ وفات دختر دو سالہ حاجی محبوب علی دلال بمبئی ۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۹ھ

روز جمعہ مطابق ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ع

در فردوس پر جس وقت پہنچی
تو حوروں نے کہی تاریخ حافظ

وہ معصومہ تھی جسکی عمر دو سال
کہا۔ آ دختر محبوب دلال
سنہ ۱۳۲۹ھ

قطعۂ تاریخ وفات میر اظہر حسن صاحب وکیل

وا دریغا یارِ من غمخوارِ من	سیدِ والا گہر اظہر حسن
رخت بربست از سرائے بے کشود	شد بمینو چوں بہاراں در چمن
ایں سبکروحی نگر وین خاکداں	ہمچو جاں بگزشتہ و بگزاشت تن
من جدا گشتم ازو چوں تن ز جاں	او برید از ہمچو من چوں جاں ز تن
اینقدر ہم انتظارے برنتافت	تا ز غربت روے آرم در وطن
او بسیرِ باغِ عدن و من ہنوز	غرقۂ افکار در بحرِ عدن
او بپوشد روے و من سر برہنہ	من کشیم احرام در براو کفن
چند پرسی از من اے کامراں	تا چہ خوں خوردم چو لعل اندر یمن
بودم اندر مکہ زیرِ کوہسار	کایں خبر چوں سنگ زد بر گوشِ من
زیں خبر کوہِ غمم بر سر فتاد	ویں غمِ جانکاہ شد جانکاہِ من
صبر خوشتر باشد اما چوں کند	چوں منے رنجورِ نزارِ خستہ تن
سوز و سازنا ولیست اما برگِ کاہ	کی تواند ساختن با سوختن
چوں شنیدم ایں خبر از خود شدم	با خبر شد بیخبر از خویشتن

اندراں بیخویشی و نا آگہی — ناگہاں گشتم براہے گام زن
بودہ ام از خود رفتہ امارا بہرو — پیرہی خود بودہ خضرِ راہِ من
دیدہ ام اندر پیرہی در رہبری — جلوۂ مینو بچشمِ خویشتن
من بپاے سرد دیدم چند گام — تا شدم بر قصرِ مینو باب زن
زاں صداے در زدن بے پارہ — از دروں سو بانگ زد مَن اَنتَ مَن
گفتمش بر در بیا - در بر کشا — کایں منم حافظ خلیل الدین حسن
مرحبا فرمود و در بکشود زود — رہ سپردم ہمچو بلبل در چمن
پس چہ دیدم آنچہ دیدم دیدنی ست — جلوہ گر بر تختِ زر اظہر حسن
پیش او رضواں بآئینِ نکو — باادب در نکتہ سنجی حرف زن
حرف زن در سالِ ہجری و مسیح — یافتی اینک جناں اظہر حسن

۵۸۲ ۱۰۴ ۱۲۲۴

سنہ ۱۳۲۸ھ

مکہ مکرمہ میں سالانہ جلسہ مدرسہ صولتیہ کے موقع پر

حافظ و ہدیۂ مدرسہ — بگوشانزدہ بار مستفعلن

سنہ ۱۳۲۸ھ — سنہ ۱۳۲۸ھ

یہ صولتیہ مدرسہ — ہے ایک بوٹا دین کا — پہلے یہ بوٹا تخم تھا — مکےؔ میں جو بویا گیا

بوٹے ہی جلدی سے اوگا رہکر ہرا جھمکر رہا
پھل پھول عمشاداب ہیں چھوٹے بڑے طلاب ہیں
اختر ہیں عالمتاب ہیں عالم کے آب و تاب ہیں
انکی ضیا اونکی جھلک پہنچی ہے دور تک
ذروں میں ہے اونکی چمک تاروں میں اونکی دمک

گملے ہی میں پیدا ہوا گملے ہی میں پھولا پھلا
سرچشمۂ آداب ہیں مفتاحِ فتحِ باب ہیں
خورشید ہیں مہتاب ہیں دن رات ہے اونکی ضیا
سطحِ زمیں تا بام فلک فوق السما تحت السمک
آنکھوں کی ہیں وہ مردمک سرمہ ہے اونکی خاکِ پا

تاریخ بزم بے مایہ

سنہ ۱۳۲۸ھ

اس مدرسے کے سر پہ ہے
ہے یہ مجلسِ بے مایہ
کہدو حافظ مصرعِ سال

سایۂ رحمت سرتاپا
مایۂ رحمت سرتاپا
آیۂ رحمت سرتاپا
سنہ ۱۳۲۸ھ

تاریخ مابعد

سنہ ۱۳۲۹ھ

اللہ اللہ میں کہاں مکہ کہاں
اللہ اللہ خواب ہے یہ یا خیال

وہ ہوا جسکا تھا وہم و گمان
خواب میں بھی جو نہ آتا تھا خیال

ہند سے حق نے یہاں پہنچا دیا
تھا کہاں مجھکو کہاں پہنچا دیا

تھا بنانا ہر قدم پر سر قدم
راہرو رکھتے مرے سر پر قدم

سر اگر پاتا قدم بھر کی جگہ
پاؤں کیوں رکھتے قدم سر کی جگہ

کھائی ہی حق نے قسم جس خاک کی
ہمنے قدر اوس خاک کی کیا خاک کی

یہ بھی ایک اللہ کا احسان ہی
واہ کیا احسان کیا احسان ہی

بزم میں مجھکو کریں عاقل شریک
عاقلوں میں مجھسا لا العقل شریک

میں تو دیوانہ ہوں۔ فرزانہ نہیں
میں حریف بزم سالانہ نہیں

واہ۔ ایسی بزم۔ ایسے باکمال
آہ۔ میری بیکمالی کا کمال

کرنہ دوں میں شورِ محشر تا بپا
محو۔ حیرت نے کیا سر تا بپا

بند ہی دم ناطقے کا بولتے
سوکھتا ہی منھ مرا لب کھولتے

لب کشائی اور مجھسا بیزباں
کیا کروں۔ پاسِ ادب ہی درمیاں

کیا کروں۔ مامور ہوں معذور ہوں
عذر کر سکتا نہیں مجبور ہوں

کیا کروں انکار کا یارا نہیں
امتثالِ امر سے چارہ نہیں

ہزل گوئی بذلہ سنجی ہی مری
ہرزہ پوئی نکتہ سنجی ہی مری

ڈر ہی لفظوں کا بگڑ جائے نہ حرف
میرے حرفوں پر کہیں آئے نہ حرف

پختہ کاروں میں مری خامی کی بات — عالموں میں ہو گی اک عامی کی بات

کیا میں ناچیز اور میرا حوصلہ — کیا ہو وصف صولتیہ مدرسہ

مجکو کیا طاقت کہ اک دفتر لکھوں — مختصر سے مختصر اخصر لکھوں

علم کا چشمہ ہی یا بحرِ رواں — ہند سے بہتا ہوا آیا یہاں

کر چکا طے بحر و بر جب چشمہ سار — اوسنے پایا آکے مکّے میں قرار

کون ہی جسنے بہایا ہی اسے — پھر بہا کر کون لایا ہی اسے

رحمتِ اللہ کی آیت کہوں — یا اوسے اللہ کی رحمت کہوں

ہاتھ خالی - دل غنی - محتاج الیہ — رحمت اللہ رحمۃُ اللہِ علیہ

ہی وہ سرچشمہ یہ مکہ مدرسہ — نام رکھا ہی صولتیہ مدرسہ

ہو گیا مدت سے وہ بانی شفیق — رحمتِ حق رحمتِ حق میں غریق

مہتمم ہیں ابتو اک فردِ فرید — کون مولانا محمد باسعید

اونکی کوشش سے چلا یہ مدرسہ — اسقدر پھولا پھلا یہ مدرسہ

اونکی کوشش سے ترقی علم کی — دن کو دونی - رات کو ہی چوگنی

آج تک گزرے یونہیں لیل و نہار — آج تک اسکا ہی چندے پر مدار

چند روزہ ہی یہ چندے کی بہار — چار دن کی چاندنی بے اعتبار

کاش دیدے دولیتہ کا خطاب ۔۔۔ دیکھیے دولت۔ دورِ صولت آب
کم سے کم دولت کا عقدہ ہی بہت ۔۔۔ پیاسے کو دریا کا قطرہ ہی بہت
مدرسہ۔ دولت کا جلوہ دیکھ لے ۔۔۔ علم حریت کا جلوہ دیکھ لے
کاش ہو یہ صولیتہ مدرسہ ۔۔۔ پا کے دولت دولیتہ مدرسہ
کاش اگر جوش میں بحرِ عطا ۔۔۔ کہدے لَیسَ البحرُ تُنقِصُہُ الدِّلا
تشنہ کاموں پر کرم قطرہ کرے ۔۔۔ نام قطرہ۔ کام دریا کا کرے
نظم کو حافظ دعا پر ختم کر ۔۔۔ مختصر کر مختصر کر۔ مختصر
کہدے با قلب و لسانِ متحد ۔۔۔ دُولَۃَ الاسلام یارب زِد فزِد
سال کا مصرع بھی کہدے تابناک ۔۔۔ امتحانِ صولیتہ درسِ پاک

۱۳۲۸ھ

تاریخ وفات حاجی سید معصوم علی صاحب بریلوی

معصوم علی کی روح رواں ۔۔۔ اللہ کی تھی مشتاقِ لقا
دنیا چھوڑا۔ گھر در چھوڑا ۔۔۔ جنت کو گئی مشتاقِ لقا
حافظ نے لکھا یہ مصرعِ سال ۔۔۔ معصوم علی مشتاقِ لقا

۱۳۲۸ھ

تاریخ وصالِ بزرگی

آہ وصالِ سیدِ مولا لال
حافظ لکھو مصرعِ تاریخ

سایۂ رحمت آیۂ رحمت
آیۂ رحمت آیۂ رحمت
سنہ ۱۳۲۹ھ

تاریخ وفات

صالحہ تھی زوجۂ عبد الوحید
پھر تاریخ آئی یہ آوازِ غیب

حافظ اوس نے پایا حسنِ خاتمہ
ادخلوا الجنّۃ کنیزِ فاطمہ

رباعی نامِ تاریخی

حق نے تمھیں اِک غلامِ احمد اخگر
فرمایش اگر ہی نام تاریخی کی

فرزند دیا لختِ جگر لختِ دگر
تاریخی نام ہی غلامِ انور
۱۳۲۸ھ

تاریخ کتاب الخاتون مولفہ مرزا عرفان علی بیگ عارف آئی ایس او ڈپٹی کلکٹر

کیا پاک صاف ہی یہ تاریخ جامعِ فن

جو پاکدامنوں کا کرتی ہی نام روشن

ہی پاگدامنان ہندوستان کی تاریخ | تاریخ کمند و حافظ تاریخ پاکدامن ١٣٢٩ھ

تاریخ جلسہ دستاربندی مدرسہ اہل سنت بریلی ١٢ شعبان المعظم سنہ ١٣٢٩ھ

سزاوارِ ہر حمد ہی ربِّ عزت — ہی مصداقِ ہر مدح ختمِ رسالت
وہ اول کہ ممکن نہیں جسکا ثانی — وہ ثانی کہ ہمسر نہیں تحتِ قدرت
وہ اول کہ جس سے نہیں کوئی اول — وہ افضل کہ سب افضلوں پر فضیلت
وہ حاضر کہ غائب نہیں کوئی اوس سے — وہ ظاہر کہ ہر غیب اوسکو شہادت
وہ رحمت خدا کی وہ محشر کا دولھا — نچھاور ہو اوس پہ درود اور رحمت
ہیں ارکانِ اسلام اصحاب چاروں — کہ چاروں نے ترتیب سے کی خلافت
وہ صدیق و فاروق و عثمان و حیدر — جو پیرو ہو سب کا وہ ہی اہلِ سنت
جو اون سے پھرا وہ عدو ہی نبی کا — نبی کی عداوت خدا کی عداوت
وہ چاروں ہیں محبوب محبوبِ رب کے — محب کو نہ کیونکر ہو اون سے محبت
خدا اون سے راضی خدا سے وہ راضی — خدا نے دیا ونکو انعام خلعت
اوس انعام و خلعت کی ہی بس شرح حسن یہ — نبی کی وراثت نبی کی نیابت
ائمہ نے پھر دینِ حق کو سنوارا — خدا کی ہوا اون پر رضا اور رحمت

وہ ہیں اہلِ ذکر اور وہ مجتہد ہیں — بڑھی فقہ سے دینِ حق میں سہولت
سمجھ لو کہ واجب ہے تقلید شخصی — اگر کچھ سمجھ حق نے کی ہے عنایت
جو تقلیدِ شخصی کا قائل نہیں ہے — وہ ہے نا مشخص - نہیں اہل سنت
فنِ فقہ کو جانتے بھی ہو کیا ہے — کتاب اور سنت کا عطرِ ہدایت
ائمہ نے پائے جو عالم ہمارے — فنِ فقہ کی - کی سپرد اونکو خدمت
اونھوں نے خدا کی امانت سمجھکر — حفاظت کی - ان پر خدا کی ہو رحمت
سفیہوں کے حملوں سے اسکو بچایا — فقیہوں نے کی ہمت و استقامت
وہی سلسلہ ہے الی الآن جاری — ہیں پائے ہوئے اہلِ حق فتح نصرت
زمانے کو ہے اس زمانے میں روشن — کہ یہ فتح و نصرت ہے کسکی بدولت
وہ عالم وہ فاضل وہ احمد رضا خاں — وہ سرخیل و سر لشکرِ اہل سنت
کیا مدرسہ دین کا جس نے قایم — ہوئی علم دیں پڑھنے والوں کی کثرت
وہ ہو جاتے ہیں لشکرِ دیں میں داخل — جو ہر سال پاتے ہیں فضل فضیلت
منافق سے کم دو وہ مومن بھی ہیں — کہ جن میں خدا نے کیا حصر عزت
حمایت کا ہے وقت - کچھ خرچ کر دو — وہ شے جسکی پاتے ہو دل میں محبت
ملے ذرہ ذرہ تو ہو بحر اعظم — جو جوڑے قطرہ قطرہ تو ہو بحر رحمت

اگر دین کا زندہ رکھنا ہی تمکو
اگر مانتے ہو قیامت کو برحق
زر و مال کسکا خدا کا دیا ہی
رضاے خدا و نبی کے مقابل
اگر مال ہی بھی تو ہی مال کسکا
ہی جسکی بدولت وہ محبوب رب کا
وہ جس کا ہی ارشاد اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ
وہ محسن ہمارا - وہ مغنی - وہ معطی
دیا دینِ حق مفت ہم ناکسوں کو
یہاں مفت کی چیز بیقدر ٹھہری
کیے دیتے ہیں مفت برباد اوسکو
اگر شرم ہوتی تو شرماتے جی میں
حمایت کا ثمرہ جدا ہمکو ملتا
حمایت کرو یا حمایت میں سستی
کرینگے اگر ہم حمایت میں سستی

اگر زندہ دل ہو - اگر کچھ ہی ہمت
تو کچھ ساتھ لو زادِ راہِ قیامت
خدا کیلیے کچھ تو کر جاو ہمت
یہ کیا مال ہی جسکو کہتے ہو دولت
اگر ہی بھی دولت تو کسکی بدولت
خدائی کا آقا، خدا وند امت
فقیرانِ در جسکے اہلِ طریقت
وہ شانِ کریمی - وہ جانِ سخاوت
یہ احسان اوسکا - یہ اوسکی ہی منت
پڑے ہیں سمجھ پر حجاباتِ غفلت
خرابی کے لچھن نصیبوں کی شامت
جو ہوتی حمیت تو کرتے حمایت
وہ ثمرہ کہ ہی بر ثمرِ باغِ جنت
وہ ہی شکرِ نعمت یہ کفرانِ نعمت
قیامت کے دن اور ہوگی قیامت

ہوا سامنا جب حبیبِ خدا کا — تو کیا منہ دکھائینگے ای وای حسرت
الٰہی عطا کر یہ توفیق ہمکو — کہ اس مدرسے کی کریں کچھ حمایت
یونہیں جلسے دستاربندی کے دیکھیں — نظر آئے ہر سال جاہِ فضیلت
پڑھی جائے ہر سال تاریخ کوئی — ہی اس سن کی تاریخ جاہِ فضیلت

١٣٢٩ھ

یہ دستاربندی تو ہی سبھی بھلی — مگر اس میں طرہ ہی اک شان و شوکت
فضیلت کی دستار کا ہی جو گنبد — صدا اٹھیں گونجی مبارک سلامت
فضیلت کی دستار باندھی یہ سر پر — کہ دستار نے سر سے پائی فضیلت
سفیہانِ عالم کے ہو کر مقابل — پیاپی بڑھا لشکرِ اہلِ سنت
ملا مصرعِ سال حافظ کو پورا — پیاپی بڑھا لشکرِ اہلِ سنت

١٣ ٢٩ ھ

تاریخ مسجد کلکتہ

حبذا یہ مسجدِ عالی مقام — یہ خوش اسلوبی یہ حسنِ انتظام
بانیِ مسجد ہیں اک مرد سخی — شیخ احسانِ کریم نیکنام
ہی یہ حافظ مصرعِ سال ایک ہی — ہی یہ اچھی ثانیِ بیت الحرام

١٣ ٢٩ ھ

تاریخ وصال میاں سبحان شاہ صاحب

رباعی تاریخی

سبحان شہ فقیر بافیض و کمال
خورشید جلال کا وصال اے حافظ
چھپکر ہوے پردے میں شہر فیاب وصال
اعداد میں ہے وصال خورشید جلال
۱۲ھ ۱۱

قطعہ تاریخ بنائے عمارت زیارت میاں سبحان شاہ صاحب

حافظ مری فکر سے زیادہ
تاریخ عمارت آج میں لئے
اونچی ہے عمارت زیارت
لکھی ہے عمارت زیارت
۱۳ھ ۲۹

رباعی تاریخی

ملکے ہیں جنھیں علم کی تعلیم ہوی
انعام کی تقسیم کا حافظ ہے یہ سال
انعام ہیں تقسیم زر و سیم ہوی
انعام و عطیات کی تقسیم ہوی
۱۳۲۸ھ

تاریخ جلسہ دستار بندی مدرسہ اہلسنت بریلی

ہی نو خیران اہلِ حق کے حق میں
رہے دستار بندی یاد حافظ

فضیلت کی سند دستار دستار
ہی تاریخی عدد دستار دستار
۱۳ ھ ۳۰

دیگر

تمکو مبارک اور سلامت
آج بندھی ہیں وہ دستاریں
حافظ نے بیساختہ لکھا

اہل سنت اوجِ فضیلت
جنکی رفعت اوجِ فضیلت
سالِ فضیلت اوجِ فضیلت
۱۳ ۳ ھ

دیگر

مدرسہ علم اہل سنت کا
منحصر سنّیوں کی ہمّت پر
محترم وہ ہی جسکو ہو ملحوظ
اہلِ دیں شاہ چرخ ہیں جتنے

ہی مقامِ ترقیِ علما
ہی قیامِ ترقیِ علما
احترامِ ترقیِ علما
ہیں غلامِ ترقیِ علما

سکہ ہائے ترقی اسلام — ہیں بنامِ ترقیِ علما
خیر جاری سے خاص ہے مقصود — فیضِ عام ترقیِ علما
سمجھو آغاز صور پھنکنے کا — اختتامِ ترقیِ علما
ہاں حریفانِ بزم ہو تجویز — اب تو جامِ ترقیِ علما
رکھے اس زینے کے دم سے خدا — زندہ نامِ ترقیِ علما
لوح محفوظ تک پہنچ کے رہے — اوجِ بامِ ترقیِ علما
جبر سے گذرے دین سے گذرے — صبح و شامِ ترقیِ علما
ہے سالمی نظامِ عالم کا — یہ نظامِ ترقیِ علما
روز افزوں ترقیاں پائے — اہتمامِ ترقیِ علما
رہے اس زینے میں سال بسال — التزامِ ترقیِ علما

مصرعِ سالِ حال ہے حافظ
التزامِ ترقیِ علما
سنہ ۱۳۳۰ھ

تاریخ تالیف رسالہ ایضاح سنت د ا جمادی الآخری سنہ ۱۳۳۰ھ

خوش رہو اے حضرتِ محمود جان — واہ کیا طرفہ رسالہ یہ لکھا

مسئلے آٹھ ایسے لکھے پُر بہار ہشت جنت اسکو کہیے تو بجا
غیب[۱] بھی معراج[۲] بھی مذکور ہے پھر شفاعت[۳] کی صفت جلوہ نما
روک دی بے قیدیِ لامذہباں مسئلہ تقلید[۴] کا بھی حل کیا
زندوں کے سننے سنانے کے لیے مُردوں کے سننے[۵] کا بھی ہے ماجرا
روشنی[۶] کرنا مزار و قبر پر لکھدیا روشن دلیلوں سے روا
عید کے دن عرس و استسقا کے وقت ہو عَلَم[۷] بہرِ نشاں اونچا تو کیا
حق میں مفقود[۸] الخبر کی زوجہ کے حکم محکم لکھدیا احناف کا
جا بجا لکھیں حدیثیں آیتیں حجتوں سے قطع حجت کو کیا
بے سند لکھی نہ کوئی بھی دلیل مستند کوئی حوالہ دیدیا
رہرووں کو شاہراہِ مستقیم بے راہوں کے واسطے ہے رہنما
تمنے کی نیکی مسلمانوں کے ساتھ دے خدا اسکی جزا خیر الجزا
رکھے ہیں دنداں شکن آٹھوں جواب تاب کیا لائیگا کوئی کچھ لا
ہاں یہی ہے ہاں یہی ہے ہاں یہی مذہبِ برحقِ اصحابِ صفا

مصرع برجستہ ہے تاریخِ سال
مذہبِ برحقِ اصحابِ صفا
۱۳ ۲۰ھ

دیگر

کمالِ علمِ آنحضرت میں جس جاہل کو کچھ شک ہو
سنا دو اُسکو آیہ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ

یہ مضمونِ نفیس السیاڈھلا افتا کے قالب میں
ہے گویا جانِ افتا عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ

بشر کی تاب وطاقت کیا کہ ہو من ہو کے منکر ہو
کہے جب حق تعالےٰ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ

مولف قابل تحسیں ہے جس نے ٹھیک موقع پر
کیا ہے نقل آیہ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ

تھی فکرِ سالِ حافظ کو کہ ہاتف نے کہا کہدو
جواب آیا ہے اچھا عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ
۱۳۳۰ ھ

تاریخ تولد فرزند خان بہادر رضی الدین احمد خاں صاحب تحصیلدار پیلی بھیت

رضی الدین احمد خاں مبارک ہو مبارک ہو
نیا لختِ جگر نورِ نظر سور و سرورِ جاں

ربیعِ اولیں کی بارھویں ہونا ولادت کا
ہے فطری پیروی سنّتِ پیغمبرِ یزداں

پلے ماں باپ کے سایے میں یہ مولود یا اللہ
رہے جس سے کلیجا اونکا ٹھنڈا اور دل فرحاں

اسے علم و عمل دے، دین و دنیا کی ترقی دے
ترقی میں ہو وہ محسودِ عالم زبدۂ دوراں

برائے سالِ تاریخِ ولادت غیب سے حافظ
ملا ہے نام تاریخی شکور الدین احمد خاں
۱۳۲۵ ھ

تاریخ وصال سید امداد حسین شاہ ۲۷ جمادی الاولے ۱۳۲۶ھ

چو امدادِ حسین آل سیدِ پاک
بحق واصل شد از ہاتف شنیدم

کنز و دربانے شاہ و گدا فیض
بگو حافظ وصال شاہِ با فیض
۱۳ ھ ۲۶

تاریخ طبع دیوان مولوی عبدالحی بیخود بدایونی

یہ مجموعہ سحر تاثیرِ بیخود
عجب بولتی بول چال اسکی پائی
عیاں اس سے ہی صورتِ حالِ شاعر
یہ حیرت بھی ہی اک تماشا کہ اسکو
معانی کی تصویر لفظوں میں کھینچی
ملا آج تصویر بیخود کو چھپکر

کہ ہی سحر تاثیر تحریر بیخود
یہ تحریر ہی یا ہی تقریر بیخود
بجا نام اسکا ہی تصویر بیخود
ملا سال ترتیب تصویر بیخود
۱۳ ھ ۲۸
بنے لفظ خود ایک تصویر بیخود
تعدد سے حکم تصاویر بیخود

تصاویر بیخود کی تاریخ حافظ
کہو بے تکلف تصاویر بیخود
۱۳ ھ ۲۹

رباعیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رباعی

ہجر ایک مرض ہی۔ وصل ہی جسکی دوا
مہجور ازل کیوں نہ کرے واویلا
مہجور ہوں۔ مہجور کا دل ہی کتنا
دو حرف کی مقدار۔ وہ دونوں بھی جُدا

دیگر

جو عیش مقدر میں ہی کرنا ہوگا
دُکھ درد جو قسمت میں ہی بھرنا ہوگا
مرنے میں یہ رنج ہی کہ پھر جینا ہی
جینے میں خوشی یہ ہی کہ مرنا ہوگا

دیگر

دل ہی غم جانفزا سے خرسند مرا
ہی شکر گزار درد ہر بند مرا
جسکا غم و درد ہی وہ محبوب ہی کون
آقا ہی خدائی کا۔ خداوند مرا

رباعی

جس دم ہو اسوئے عرب آہنگ مرا
کیا ضعف نے قافیہ کیا تنگ مرا
جب جا نسکا میں تو گئے ہوش مرے
جب اوڑ نسکا میں تو اوڑا رنگ مرا

دیگر

غائب ہو نظر سے جو مدینہ پیارا
موت آئے اُسے جسکو ہو جینا پیارا
سینے میں مدینے نے کیا گھر جب سے
چھاتی سے لگانے کا ہے سینہ پیارا

دیگر

آنکھوں کو تری دید کا لپکا دیکھا
دل کو ترے دیدار کا بھوکا دیکھا
دیدار کے واسطے ترستے رہنا
تقدیر نے جو ہمکو دکھایا۔ دیکھا

دیگر

کیا نور سراپا قدِ بالا دیکھا
اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھا
اُس نور کے دیکھتے ہی سجدے میں گرے
جب آنکھ اوپر اوٹھائی نیچا دیکھا

دیگر

خاک درِ شہ سے صفتِ گرد اوٹھا
اوٹھائیں بھر کے نفسِ سرد اوٹھا
تھا بار پہ چوکھٹ سے اوٹھانا سر کا
سر اوٹھنے نہ پایا تھا کہ سر درد اوٹھا

۳

رباعی

وہ کون ہی جو غریب کو راہی نہ ہوا
راہی نہ ہوا تو ایک میں ہی نہ ہوا
میں بھی کبھی ہر پھر کے وہیں جا پہنچوں
ای گردشِ چرخ تجھسے یہ کبھی نہ ہوا

دیگر

تھا سینے میں دل آپ ہی ٹوٹا ٹوٹا
ہاتھوں نے ستم کیا کہ سینہ کوٹا
کچھ ہو تو بتاؤں قدر و قیمت دل کی
اک ظرف گلی ہی وہ بھی ٹوٹا پھوٹا

دیگر

چھپنے سے ترے پہاڑ غم کا ٹوٹا
دل درد سے ضعف سے کلیجا ٹوٹا
کھل کھل گئے پردے دیکھنے والوں کے
ای پردہ نشین ترا نہ پردہ ٹوٹا

دیگر

بیکس کو نہ مرنا ہی نہ جینا آیا
جینے کا نہ مرنے کا قرینہ آیا
ای بیکسی آبرو تری رہگئی آج
نہلانے کو موت کا پسینا آیا

دیگر

دیدار الٰہی ہی نظارہ اوسکا
ہم سر سے چلیں پاکے اشارہ اوسکا
دیدار کی پیاس ہی بلا کی قاتل
پانی نہیں مانگتا ہی مارا اوسکا

رباعی

جب ہم نے سوالِ گنبدِ گورد دیکھا
دل سینے میں حسرتوں کا مرقد دیکھا
اللہ مبارک اوسے ٹھنڈی آنکھیں
جس نے روضے کا سبز گنبد دیکھا

دیگر

محشر میں ہوا پیش جو لکھا میرا
تھے ہاتھ کٹے کہ تھا نوشتہ میرا
جب نامۂ اعمال دیے ہاتھوں میں
آیا مرے آگے جو لکھا تھا میرا

دیگر

اوٹھنے کو کہا تو جی مرا بیٹھ گیا
جب ضعف سے اوٹھا نہ گیا بیٹھ گیا
دربان تھے زبردست۔ اوٹھا کر چھوڑا
گو چیخنے چیخنے لگا بیٹھ گیا

دیگر

اللہ نے اک پردہ حکمت رکھا
پرسش کے لیے روزِ قیامت رکھا
آراستہ جب کیا مقامِ محمود
سرتاج کے سر تاجِ شفاعت رکھا

دیگر

میں سامنے پہنچا تو بھلا چنگا تھا
ہوتا کوئی دکھ تو رحم اونکو آتا
جب وقت پر اوٹھا نہ مدد کرنے کو
اللہ یہ درد کس مرض کی ہے دوا

رباعی

اوڑ کر مرے چہرے سے نہ جا مان کہا
للہ کہا مان ۔ کہا مان ۔ کہا
اوس گنبد سبز تک رسائی معلوم
اے رنگ پریدہ ۔ پلٹ آ ۔ مان کہا

دیگر

مہجور سے جب دور مدینہ ٹھہرا
مجبور لہو کے گھونٹ پینا ٹھہرا
مرنے کی دعائیں اپنے لب تک مانگیں
جب زیست گلے پڑی تو جینا ٹھہرا

دیگر

محشر میں سہارا کہیں ڈھونڈے نہ ملا
ہمدرد کو ڈھونڈا کہیں ڈھونڈے نہ ملا
خورشید بڑی سی لیکے آیا مشعل
میدان میں سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملا

دیگر

بے مونس و غمگسار روتا آیا
مجھ زار کو زار زار رونا آیا
وہ میری ہی بیکسی تھی روتی صورت
جسپر مجھے بار بار رونا آیا

دیگر

حافظ! تو ہند کو بھلا کیوں آیا
دل میں لیے شوق کی بلا کیوں آیا
تھی تجھکو تو اپنی استطاعت معلوم
کمبخت! مدینے سے چلا کیوں آیا

رباعی

ہر امتی آپ کا ہی مرغوبِ خدا
مطلوبِ خدا طالبِ مطلوبِ خدا
محبوب کا محبوب ہی محبوب اپنا
محبوبِ خدا حبیبِ محبوبِ خدا

دیگر

جب روضۂ پر نور کا خاکا اوترا
ہر بیل کا - ہر بوٹے کا نقشہ اوترا
تھا دیدہ وروں کی آنکھ میں اوسکے حضور
چہرہ خلدِ بریں کا اوترا اوترا

دیگر

اب قفلِ سکوت توڑنا چھوڑ دیا
منھ ضبطِ فغاں سے موڑنا چھوڑ دیا
نالے مرے چھوڑتے تھے آتشبازی
آتشبازی کا چھوڑنا چھوڑ دیا

دیگر

آئی تو یہی سانس ہی اندر کی ہوا
نکلی تو یہی سانس ہی باہر کی ہوا
کیا فائدہ اس ہوا کا دم بھرنے سے
دم بھر میں ہوا ہوگی یہ دم بھر کی ہوا

دیگر

تجھسے ترے دردمند بیڈھب ہیں جدا
دوری کے عذاب سے معذّب ہیں جدا
دوری نہ ہو جب دور تو کیا دور ہو درد
دُردِ دوری کے حرف بھی سب ہیں جدا

رباعی

حضرت کے سوا حضرتِ باری کے سوا
ہو امت بیکس کو سہارا کسکا
بندے کو امید فضل ہی دونوں سے
اک بندہ خدا کا۔ ایک بندے کا خدا

دیگر

وحشت میں قرار بیقراری ٹھہرا
اون دونوں میں فرق اعتباری ٹھہرا
تڑپے تو وہ ٹھہری اختیاری حرکت
ٹھہرے تو سکون اضطراری ٹھہرا

دیگر

ہی رونگٹا رونگٹا گنہگار مرا
ہر بال وبال میں گرفتار مرا
بوڑھا ہوں۔ مگر وہی سیہ کاری ہی
ہر موے سفید ہی سیہ کار مرا

دیگر

اشکوں میں کلیجے کا جو ٹکڑا آیا
کیوں دیکھنے والوں کو اچنبھا آیا
میں درد جگر میں کیا کہوں کیا گزری
جب درد اوٹھا۔ مُنہ کو کلیجا آیا

دیگر

میں خاک کہوں۔ کون ہوں۔ کیا ہوں مولے
جیسا ہوں۔ برُا۔ بھلا۔ ترا ہوں مولے
پوشیدہ نہیں تجھسے تمنا میری
میں تجھسے تجھی کو چاہتا ہوں مولے

رباعی

جب ٹھیس لگی دل کو ذرا - ٹوٹ گیا
اس شیشے کا ظرف تھا کوئی ظرف میں ظرف
مٹی کا نہ تھا - شیشے کا تھا - ٹوٹ گیا
ٹوٹا - تو نکل گئی صدا - ٹوٹ گیا

دیگر

جلوہ اوس نور کو جو منظور ہوا
اوس اک جلوے کا اور اثر کیا ہوتا
جس پر وہ پڑا - نور سے معمور ہوا
پتھر سے تو سرمہ ہمہ تن طور ہوا

دیگر

احباب کو کیا بتاؤں کیا یاد آیا
جب یاد ہوا بوسۂ سنگِ اسود
وہ سعی - وہ مروہ - وہ صفا یاد آیا
دل پر وہ پڑی چوٹ - خدا یاد آیا

دیگر

اس حسن خداداد کا ہی کوئی حساب
دن رات ہی روئے مصطفےٰ کا جلوہ
ہی چہرۂ پاک - یا خدا کی ہی کتاب
چندے خورشید اور چندے مہتاب

دیگر

احباب ہوں میرے اور ہو کوئے حبیب
قسمت کا لکھا - نصیب کا حصہ ہی
افسوس پھٹکنے بھی نہ پاؤں میں قریب
یا قسمت یا نصیب ای وائے نصیب

رباعی

کیا لیکے کریں دارِ قرارِ جنت
کیا لیکے کریں نقش و نگارِ جنت
ان آنکھوں میں جو دیکھ چکی ہیں روضہ
کانٹا سی کھٹکتی ہی بہارِ جنت

دیگر

رخصت ہوی دل سے جو خوشی غم ہی عبث
یہ جوش ترا دیدۂ پُر نم ہی عبث
جو صبر کہ مر گیا پھر آنے کا نہیں
جب جی نہ اوٹھے مردہ تو ماتم ہی عبث

دیگر

برتر مرا تاجدار ہی - برتر تاج
سرتاجِ انبیا کا ہی سر پر تاج
اوس سر اوس سر کے تاج کا کیا کہنا
جسکا ہو قدم عرشِ بریں کا سرتاج

دیگر

میرا ممدوح - واہ میرا ممدوح
میرا ممدوح ہی خدا کا ممدوح
ممدوح کی ہو مدح کہ مداح کی مدح
ایسا مداح واہ ایسا ممدوح

دیگر

ہو لینے کو ہزاروں ہیں بیابان فراخ
نکلا کرمِ کریم کا خوان فراخ
سہ جائے نہ کوئی حوصلہ ای وحشت
قسمت سے ملا حشر کا میدان فراخ

رباعی

عالم میں نویدِ عید ہی - عید ہی عید
ہی عید بھی کیا عید کہ ہی عیدِ سعید
اس عید میں دوستوں کی ہی دید نصیب
ہی عید نصیبِ دوستاں قابلِ دید

دیگر

تڑکے سے خبرِ صبح لئے دی - آگئی عید
یہ عید کی ہی صبح کہ ہی صبح امید
اس صبح کی راتوں کو دعائیں مانگیں
راتوں کی دعاؤں کی یہ آئی ہی رسید

دیگر

مولے کی جدائی کا تو پہلے بھی تھا درد
اب دل کو نہیں تاب کہ ہی درد سا درد
ہی درد میں لوٹنا تڑپنا بیکار
ہی درد اولٹ پلٹ کے پھر درد کا درد

دیگر

فریاد ہی - فریاد ہی - مولے فریاد
ہم خود غرضی سے ہیں تباہ و برباد
دو کچھ تو دوا طبیبِ روحانی ہو
اصلاح کا نام - اور رگ رگ میں فساد

دیگر

ہی قصۂ خوبانِ جہاں خوب لذیذ
ہی تذکرۂ یوسف و یعقوب لذیذ
سُننے کو سُنیں مزے مزے کی باتیں
ہی سب سے زیادہ ذکرِ محبوب لذیذ

رباعی

باندھو بھی کمر۔ کہیں اوٹھو بھی سو کر
غفلت میں نہ کھا جاؤ اجل کی ٹھوکر
کیا صاف کھلا ہوا ہی سیدھا رستہ
جنت کو چلے جاؤ مدینے ہو کر

دیگر

ای گردشِ چرخ۔ اف رے تیرے چکر
سودا زدہ پا کے مجھکو تو دے چکر
زائر کریں جا جا کے طواف کعبہ
آئیں مجھے گھر میں بیٹھے بیٹھے چکر

دیگر

سینے میں ہی داغوں سے چراغوں کی بہار
مات ایسی بہار سے ہی باغوں کی بہار
تارے شبِ تار کے ہیں کس گنتی میں
تاروں بھری راتوں میں ہی داغوں کی بہار

دیگر

تو رحمتِ حق ہی۔ حق کی رحمت تجھپر
حد یہ کہ ہوئی ختم نبوت تجھپر
ای خاتمِ انبیا۔ نبیِ خاتم
حقا کہ ہی ختم خاتمیت تجھپر

دیگر

محفل سے چلا جائے اسی دم اوٹھکر
جو منھ سے کہے۔ گر بنگلے کیا ہم اوٹھکر
ہنگامِ قیام آدمیت ہی یہی
تعظیم دے آدم قدِ آدم اوٹھکر

رباعی

جو منکرِ توحید رہے وہ کافر
منکر کو جو منکر نہ کہے منکر ہی
بس ہوتے جو منکر کی سہے وہ کافر
کافر کو جو کافر نہ کہے وہ کافر

دیگر

کرتے ہیں دلوں میں گھر وہ دلبر ہوکر
مجھکو تو اگر ملیں وہ تنہائی میں
جو کچھ ترے جی میں دلِ مضطر ہو۔ کر
میں اون سے ملوں آپسے باہر ہوکر

دیگر

ہی درد ہی درد ابتو اندر باہر
باقی نہیں درد سے سمائی دل میں
ہی درد ہی سے بھرا ہوا گھر باہر
دل آہ سے کہتا ہی کہ باہر باہر

دیگر

آنکھیں ہوں تو قدرت کے ہیں نیرنگ ہزار
پھولوں میں ہزار رنگ کی بو ہی اگر
ہوں کان تو ہرنی میں ہیں آہنگ ہزار
گلبانگ عنادل میں بھی ہیں رنگ ہزار

دیگر

اک سوختہ دل۔ گرا پڑا خستہ جگر
گرتے پڑتے گرے پڑے کو للہ
پہنچا ہی مدینے میں کہیں گر پڑ کر
کہدو کہ پڑا رہے ہمارے در پر

رباعی

ہی اک تری سرکار سے مجھکو سروکار
سرکاریں جہاں ہیں سب مری نظر میں بیکار
جاؤں ہیں کہاں چھوڑ کے سرکار تری
سرکاروں کی سرکار ہے - تیری سرکار

دیگر

اچھا ہی زمیندار کا نمبر نمبر
نمبر نمبر سے ہی یہ بڑھکر نمبر
انسانوں میں جس طرح نبی نے تشبیہ
پرچوں میں ہمد ممتاز ہیمبر نمبر

دیگر

ہر چند کہ جیتے جاگتوں میں ہی شمار
آنکھوں سے ہی خواب - جینے سے جی بیزار
خواب آئے تو ہو خواب میں دیدار کبھی
دیدار کے خواب دیکھتے ہیں بیدار

دیگر

ای عمر گزشتہ اب تو عالم ہی اور
باقی جو کوئی دم ہی - کوئی دم ہی اور
اب دم آدھا ہی اور خم ہی پورا
وہ دم خم اور تھا - یہ دم خم ہی اور

دیگر

فانی فی اللہ شیخ عبد القادر
باقی باللہ شیخ عبد القادر
سن لیجیے بینوا گدا کی یہ صدا
شیئاً للہ شیخ عبد القادر

رباعی

تمسا کوئی یا ثانیِ عبد القادر
کوئی نہ ہوا ثانیِ عبد القادر
تم وہ ہو کہ ثانی بھی ہو لاثانی بھی
ای ثانیِ لاثانیِ عبد القادر

دیگر

بات اور ہی۔ ناصح مرا بکتا ہی کچھ اور
ہوگا شدنی۔ ہو نہیں سکتا ہی کچھ اور
تدبیر ہزار سر کو پھوڑے تو کیا
پھوٹی ہوئی قسمت سے ٹپکتا ہی کچھ اور

دیگر

یارو بُری اُفتاد پڑی ہی سر پر
اوٹھو کہ زوال کی گھڑی ہی سر پر
اسپین میں جو قوم پر آفت آئی
سمجھو کہ وہی گھڑی کھڑی ہی سر پر

دیگر

اسباب وہ جی میں ڈر سمانے کے ہیں اور
بیطور وہ طور خوف کھلانے کے ہیں اور
فیلِ شبِ غم سے ڈرتی ہی میری بلا
کھانے کے ہیں دانت اور۔ دکھلانے کے ہیں اور

دیگر

دل سے نہ نکلنے پائے جو دل میں ہی راز
گو بجے دل ہی میں رازِ دل کی آواز
کیا بات ہی یوں بات اگر بن جائے
ہر بات میں ہو سوز تو ہر سوز میں ساز

رباعی

لے دیکھئے ہی ایک دل ہر انسان کے پاس
چھوٹا سا ہی گھر - دو کی جگہ اسمیں نہیں
یا یادِ خدا ہو اس میں یا ہو وسواس
یا نفس کا پاس - یا ہو پاس انفاس

دیگر

وہ خوش ہے جو ہی کہ ہم ہے سے خوش
جو خوگرِ غم ہوا ہے اسکا کیا غم
ہم غم سے ہیں خوش - غم ہی ترا ہم سے خوش
غم دل سے ہی خوش دل ہی ترے غم سے خوش

دیگر

ہی نفس بدی میں نفس ہی خاص الخاص
اس نفس نے خون کر دیا ہی دل کا
یہ نفس ہی بد - بدنفسی اسکا خواص
لینا ہی مجھے اسی ستمگر سے قصاص

دیگر

کیوں موت سے ڈرتے پھریں - ڈرنے سے غرض
جیتے رہیں یارب ترے مرنے والے
جی کی تو یہ ہی جی سے گزرنے سے غرض
بیچاروں کو جینے جی ہی مرنے سے غرض

دیگر

آجائیں نظر آپ کے انوار فقط
آنکھوں کا جو حاصل ہی وہ حاصل ہو جائے
وہ بھی نہیں بار بار اک بار فقط
ہو جائے بس ایک آپ کا دیدار فقط

رباعی

ہاں یادِ بتاں دل سے جدا کر حافظ
ہاں کعبے سے دور پھینک جا کر حافظ
رکھا ہے بتوں کو کہیں خدا کے گھر میں
کر خوفِ خدا۔ خدا خدا کر حافظ

دیگر

یا رحمتِ عالم تری رحمت ہے وسیع
سن لے مری سن لے۔ تجھے کہتے ہیں سمیع
رہنا بسنا ہو یا ہو گڑنا دبنا
مل جائے مجھے مدینہ و خاکِ بقیع

دیگر

گوشے میں چھپا ہوا ہے اک پائیں باغ
اوس باغ کی خوشبو سے معطر ہے دماغ
سینے میں جو پہلو ہے تو پہلو میں ہے دل
دل کا پہلو ہے اور ہیں داغ ہی داغ

دیگر

ہے خاکِ عرب ارض و سما سے اشرف
ہے نوعِ بشر خلقِ خدا سے اشرف
ہیں نوعِ بشر سے انبیا سب افضل
حقا کہ ہو تم سب انبیا سے اشرف

دیگر

حاجت ہو جو مقصد کی تو نشتر بھی ہے عشق
اوڑنا ہو جو ہوش کو تو شہپر بھی ہے عشق
پہنچانے کو تا شاہدِ حسنِ ازلی
ہادی بھی ہے۔ مرشد بھی ہے۔ رہبر بھی ہے عشق

رباعی

غافل تھے بڑھاپے کا اثر ہوتے تک
تھی بیخبری ہمکو خبر ہوتے تک
آیا نہ شبِ شباب میں ہوش اتنا
ہو جائیگی بھور اپنی سحر ہوتے تک

دیگر

کیا پاک ہی خاکِ درِ شاہ لولاک
پاکی کے سبب ہی سجدہ گاہِ افلاک
میں [illegible] اور یہ آرزو کہ چاٹوں اوسکو
خاکم بدہن - مراد ہن اور وہ خاک

دیگر

حافظ - ہی محال - شاعری مین ہو کمال
پس فکر ہی اس کمال کی فکر محال
ہیں بال سے باریک ہزاروں نکتے
ہر بال وہ بال - جسکی کھنچتی ہی کھال

دیگر

بیکس کا ہو ساتھی کوئی کسکو ہی خیال
ساتھی نہ ہو کوئی تو پہنچنا ہی محال
میں خستہ ہوں اور کالے کوسوں منزل
ہیں آبلہ پا - قافلے کی تیز ہی چال

دیگر

منصوبوں کا آج تک ہی روزِ اول
سامانِ سفر کوئی ہوا آج نہ کل
سب قافلے چلدیے مدینے کی طرف
اب دیکھیے اونٹ بیٹھتا ہی کس کل

رباعی

وحدت کا وجود ایک۔ کثرت ہم تم	ہی ایک ہی نور اور لاکھوں انجم
کثرت فانی ہی اور وحدت باقی	خورشید میں ذرّے قطرے دریا میں ہوں گم

دیگر

اللہ جسے عطا کرے قلب سلیم	چھوڑے گھر بار۔ ہو مدینے میں مقیم
یہ بخت یہ قسمت۔ ندیم احمد	ہی روز ازل سے مدنی قلبِ ندیم

دیگر

مہجور ہیں ہم اوس سے ہم سے وہ دور نہیں	پردے میں بھی بے پردہ ہی مستور نہیں
ہاں دیدۂ معنی سے نہیں اوسکو حجاب	صورت کا دکھانا اُسے منظور نہیں

دیگر

رگ رگ میں نہیں درد کہ رخ زرد نہیں	لب پر کوئی حرف جز دم سرد نہیں
کس سے کہیں غم کٹتے ہوئے دل کا دکھڑا	دردا کہ ہمارا کوئی ہمدرد نہیں

دیگر

مولےٰ جو حضوری کی اجازت پاؤں	پھر ہند سے روٹھ کے طیبہ میں اُٹھ جاؤں
آیا گیا ہو نہ جائے آنا جانا	اُوں جاؤں پھر آکے جاؤں آؤں

رباعی

احباب تسلی ہمیں کیا دیتے ہیں ۔ جھوٹی سچی خبر سنا دیتے ہیں
اس کان سے سنتے ہیں جو اوڑتی سی خبر ۔ ہم دوسرے کان سے اوڑا دیتے ہیں

دیگر

کب خانۂ دل میں کوئی مہمان نہیں ۔ خالی غم ہو لئے سے کوئی آن نہیں
قابو نہیں موت پر کہ مر کر چھوٹیں ۔ جینے بچیں غم سے ۔ اس قدر جان نہیں

دیگر

ہی جان بدن میں ربط کیا کچھ بھی نہیں ۔ ہی قصر حباب اسکو بقا کچھ بھی نہیں
گنتی کی ہیں سانسیں رہے اسکا بھی شمار ۔ ہی روح کوئی دم کی ہوا ۔ کچھ بھی نہیں

دیگر

احباب ہمیں برا بھلا کہتے ہیں ۔ اچھا کہتے ہیں ۔ سب بجا کہتے ہیں
کہتا ہی وہ جسکے منھ میں جو آتا ہی ۔ ہم کچھ نہیں کہتے ۔ اسے کیا کہتے ہیں

دیگر

ہمکو تو محاورے مزہ دیتے ہیں ۔ جو بول ہوں بولتے سنا دیتے ہیں
آتا ہی نظر طائرِ مضموں جو کبھی ۔ ہم چٹکیوں میں اسکو اوڑا دیتے ہیں

رباعی

یوں روضے میں جھانکنے کو جائیں آنکھیں
یوں روزنِ دیوار دکھائیں آنکھیں
جلوؤں کی بلائیں لیکے آتی ہے نگاہ
لیتی ہیں نگاہ کی بلائیں آنکھیں

دیگر

جن آبلوں کو دل کی بنائیں آنکھیں
قسمت سے اُن آبلوں کی آئیں آنکھیں
آنکھوں میں جن آبلوں کو دل نے رکھا
دل کو وہی آبلے دکھائیں آنکھیں

دیگر

بیمار کو ہیں دنوں سے بھاری راتیں
راتوں میں پہاڑ ہیں ہماری راتیں
لاکھوں تارے مشاہدے کے ہیں گواہ
آنکھوں میں کٹی ہیں ساری ساری راتیں

دیگر

مضطر ہے جگر بھی دل بھی جس کو دیکھوں
اُن کو دیکھوں میں اب کہ اس کو دیکھوں
مجھسے تو یہ دیکھی نہیں جاتی حالت
دیکھوں بھی اگر تو کس کو کس کو دیکھوں

دیگر

پھر ٹھنڈی ہوا چلی گھٹائیں آئیں
رُت آئی بہار کی گھٹائیں آئیں
کیوں دل نہ بڑھیں کہ چڑھ بنی رندوں کی
رحمت کی بڑھی چڑھی گھٹائیں آئیں

رباعی

میں حلقہ بگوش شہ جیلانی ہوں — میں مقتدیِ امامِ ربانی ہوں

دو فضل ہیں رحمٰن کے مجھ پر حافظ — فضلِ رحمٰن سے فضلِ رحمانی ہوں

دیگر

جسکو غمِ دنیا۔ غمِ دیں۔ کچھ بھی نہیں — وہ لاکھ ہو اورنگ نشیں کچھ بھی نہیں

ہو درد کی چوٹ دل میں یا چوٹ کا درد — جب کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں

دیگر

دیوانے کنوئیں ہی جھانکتے پھرتے ہیں — بر خاکِ عرب کی ہانکتے پھرتے ہیں

یا چومتے چاٹتے تھے خاک اس در کی — یا ہند میں خاک پھانکتے پھرتے ہیں

دیگر

کوچے سے ترے۔ قدم نکلنے کے نہیں — گھر کی طرف ایک ہاتھ چلنے کے نہیں

اللہ پھر اک بار ہمیں پہنچا دے — ٹل جائے زمین بھی تو ٹلنے کے نہیں

دیگر

تھمتا نہیں دل جو ہاتھ دل پر رکھ لوں — ہاتھ آئے تو دل پر کوئی پتھر رکھ لوں

اللہ رے ہرا ہرا وہ گنبد پیارا — جی میں ہے اوسے دل میں اوٹھا کر رکھ لوں

رباعی

دل شاد نہیں غم سے ہم آزاد نہیں
کیا کیا سیکھا پڑھا تھا۔ کچھ یاد نہیں
اب حضرت ممتاز کہاں اے حافظ
کس سے اصلاح لیں کہ استاد نہیں

دیگر

فرقت میں بلائیں میرے گھر آتی ہیں
کیا کیا بری صورتیں نظر آتی ہیں
ہوں ایک تو آپ ہی شکستہ خستہ
اوپر سے بلائیں ٹوٹ کر آتی ہیں

دیگر

سب ختم شباب پر گزر جاتے ہیں
صبح پیری سے پہلے مر جاتے ہیں
کھچڑی ہوئے بال اور اجل آ پہنچی
تاروں ہی کی چھاؤں کوچ کر جاتے ہیں

دیگر

جب خوف بڑھا کام دعائیں آئیں
جب آس بندھی۔ یاد خطائیں آئیں
جب کوئی بلا خدا خدا کر کے ٹلی
لینے کو بلائیں سو بلائیں آئیں

دیگر

دانا بھی ہوں نوجوان ناداں بھی ہوں
کچھ آنکھیں بھی۔ کچھ سر بگریباں بھی ہوں
حیرت بھی ہو بوڑھوں کو تو کیا خاک کریں
انگشت بدنداں ہوں جو دنداں بھی ہوں

رباعی

عالم میں ترا ہو راج عید قرباں
یہ کہکے مسلمان گلے ملتے ہیں
اچھا نو رہا مزاج عید قرباں
عید قرباں ہے آج عید قرباں

دیگر

اس عید کے قربان ہزاروں جانیں
جو جان ہو قربان۔ یہ کہتی نکلے
قربان ہر اک آن ہزار دل جانیں
قربان نہ اک جان ہزاروں جانیں

دیگر

کب تک امیدوار میں زار رہوں
زائر کریں گرد کعبہ پھر پھر کے طواف
کب تک اس پھیر پھیر میں خوار رہوں
ہر پھیر کے میں گردش میں گرفتار رہوں

دیگر

میری شب ہجر کی سحر ہو کہ نہ ہو
چلاؤں نہ کیونکر کہ نہیں ضبط کی تاب
اس رات کا پچھلا بھی پہر ہو کہ نہ ہو
نالے سے غرض مجھکو۔ اثر ہو کہ نہ ہو

دیگر

کب تک غم دل کھائے مجھے میں غم کو
دل غم سے تڑپتا ہے تو سمجھاتا ہوں
ہر روز کے غم کی آخر اک حد بھی تو ہو
اے حسرت دل صبر کرو غم کھاؤ

رباعی

بیدرد ہی جسکے درد تک دل میں نہ ہو
بے لطف ہی دل اگر کسک دل میں نہ ہو
اوس دل میں اندھیرے کے سوا کیا ہوگا
جب درد کی ذرہ بھر چمک دل میں نہ ہو

دیگر

میں اور ترا ہجر ستائے مجھکو
جیتا رہوں میں موت نہ آئے مجھکو
بس ہو تو نکل جاؤں عرب کو گھر سے
ڈرتا ہوں کہ گھر کاٹ نہ کھائے مجھکو

دیگر

یوں روضے سے افسوس پھر آؤں گھر کو
یوں یاد کیا کروں میں اوس منظر کو
یاد آے وہ دیوار وہ در جب حافظ
گھر کے در و دیوار سے پھوڑوں سر کو

دیگر

سجدے میں حضورِ قلب اگر تم چاہو
محوِ دیدارِ جلوہ سر تا پا ہو
ادنےٰ ہی یہ مرتبہ کہ دل میں لب پر
وردِ سبحانَ ربّیَ الاعلیٰ ہو

دیگر

جسمانیوں میں صورتِ آدم تم ہو
روحانیوں میں روحِ مجسّم تم ہو
شیئاً للہ اعطِ شیئاً للہ
ہمنام جنابِ غوثِ اعظم تم ہو

رباعی

آنکھیں ہوں تو ہی سب کہیں ربِّ کعبہ کعبہ ہی یہی دل۔ یہیں ربِّ کعبہ
آنکھیں بھی ہیں شرطِ دل کی آنکھیں ورنہ کعبے میں بھی ملتا نہیں ربِّ کعبہ

دیگر

سینے میں ہی وہ راز کہ اللہ اللہ ہی سوز میں وہ ساز کہ اللہ اللہ
اللہ نے مجھکو یاد فرمایا ہی ہچکی کی ہی آواز کہ اللہ اللہ

بندہ ہی جنابِ کبریا کا بندہ معبود کا عبد۔ مصطفےٰ کا بندہ
بندہ اُس بندۂ خدا کا ہوں میں جس بندے کا بندہ ہی خدا کا بندہ

ہے ہیچ وشرے ہوں مصطفےٰ کا بندہ میرا مولےٰ ہی کبریا کا بندہ
ہیں اوسکے غلام سب خدا کے بندے بندوں کا وہ مولےٰ ہی۔ خدا کا بندہ

اللہ کو جانتا ہی بندہ بندہ بندہ اللہ کا ہی بندہ بندہ
یہ عبد وہ معبود۔ یہ مربوب وہ رب واللہ خدا خدا ہی بندہ بندہ

گرمی سے ہی آفتاب ذرّہ ذرّہ جل بھنکے ہوا کباب ذرّہ ذرّہ
ہی دھوپ بھی۔ میدان بھی میزان بھی ہی ہوتا ہی یہاں حساب ذرّہ ذرّہ

۲۶

رباعی

جب جامۂ زیست چاک ہو جاتا ہی   قصہ ہستی کا پاک ہو جاتا ہی
ہستی کی نہیں قبر میں کچھ بھی ہستی   اکسیر کا ڈھیر خاک ہو جاتا ہی

دیگر

پھر بیس برس بعد غلام آیا ہی   سرکار میں کرنے کو سلام آیا ہی
گن گن کے مفارقت کے دن کاٹے ہیں   مر مر کے فدا ہونے کا نام آیا ہی

دیگر

ہی شور کہ ساعت سعید آئی ہی   اب دل کی بر آنے پر امید آئی ہی
بچے بوڑھے جوان سب کہتے ہیں   عید آئی ہی۔ عید آئی ہی۔ عید آئی ہی

دیگر

محبوب خدا کے گھر کو ہم گھر سے چلے   خود چل نسکے۔ غیر کی ٹھوکر سے چلے
گر پڑ کے یونہیں جا پڑے آخر در پہ   جب پاؤں چلکے گر ے۔ اوٹھکے نئے سر سے چلے

دیگر

بیکار سرانجام ہی جو کام نہ آے   کوشش ہی وہ ناکام ہی جو کام نہ آے
ہر کام کا انجام ہے پیش نظر   کس کام کا وہ کام ہی جو کام نہ آے

دیگر

نے لطف بلا سے عمر بھر ہو جائے — دنیا کی دن کی ہی۔ بسر ہو جائے
ہم دائرۂ دیں سے نکلنے کے نہیں — دنیا بھی اِدھر کی جو اودھر ہو جائے

دیگر

دنیا میں اگر نہ عیش اوڑایا ہم نے — عقبےٰ کا تو غم خوشی سے کھایا ہم نے
عقبےٰ میں ہی سب جمع وہ اللہ کے گھر — دنیا میں جو آرام نہ پایا ہم نے

دیگر

گھر بستے ہیں دنیا میں اوجڑنے کے لیے — سامان یہ بنتے ہیں بگڑنے کے لیے
ہوتی ہی سجاوٹ ابتری کی خاطر — اوٹھتے ہیں مکان گرنے پڑنے کے لیے

دیگر

مرتے ہیں ترے ہجر میں جینے والے — پیتے ہیں لہو کے گھونٹ پینے والے
جو دل کہ مدینے میں پڑا رہتا ہی — اُس دل میں ہی تو ہی تو مدینے والے

دیگر

ہم جب ہیں سرکار بلاتے جاتے — یا اپنے خیال ہی میں آتے جاتے
ہوتا تو گزر۔ بزمِ تصویر ہی سہی — ہم آپ ہی گو آپ سے جلاتے جاتے

دیگر

لو قافلے طیار ہیں چلنے کے لیے
ہم آتش رشک سے ہیں جلنے کے لیے
ہم اور ارمان دونوں الجھتے ہیں پڑے
ہم گھر سے تو وہ دل سے نکلنے کے لیے

دیگر

گو ضبط سے میری جان آدھی رہجاے
لب پر مگر اک مُہر خموشی رہجاے
کہتا ہوں یہ چپکے چپکے اپنی چپ سے
ہی بات تو جب کہ بات میری رہجاے

دیگر

ناصح! مانع ہی کون تو۔ رو ئینگے
ہمکو تو ہی رونے ہی کی خو۔ رو ئینگے
یہ سچ ہی کہ آنسوؤں کی بھی اک حد ہی
آنسو نہ رہینگے تو لہو رو ئینگے

دیگر

نظروں میں وہ صورت حجرِ اسود کی
رکھتا ہی مرا دل بھی مری آنکھیں بھی
دل میں ہوی جاگزیں سویدا ہو کر
آنکھوں میں بنی سمٹ کر پتلی

دیگر

جو راہ طلب کی دیکھکر بیٹھ رہے
جم چھوڑ چکے قصد سفر۔ بیٹھ رہے
ہر حکم کی دیر سے چلتے ہیں ابھی
جو توڑ کے پاؤں اپنے گھر بیٹھ رہے

دیگر

ہو درد مگر ترا۔ مداوا نہ سہی — سہنے کا نہ ہو درد کا صدمہ نہ سہی
جو کچھ ہوں میں۔ جیسا ہوں میں تیرا ہی تو ہوں — میں اک سگِ دنیا سہی۔ دیوانہ سہی

دیگر

اب جان گئی شان خدائی تیری — پہنچی ہوئی ہی حد کو رسائی تیری
اک داد ہی۔ فریاد ہی۔ کس سے۔ تجھسے — پھرتی ہی قیامت میں دُہائی تیری

دیگر

دم توڑینگے دم اونھیں کا بھرتے بھرتے — مٹ جائینگے اونکی یاد کرتے کرتے
پائینگے نہ جینے کا مزہ جیتے جی — مر جائینگے مرنے والے مرتے مرتے

دیگر

مجبور جیے تو بیحیائی سے جیے — مجبور جیے۔ خدا کی مرضی سے جیے
جینا تو وہ تھا کہ دل بھی جیتا ہوتا — جینے کو جیے مگر برے جی سے جیے

دیگر

دوری میں بھی سوجھی تو حضوری سوجھی — دوری کی بھی بات۔ دور ہی کی سوجھی
آنکھوں کو کیے بند۔ تصور باندھا — ای حضرتِ دل! یہ تمکو اچھی سوجھی

دیگر

بارِ گنہ اوٹھنے کا نہیں گر نہ پڑے — ہی ملکِ عدم دور وہیں گر نہ پڑے
جسم ضعیف ہوں یہ گٹھری بھاری — ڈرتا ہوں کہ رستے میں کہیں گر نہ پڑے

دیگر

ہوں برہنہ پا - اوٹھا ہی دانہ پانی — پایا - جو نصیب کا ہی دانہ پانی
چلنے سے کفِ پا میں پڑے ہیں چھالے — قدموں سے لگا ہوا ہی دانہ پانی

دیگر

نالوں سے مری جان پڑی جلتی ہی — اشکوں سے بھرے مونہہ کی جھڑی جلتی ہی
پروانہ میں اوسکا ہوں تری محفل میں — جو شمع کہ رات بھر کھڑی جلتی ہی

دیگر

آرائش امیروں میں ہی چھب تختی کی — پھر اونکی بلا جھیلے بلا تختی کی
ہی حکم گلیم پوش پھٹکے نہ قریب — پرچھائیں نہ پڑ جائے سیہ بختی کی

دیگر

ٹالے شبِ فرقت نہیں ٹلتے تارے — رک جاتے ہیں چلتے چلتے تارے
اوٹھتا اگر ابر بنکے آہوں کا دھواں — اوس ابر میں ڈوبتے اوچھلتے تارے

دیگر

جب ہجر میں بیقرار ہو جاتی ہی
مردار سی جان نزار ہو جاتی ہی
آتا ہی اگر نگاہِ مولے کا خیال
برچھی سی جگر کے پار ہو جاتی ہی

دیگر

باہر نہیں علم مصطفےٰ سے کوئی شئی
کیوں یار ونے بحث کی بڑھائی ہی لی
بحرِ علم خدا کا قطرہ ہی یہ علم
مَاکَانَ وَمَا یَکُوْن اسی قطرے میں ہی

دیگر

کیوں کوئی نہ مجھے راہ بتاتا جائے
میں جاؤں۔ مرا شوق کا جذبہ جائے
بیراہہ روی میں کہیں مل جائیں نہ خضر
نیت نہ بھٹک کے راہ پر آجائے

دیگر

عشاق کے دل میں وہی ہی۔ سینے میں وہی
پتھر میں وہی ہی۔ آبگینے میں وہی
ہر جا ہی ظہور اوسکا۔ اوسی کا جلوہ
مکے میں وہی نور۔ مدینے میں وہی

دیگر

الفاظ کی ٹانگیں توڑنا آتا ہی
متروک الفاظ چھوڑنا آتا ہی
ہیں اور سلیقہ شاعری کا۔ توبہ
انمل بے جوڑ جوڑنا آتا ہی

رباعی

ہیں حضرتِ حافظ بھی عجب لایعنی — یعنی کی جگہ ڈھونڈ کے لائے اعنی
یا معنی آفریں کبھی تھے یا اب — الفاظ بھی ڈھونڈے نہ ملیں کیا معنی

بھاری جو بہت بارِ گنہگاری ہی — یہ بار تو کیا۔ دوش کو سر بھاری ہی
سر بوجھ بنے۔ بوجھ سر سے اوٹھتا ہی نہیں — دوہری مری قسمت میں گرانباری ہی

دنیا میں ترقی کی ضیا چھائی ہی — ہم پر تو تنزل کی بلا چھائی ہی
خورشیدِ علوم اوج پر ہی تو کیا — سر پر تو جہالت کی گھٹا چھائی ہی

یہ قوم کہ با حالِ تباہ آئی ہی — لینے کے لیے تیری پناہ آئی ہی
کر دادرسی کہ ہی تری ہی امت — در پر ترے۔ بنکے دادخواہ آئی ہی

کیا گریۂ بے اثر نے پھیرا پانی — روتے روتے ہوا ہی پتّا پانی
کس حوصلے پر بہاؤں اب آنسو گرم — کس برتے پہ حضور! تتّا پانی

ای عیدِ سعید دم ہو تجھ پر صدقے — تڑپے دمِ بسمل تو ہو اوٹھکر صدقے
اک دم ہو تو کیا۔ ہزار دم ہوں تو کیا — دم پر ترے قربان۔ ترے سر صدقے

تو۔ تیری ادا ہو اور تیرے کشتے — فرمانِ قضا ہو اور تیرے کشتے
عیدِ اضحےٰ کے دم قدم کا صدقہ — میدانِ منا ہو اور تیرے کشتے

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ

REGISTERED
NIZAMI PRESS
BUDAUN

نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں۔ یو۔پی